www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر قاری احمد میاں تھانوی

حکیم الأمت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اور علم تجوید وقراءت

دارالموطا کراچی کی طرف سے شائع شدہ پمفلٹ میں علم قراءات کے حوالے سے یہ تاثر دیا گیا ہے کہ دیوبندی حضرات، بالخصوص حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ قراءات کے سلسلہ میں مختلف رائے رکھتے ہیں۔ شیخ القراء جناب ڈاکٹر قاری احمد میاں تھانوی، جو حضرت اشرف علی تھانوی کی نواسے اور رشد کی مجلس مشاورت میں شامل ہیں، نے اس حوالے سے اپنی ذمہ داری محسوس کی اور شفقت فرماتے ہوئے حضرت حکیم الامت کی قراءات سبعہ وعشرہ سے متعلق صریح رائے کیا تھی؟ جہاں تک علماء دیوبند کی قراءات قرآنیہ سے متعلق رائے کا تعلق ہے تو اس کے لئے رشد قراءات نمبر۲ میں دیوبند مکتبہ فکر کے نمائندہ اداروں اور فاضل شخصیات کے فتاوی کا ضرور جائزہ لینا چاہیے۔ خصوصا حالیہ شمارہ میں دارالعلوم دیوبند ہندوستان، دارالعلوم کراچی اور جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کا فتوی بھی لائق مطالعہ ہے۔ [ادارہ]

حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ ایک ایسی ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے کہ جنہوں نے تمام علوم دینیہ پر اپنی مستند تحقیقات، تصنیفات کا بہت بڑا ذخیرہ اُمت کی اِصلاح وتربیت کے لیے مرتب فرمایا۔ حکیم الامت نے علوم القرآن والتفسیر پر بھی گراں قدر تحقیقی وعلمی کام سرانجام دیا آپ کی تصانیف میں تفسیر بین القرآن جامعیت، نافعیت اور اِنفرادیت کے اعتبار سے بےنظیر اور بے مثال ہے۔

علم التجوید پر آپ کے رسائل میں جمال القرآن تو گذشتہ ایک صدی سے برصغیر کے تمام دینی مدارس کے نصاب تجوید کا اَہم حصہ قرار دیا جاتا ہے یہ ایک ایسا جامع رسالہ ہے جو علم التجوید کی بنیادی مباحث کا اِحاطہ کیے ہوئے ہے۔ ۴۸ صفحات پر مشتمل اِس رسالہ کے مضامین کو چودہ لمعات میں تقسیم کیا گیا ہے جس میں قواعدِ تجوید کے ساتھ ساتھ علم الوقف و علم الرسم پر بھی اِختصار کے ساتھ کلام کیا گیا ہے۔

حضرت نے ایک عربی رسالہ حقیقت التجوید اور ھدیۃ الوحید کے مضامین سے اپنے اس رسالہ کو مرتب فرمایا ہے۔ ۱۳۳۳ھ سے آج تک اس رسالہ کی بیسیوں شروح لکھی جا چکی ہیں۔ اس کے اِختصار اور جامعیت کی وجہ سے اس کو ایک بہترین متن کا درجہ حاصل ہے۔ ہر زمانہ میں اَساتذہ تجوید نے اس کی توضیح وتشریح کے لیے قلم اٹھایا ہے۔ سب سے پہلے تھانہ بھون کے قاری محمد یامین صاحب نے اِس پر حاشیہ لکھا پھر تو یہ سلسلہ آگے ہی آگے بڑھتا چلا گیا تا آنکہ قاری محمد طاہر رحیمی مہاجر مدنی نے ایک مفصل شرح کمال الفرقان شرح جمال القرآن مرتب فرمائی۔ یہ ایک ضخیم شرح ہے جس میں تجوید کے تمام مضامین پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ جمال القرآن اُردو میں لکھا جانے والا

☆ نائب مہتمم دارالعلوم الاسلامیہ، لاہور، رئیس لجنۃ تصحیح المصاحف محکمہ اَوقاف پاکستان

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلا رسالہ ہے جس کے تراجم برصغیر کی بہت سی زبانوں میں کیے گئے ۔ ہندی، بنگالی، گجراتی کے علاوہ عربی، فارسی میں بھی اِس کے مضامین کو منتقل کیا گیا ہے۔ آج پاکستان، ہندوستان کا شاید ہی کوئی ایک بھی قاری ایسا نہ ہوگا جس نے جمال القرآن سے استفادہ نہ کیا ہو۔

مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے مدرسۃ صولتیہ مکہ مکرمہ کے طلباء کے لیے ایک منظوم رسالہ تجوید القرآن مرتب فرمایا جو سات اَبواب پر مشتمل ہے اس میں ۱۲۰۰/اشعار ہیں اس رسالہ میں مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے بڑے خوبصورت اَنداز میں تجوید کے تمام قواعد مخارج وصفات ترقیق تفخیم اِظہار اِدغام کا تذکرہ نہایت عمدہ پیرایہ میں کیا ہے اور اَبواب کو مزید وضاحت کے لیے فصول میں تقسیم کیا ہے۔ رسالہ تجوید القرآن ایک مختصر حاشیہ حضرت قاری محبّ الدین بن قاری ضیاء الدین الہ آبادی رحمہ اللہ نے مرتب فرمایا ہے۔ رسالہ کے شروع میں مولانا محمد سعید کیرانوی نے اس رِسالہ کی اہمیت پر ایک مختصر نوٹ لکھا ہے۔

۱۹۸۵ء میں استاذی حضرت قاری اِظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ نے اس منظومہ پر ایک مفصل حاشیہ مرتب فرمایا جو کہ مجموعۂ نادرہ کے نام سے قراءت اکیڈمی نے شائع کیا۔

مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون کے طلباء کے لئے ۱۳۱۹ھ میں حضرت تھانوی نے ایک منظوم رسالہ یادگار حق القرآن مرتب فرمایا۔ ۱۶۳/اَشعار پر مشتمل اس رسالہ میں تجوید کے مختصر قواعد بیان فرمائے ہیں اس رسالہ پر بھی قاری محبّ الدین صاحب الہٰ آبادی رحمہ اللہ کا مختصر حاشیہ موجود ہے۔ بعدازاں حضرت قاری اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ نے ایک مفصل حاشیہ اس رسالہ پر مرتب فرمایا ہے۔

قراءاتِ سبعہ کی تعلیم مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں قاری عبداللہ مکی الہٰ آبادی سے حاصل کی جو کہ شیخ ابراہیم سعد مصری کے تلمیذ ہیں اور انہوں نے شیخ حسن بدیر الجریسی سے قراءت کی تکمیل کی ہے اور الجریسی امام القراءات الشیخ احمد محمود المتولی کے ممتاز تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔ مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے قراءاتِ سبعہ کے تعلیم وتعلم کو آسان بنانے کے لیے ایک نہایت جامع مختصر رسالہ تنشیط الطبع فی إجراء السبع مرتب فرمایا۔ اس رسالہ میں قراءاتِ سبعہ کے بارے میں سادہ اور آسان انداز میں نہایت قیمتی معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ زمانہ قدیم میں اجراءِ قراءات کے لیے کوئی آسان رسالہ اُردو میں موجود نہ تھا۔ طلباء قراءات کو جمع الجمع میں اجراء کے لیے بہت مشکل پیش آتی تھی۔ حکیم الامت نے طلباء کی آسانی کے لیے جمع الجمع میں قراءِ سبعہ کی تمام وجوہ قراءات کو ترتیب سے لکھ دیا ہے۔ سب سے پہلے امام قالون کی پہلی وجہ لکھتے ہیں اس میں آنے والے اِختلاف کی نشاندہی کلمہ قرآنی کے اوپر کرتے ہیں اور کلمہ قرآنی کے نیچے ان قراء کا ذکر کرتے ہیں جن کا اختلاف ہوتا ہے۔ آخری خانہ میں ان قراء کا ذکر فرماتے ہیں جو اس وجہ سے موافق ہوتے ہیں۔

اِس طرح حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی ابتدائی ۴۶ آیات کی تمام وجوہ مرتب فرمائیں۔ اس کتاب پر حضرت استاذی قاری اظہار احمد صاحب تھانوی رحمہ اللہ نے ایک مفصل حاشیہ تحریر فرمایا اور مزید بہت سے فوائد کو شامل فرما دیا بعدازاں عزیز القدر قاری نجم الصبیح تھانوی نے اس ترتیب پر پوری سورۂ بقرہ مکمل کردی اس رسالہ کی وجہ سے طلباءِ قراءات کو اجراءِ قراءات میں بہت سہولت ہوگئی۔ حکیم الامت رحمہ اللہ نے اس رسالہ کو سات

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصول، خطبہ وتمہید، تتمہ کے ساتھ مکمل کیا۔

اِجراءِ قراءات میں امام ورش رحمہ اللہ کے لیے جب مدبدل اور مدلین جمع ہوجائیں تو کئی وجوہ بن جاتی ہیں۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ان وجوہ ورش کا مکمل نقشہ کتاب میں شامل کیا ہے اور حاشیہ میں قاری اظہار احمد صاحب تھانوی رحمہ اللہ نے ان نقشوں کے ذریعہ تمام وجوہ جائز وغیر جائز کو واضح کردیا ہے۔ ایک اور مستقل رسالہ وجوہ المثانی مع توجیہ الکلمات والمعانی کے نام سے مرتب فرمایا جسے بعد میں اپنی کتاب تفسیر بیان القرآن کے ساتھ شامل کردیا۔ یہ رسالہ عربی میں ہے اور اس کے بارے میں خود حکیم الامت فرماتے ہیں۔ میرے دل میں یہ خیال آیا کہ میں ایسا مختصر رسالہ لکھوں جو سبعہ قراءاتِ متواترہ کے لیے کافی ہو۔ اس کے معنی اور اعراب ہوں۔ کیونکہ ہندوستان میں کتب اس فن سے خالی ہیں۔ میں اللہ پر توکل کرکے وجوہات کا ذکر کروں گا اور قراءات کی ان توجیہات کا بھی ذکر کروں گا جو ان کے پیشِ نظر تھیں نیز صرف ونحو اور تفسیر کی توجیہات بھی ذکر کروں گا۔

اس رسالہ کا مآخذ تفسیر روح المعاني اور كتاب المكرر في القراءات ہیں۔ اِس رسالہ میں حکیم الامت نے نہایت اِختصار کے ساتھ قراءات کی توجیہ بیان فرمائی ہیں۔ اس رسالہ کو دیکھ کر مولانا کی اس فن سے گہری دلچسپی اور فن قراءات پر مہارت تامہ کا اِحساس ہوتا ہے۔

علوم القرآن پر حکیم الامت کی دیگر بہت سی تصانیف ہیں مثلاً سبق الغايات فی نسق الآيات، أدب القرآن الكريم، رفع الخلاف في حكم الأوقاف اور بھی بہت سے رسائل ہیں جن کی تفصیل کے لیے حکیم الامت کی تصانیف کی فہرست دیکھی جاسکتی ہے۔

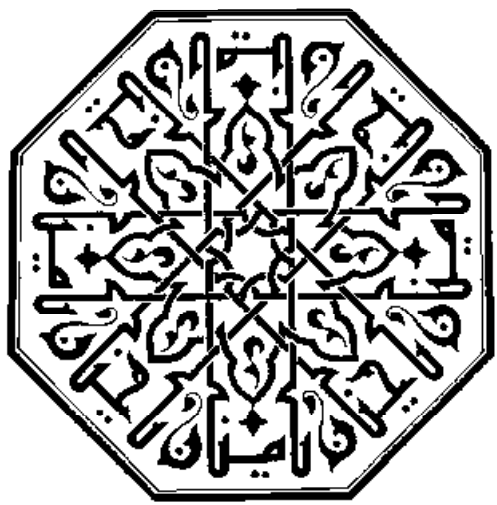

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاری فہداللہ مراد☆

جمع کتابی سے متعلق چند توضیحات

'جمع کتابی' ک حوالے سے رُشد قراءات نمبر اول میں محترم قاری فہداللہ مراد کا ایک مضمون شائع ہوا تھا، جس بنیاد پر ملک کے مختلف منحرف حلقوں میں شدید اضطراب کی ایک لہر چل پڑی۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ فتنہ پرداز قراء ت نمبر اول دوم میں علوم القراءات کے متعلق پیش کردہ تحقیقی مقالات کے حوالے سے علمی بحث ومباحثہ کے میدان میں اترتے لیکن انہوں نے اس کے بجائے منفی ہتھکنڈوں کا استعمال کرتے ہوئے عوامی حلقوں میں سوچی سمجھی سکیم کے تحت ایک غلط بحث کو یوں جنم دیا کہ رشد قراءات نمبر اول میں شائع شدہ محولہ بالا مضمون کو بنیاد بنا کر ایک طوفانِ بدتمیزی کھڑا کر دیا اور مضمون ۶۷۸ پر ادارہ کے حوالے سے موجود ایک 'خبر' کو توڑ مروڑ کر یوں پیش کیا کہ بعض مصلحین بھی ایک نئی بحث کا شکار ہو گئے۔

مجلّات کی دنیا میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ کسی رسالے میں شائع شدہ کوئی مضمون کبھی بھی ادارہ کا مکمل نمائندہ موقف نہیں ہوتا، یہی وجہ ہے کہ اندرونی ٹائٹل پر ہی اس بات کی وضاحت 'رشد' نے خود بھی کی ہوئی ہے کہ ادارہ کا مضمون نگار حضرات سے کلی اتفاق ضروری نہیں۔ اس کے باوجود منکرین حدیث نے ایک ایسی بات، جس کی نہ تو ادارہ نے کلی ذمہ داری قبول کی اور نہ ہی صاحب مضمون نے اسے بیان کیا تھا، نکال کر علم قراءات کے فروغ کے لئے کام کرنے والے اداروں کے سرپرست حضرات سے غلط سلط انداز میں اپنے مطلب کے فتوے حاصل کیئے۔ ہمارا احساس اس سلسلے میں یہ ہے کہ معزز مفتیان اپنی علمی دانش وآگاہی کی بناء پر بخوبی اس بات کو سمجھتے ہیں کہ قراءات عشرہ کے قرآن ہونے کا مسئلہ اپنی جگہ اٹل ہے، البتہ امور شرعی کے نفوذ کے سلسلہ میں اللہ تعالی کی دی ہوئی بصیرت وحکمت سے کا استعمال چونکہ مطلوب شرعی ہے چنانچہ قرآن مجید کی حفاظت کے سلسلے میں اللہ تعالی کئے گئے ہر کام میں اصول مصلحت وسد ذرائع کا لحاظ رکھنا انتہائی ضروری ہے۔ ہم قراءات نمبر کی ان خصوصی اشاعتوں کے اختتام پر ضروری سمجھتے ہیں کہ مختلف قراءات میں قرآنی نسخوں کی اشاعت کے مسئلہ کے حوالے سے پیدا شدہ اس علمی بحث میں اپنا نقطہ نظر بھی مؤقر اہل علم ومفتیان کے سامنے رکھ دیں تا کہ مسئلہ کے بارے میں موجود آراء میں اس پہلو کو بھی ملحوظ رکھا جائے اور افراط وتفریط سے ہٹ کر ایک معتدل رائے قومی سطح پر اختیار کی جائے۔

جناب قاری فہداللہ کی زیر نظر تحریر اس اعتبار سے اہمیت کی حامل ہے کہ موصوف نے اپنے مضمون پر اٹھنے والے بعض اعتراضات کی توضیح بھی خود کر دی ہے جبکہ فتنہ پردازوں کی طرف سے اٹھائی جانے والی نئی بحث کے حوالے سے معتدل نقطہ نظر قارئین رشد کے سامنے رکھ دیا ہے۔ [ادارہ]

☆ فاضل کلیۃ القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ ورکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

'رشد قراءات نمبر ایک' میں راقم نے ایک مضمون 'حفاظت قرآن کریم کے قدیم و جدید ذرائع' کے عنوان سے تحریر کیا تھا جس میں صدر اوّل سے لے کر آج تک قرآن کریم کی حفاظت کے پہلو سے جو کام سرانجام پائے ہیں، ان کا اجمالی تذکرہ کیا تھا اور ساتھ ساتھ اس وقت دنیا میں ہماری اطلاعات کے مطابق خدمت قرآن کے مبارک سلسلہ میں جو کام ہو رہے ہیں ان کا تعارف کروایا تھا۔ جس پر پاکستان میں موجود غلام احمد پرویز کی روحانی اولاد نے ایک فتنہ کھڑا کرنے کی کوشش کی۔ اس سلسلہ میں انہوں نے علمائے اہل السنّت کی طرف رجوع کیا اور مضمون میں موجود بعض سطور کو غلط رنگ دے کر علماء عظام سے اس کی بابت فتویٰ طلب کیا۔ ابھی تک مختلف ذرائع ہمیں تین فتاویٰ جات موصول ہوئے ہیں۔ جن میں سے ایک فتویٰ دارالعلوم کراچی سے حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی ﷾ کا ہے، ایک جامعہ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی سے مولانا مفتی محمد شعیب عالم ﷾ کا ہے جبکہ تیسرا فتویٰ 'مفتی' طاہر مکی، صدر قرآنی مرکز کراچی کا ہے۔ پہلے دو فتاوی جات میں تو مسئلہ ہذا کے بارے میں علمی و تحقیقی انداز اپنایا گیا ہے لیکن تیسرے فتوی میں شرعی ذمہ داری ادا کرنے کی بجائے شوق فتویٰ نویسی کا پہلو زیادہ جھلکتا ہے۔

پہلے دو فتاویٰ جات کے بارے میں گزراشات

پہلے دونوں فتاویٰ میں جہاں بڑی شدت کے ساتھ قراءات عشرہ متواترہ کی حجیت کی بحث کی گئی ہے اور واضح کیا گیا ہے کہ ان کے منزل من اللہ اور قرآن ہونے پر پوری امت کا اجماع ہے، ان کو قبول کرنا واجب اور ان پر اعتماد لازم ہے اور ان کا مخالف گمراہ اور سبیل المؤمنین سے ہٹا ہوا ہے۔ وہاں ان میں یہ بات بھی یکساں ہے کہ پاکستان میں روایت حفص کے علاوہ دیگر متواتر روایات میں مصاحف چھاپنا خلاف مصلحت ہے لہٰذا اس سے گریز کرنا چاہیے۔

اوّلاً: اس مرحلہ پر ہم بھی اپنے مؤقر علماء کرام کے ہمنوا ہیں کیونکہ پاکستان کا تو کوئی ادارہ یہ کام نہیں کر رہا لیکن جو ادارے یہ کام کر رہے ہیں ان کی خدمت میں بھی ہم نے عرض کیا ہے کہ اس کام کو عوامی سطح پر قطعاً نہ لایا جائے اور اگر عوامی سطح پر لانا چاہتے بھی ہوں تو اس قدر عوام میں شعور و آگہی پیدا کرنا ضروری ہے تاکہ کسی بھی ادنیٰ سے ادنیٰ فتنے کا اندیشہ ختم ہو جائے۔

ثانیاً: اس کے ساتھ ساتھ ہم مسئلہ کی حقیقی نوعیت بھی واضح کرنا ضروری سمجھتے ہیں وہ یہ کہ مذکورہ مصلحت جس کا تذکرہ کیا جا رہا ہے کہ عوام میں انکارِ قرآن کا دروازہ نہ کھل جائے یا یہ چیز تحریف قرآن کے سلسلہ میں اہل ضلالت کیلئے مہمیز کا کام نہ دے تو اس بارے میں عرض ہے کہ کیا یہ حکم پورے عالم اسلام کیلئے ہے یا صرف پاکستان کیلئے؟ اگر عالم اسلام کے لیے ہے تو پھر یہ مصلحت کب کی ختم چکی کہ سعودی عرب کا قرآن کریم کی طابعت سرکاری ادارہ 'مجمع ملک فہد' تو کب سے چار متداولہ روایات کے قرآن کریم کروڑوں کی تعداد میں مسلسل طبع کر رہا ہے تو سب سے پہلے تو ان کو متنہ کرنے کی ضرورت ہے۔ نیز دار القراءات البانیہ (اردن) بھی اس سلسلہ میں کام کر رہا ہے اور اس نے ان چار کے علاوہ دیگر دو غیر متداولہ روایات میں بھی مصاحف شائع کر دیئے ہیں اور ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے اور وہ یہ سارا کام لجنة مراجعة المصاحف مصر کی زیرِ نگرانی ہو رہا ہے۔ باقی اگر یہ خاص پاکستان کے ماحول کا مسئلہ ہے تو تب بھی مسئلہ کی دو نوعیتیں ہیں:

① کیا مصلحف اس بات کی متقاضی ہے کہ اس کام کو مطلقاً ختم کر دیا جائے اور تا قیامت اس خطہ میں اس کی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اشاعت وترویج پر پابندی عائد کردی جائے؟ یعنی کیا مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کام کو مکمل طور پر ہمیشہ کے لیے دبا دیا جائے؟

② یا پھر مصلحت کا معنی یہ ہے کہ اس کام میں شرعی کو قدغن نہیں بلکہ یہ ایک مطلوب شرعی ہے کہ اس کی اشاعت و ترویج کی جائے۔ صرف وقتی طور پر ایسا کرنا کئی قسم کے اِشکالات کو جنم دیتا ہے، اس لیے پہلے ماحول سازگار کیا جائے پھر اس کی اشاعت ہو

ہماری نظر میں اگر مصلحت کا تعلق مذکورہ بالا دوسری قسم سے ہے تو یہ بات صحیح اور درست ہے اور قرین قیاس ہے کہ پہلے ماحول بنایا جائے بعد میں کوئی ایسا کام کیا جائے اور اسی مصلحت کے پیش نظر ہم نے اپنے مضمون میں یہ تجویز دی تھی کہ اگر یہ کام کر بھی لیا جائے تو عملی سطح پر صرف لائبریروں کی حد تک محدود ہونا چاہئے۔ باقی اگر ہمارے محترم اس سے ایسی مصلحت مراد لیتے ہیں جو ہم نے نمبر ا میں ذکر کی ہے تو__ معذرت کے ساتھ__ ہمارا ان سے متفق ہونا مشکل ہے کیونکہ یہ نقطہ نظر صریح شرعی نصوص اور نظریہ سلف سے متصادم ہے۔ کیونکہ قراءات کے مسئلہ میں اختلاف کوئی پہلی بار پیدا ہونے کا اندیشہ نہیں ہوا بلکہ نزول قرآن کے دور میں اور آپ ﷺ کی موجودگی میں بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کے مابین قراءات کے سلسلہ میں اختلاف ہوا ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ کا قصہ موجود ہے تو اس موقع پر آپ ﷺ نے اختلاف کو ختم کرنے کی غرض سے کسی ایک کو یہ حکم نہیں دیا کہ آئندہ تم میں سے کوئی ایک اپنی قراءات ترک کردے بلکہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«إقرء يا هشام فقرأ هذا القراء ة التى سمعته يقرء ها قال رسول اللهﷺ هكذا انزلت ثم قال رسول اللهﷺ إن هذا القرآن انزل على سبعة أحرف» [صحیح بخاری:۲۴۱۹:۵۰۴۱]

یہاں پر اللہ کے رسول ﷺ نے دونوں صحابہ کو سنا اور پھر ہر ایک قرآن کریم کا درجہ اور ساتھ یہ کہا کہ قرآن سبعہ احرف پر نازل ہوا ہے۔

حتیٰ کہ بعض دفعہ صحابہ آپ ﷺ کی تصریح کے باوجود شک وشبہ کا شکار ہوگئے تو تب بھی آپ ﷺ نے مصلحت کی بنیاد پر اسے ختم نہیں فرمایا بلکہ صحابہ کو سمجھایا اور علمی وروحانی دونوں طریقوں سے ان کا علاج فرمایا۔

چنانچہ صحیح مسلم میں ہے، سیدنا اُبی بن کعب نے ایک شخص کو مسجد میں اپنے سے مختلف قرآن پڑھتے ہوئے سنا۔ پھر دوسرا شخص آیا اُس نے پہلے شخص سے بھی مختلف قراءات کی۔ نماز سے فراغت کے بعد تینوں صحابہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو سیدنا اُبی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا:

«إن هذا قرأ قراء ة أنكرتها عليه و دخل آخر و دخل آخر فقرأ سوى قراء ة صاحبه فأمرهما رسول اللهﷺ فقرء ا فحسن النبيﷺ شانهما فسقط فى نفسى التكذيب ولا اذ كنت فى الجاهلية فلما رأى رسول اللهﷺ ما قد غشينى ضرب فى صدرى ففضت عرقاً وكانما أنظر إلى الله فرقاً فقال لى يا أبى أرسل إلى أن يقرأ القرآن على حرف.....» [صحیح مسلم:۸۲۰]

مذکورہ بالا روایت میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے مابین اختلاف قراءت ہوا تو آپ ﷺ نے اُسے اپنے عمل سے قرآن کا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درجہ عطا فرمایا۔ جس سے اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ اس قدر شبہات میں گھر گئے کہ انہیں ایسا کبھی جاہلیت میں بھی نہیں ہوا تھا تو آپ ﷺ نے ان کے سینے پر ہاتھ مار کر ان کا روحانی علاج کیا اور اللہ نے ان کی شرح صدر فرما دی۔

آپ یہاں غور فرمائیں کہ تکذیب قرآن کے اندیشے کے باوجود وصف بھی آپ ﷺ نے کسی ایسے مصلحت کا سہارا نہیں لیا بلکہ آپ ﷺ نے اسی کو ہی عظیم مصلحت سمجھا کہ قراءت قرآن کی اشاعت وترویج ہونی چاہئے۔ بلکہ ایک موقع پر تو اللہ کے رسول ﷺ صحابہ کے ایسے طرز عمل سے سخت ناراض بھی ہوئے۔

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ایک شخص کو ایک آیت پڑھتے ہوئے سنا جو میری قراءت کے خلاف تھی۔ میں نے اُسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے آیا اور آپ کو خبر دی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کی ناگواری کو محسوس کیا، آپ نے فرمایا:

«كلاكما محسن، ولا تختلفوا فإن من كان قبلكم إختلفوا فيه فأهلكم» [صحيح بخاری:۳۴۶۲]

کہ یہ سنتے ہیں اللہ کے رسول ﷺ کے چہرہ متغیر ہوگیا کہ تم قرآن میں اختلاف کرتے ہوئے حالانکہ دونوں درست ہیں اور ساتھ فرمایا پہلی امتوں کی ہلاکت کا سبب بھی یہ چیز بنی۔

ایک روایت میں ہے کہ جب آپ ﷺ کے پاس یہ معاملہ پیش کیا گیا تو« وغضب حتى عرف الغضب في وجهه» کہ رسول اللہ ﷺ اس قدر غضبناک ہوگئے کہ غصہ آپ کے چہرہ انور سے آشکار ہورہا تھا۔

تو یہاں آپ ﷺ کے غضبناک ہونے کا سبب یہ ہے کہ قراءت قرآنیہ کے بارے میں تمہارا اختلاف ہورہا ہے حالانکہ یہ سب کا سب قرآن ہے جب آپ ﷺ کے سامنے اختلاف ہوا اور آپ نے اس کا حل کسی مصلحت کی بناء پر یہ قرار نہیں دیا کہ اس اختلاف کو ختم کردیا جائے بلکہ آپ نے اُس اختلاف قرآن کریم کا درجہ دیا اور اُمت میں اس کو جاری وساری فرمایا۔ لہٰذا مصلحت عوام یہ قطعاً نہیں ہے کہ ان کو قراءات قرآنیہ کے علم سے دور رکھا جائے بلکہ مصلحت اس بات میں ہے کہ انہیں قرآن کریم کی تعلیم دی جائے اور قراءات قرآنیہ سے آگاہ کیا جائے تاکہ انہی بھی علوم قرآنیہ کے شناور بننے کی جستجو پیدا ہو۔

✳ مذکورہ بالا اَحادیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ شرعی مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ قراءات کی زیادہ سے زیادہ ترویج و اشاعت کی جائے۔ مزید ہم یہ چاہتے ہیں کہ جس مصلحت کی بنیاد پر یہ ساری بحث اٹھائی گئی ہے اس کی حقیقت کو بیان کردیا جائے۔

اصولیین کی اصطلاح میں مصالح کی تین اقسام ہیں:

① مصالح معتبرہ (یعنی شرعی مصلحتیں)

② مصالح مطعی (جن کا شرع نے اعتبار نہیں کیا)

③ مصالح مرسلہ (مصالح مرسلہ سے مراد وہ مصالح ہیں جو فقہی ہوتی ہیں اور یہ مصالح فقہی مسائل کی طرح جزوی اور وقتی ہوتی ہیں جبکہ مصالح معتبرہ شرعی مصالح وہ شریعت کی طرح دائمی ہوتی ہیں۔

ہماری رائے میں غلطی یہاں ہوتی ہے کہ بعض مواقع پر شرعی مصلحتوں کو، جو دائمی ہوتے ہیں، بھی مصالح مرسلہ کی طرح وقتی خیال کرلیا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے بعض حضرات نے کہا ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے مصلحت کی بنیاد پر قرائات کے اختلاف کو ختم کردیا تھا اور صرف ایک قراءت پر اُمت کو جمع کردیا تھا۔ حالانکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تو کیا جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے جاری کردہ کسی بھی قراءات کو ختم نہیں کرسکتے۔ اسی لیے ابن حزم رحمہ اللہ نے یہ کہا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ انہوں نے قراءات کو ختم کر دیا تھا تو ایسا شخص ان کے خروج عن الملۃ کا قائل ہے۔

لہٰذا وہ مصلحت شرعی کہ جس کی بنیاد پر اللہ کے رسول ﷺ نے قراءات کو اُمت میں رائج کرنے کی تعلیم دی ہے اور صحابہ کے اختلافات کو بطور قرآن ثابت رکھا ہے وہ اس بات کی متقاضی ہے کہ آج قراءات قرآنیہ کو مروج کیا جائے نہ کہ انہیں مصلحت کے نام پر ختم کر دیا جاوے جو حقیقتاً مصالح شرعیہ کے منافی ہے اور یہ مصلحت شرعی یعنی قراءات کو باقی رکھنا دائمی اور ابدی ہے۔ اس کے پھیلانے کے طریقہ کار کو سوچنا چاہئے نہ کہ ختم کرنے کے۔ ☆

✳ اگر کئی دہائیاں پہلے محافل قراءات وغیرہ کے سلسلے میں بھی یہی مصلحتیں پیش نظر رہتیں تو آج ان محافل کا

رشد قراءات نمبر دوم میں زیر عنوان 'تعارف علم القراءات'.....سوالات وجوابات' از حافظ حمزہ مدنی کے مضمون سے مصلحت کے متعلق موجود ایک سوال اور اس کے جواب کو ذیل میں افادۂ قارئین کی غرض سے من وعن پیش کیا جاتا ہے۔ سوال: بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قراءات کی اجازت اوّلاً تھی، بعد میں منسوخ یا موقوف کر دی گئی؟ آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟

جواب: بعض منکرین قراءات، جو کہ ابتدائی دور کے لحاظ سے متنوع قراءات کو تسلیم کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ ابتدائے اسلام میں قرآن کریم کو مختلف اندازوں میں پڑھنے کی اجازت دی گئی تھی، لیکن بعد ازاں اس رخصت کو منسوخ کر دیا گیا، کیونکہ جس غرض سے ان قراءات کو پڑھنے کی اجازت دی گئی تھی وہ غرض پوری ہو چکی تھی، چنانچہ ان قراءات کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے صحابہ کی رائے کے ساتھ منسوخ یا موقوف کر دیا۔ اس نقطہ نظر کے حاملین کے ہاں بنیادی طور پر یہ ذہنیت پائی جاتی ہے کہ شریعت کے وہ احکام، جو مصالح ومقاصد کے پیش نظر دیے گئے ہیں وہ وقتی ہوتے ہیں، جنہیں مقاصد کے حصول کے بعد منسوخ یا موقوف کیا جا سکتا ہے۔ ان لوگوں کے ہاں عام طور احادیث میں مذکور احکامات اسی قبیل سے ہیں۔

اس بات کی وضاحت یہ ہے کہ بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ شرع میں ذکر کردہ مصالح سے متعلق احکام صرف نبی کریم ﷺ کے زمانہ کی رعائت اور حالات کے اعتبار سے مشروع کیے گئے تھے، چنانچہ اُس دور کے حالات سے منسلک احکامات بنیادی طور پر شریعت سے خارج ہوتے ہیں۔ شریعت میں مذکور مصالح، جنہیں اصطلاح اصولیین میں 'مصالح معتبرۃ' کہتے ہیں، سے متعلق احکام کے بارے میں ان لوگوں کے ذہن کی بنیادی غلطی یہ ہے کہ یہ ان شرعی مصالح کو فقہی واجتہادی مصالح، جنہیں اُصولیوں کی اصطلاح میں 'مصالح مرسلۃ' کہتے ہیں، کی طرح سمجھتے ہیں، حالانکہ اہل سنت کے ہاں شرعی مصلحت دائمی وابدی، جبکہ فقہی مصلحت وقتی وعارضی ہوتی ہے۔

علمائے اصول کے ہاں 'مصالح مرسلۃ' کی نوعیت یہ ہوتی ہے کہ تمدن کی تبدیلی سے پیدہ شدہ نئے حالات میں فقہاء کرام بسا اوقات شریعت کی کسی نص کے انطباق میں شرعی مقاصد (شریعت کی بیان کردہ عمومی مصالح) کا لحاظ رکھتے ہوئے معاملہ کی نوعیت اور مسئلہ کے ہمہ گیر پہلوؤں کی رعائت میں شریعت میں موجود اس واقعہ سے ملتے جلتے واقعات (نظائر) کے بارے میں وارد شرعی نصوص پر قیاس کر کے اجتہاد واستنباط سے کچھ حدود وقیود کا اضافہ یا کمی کر دیتے ہیں۔ تمدن کے نئے تقاضوں سے جو انسانی ضروریات سامنے آتی ہیں، مجتہد کے لیے شرعی مقاصد اور تعلیمات دین کی روشنی میں ان کی رعائت کرنا شارع کا مطلوب ہے، جسے 'اجتہاد' کے مبارک عمل سے پورا کیا جاتا ہے۔ فقہاء کے استنباطات واجتہادی آراء کا شرعی نصوص واحکام سے بنیادی ترین فرق یہ ہے کہ ہمارے نبی ﷺ چونکہ خاتم النبیین ہیں، اسی لیے آپ کی لائی ہوئی شریعت بھی ابدی ہے، جسے منسوخ یا موقوف کر کے اب نئی شریعت قیامت تک نہیں لائی جا سکتی، برابر ہے کہ وہ کسی نئے حکم کے وجود میں لانے کی صورت میں ہو یا شریعت میں پہلے سے موجود کسی حکم کو ختم کرنے کے کی شکل میں، لہٰذا شریعت میں مذکور مصالح ورخصتیں بھی روز اول سے دائمی حیثیت ہی رکھتی ہیں، جبکہ فقہاء کے ذکر کردہ مصالح کی حیثیت بہرحال یہ نہیں ہے۔

الغرض اجتہاد کے بنیادی مفہوم میں یہ بات شامل ہے کہ یہ شرع کے اندر ہوتا ہے، باہر نہیں اور یہ شرع کے نسخ کا نام نہیں، بلکہ اس کا کام نئے تمدنی تقاضوں کے لیے شریعت کی توضیح وتشریح کرنا ہے، چنانچہ شرع میں جن مقاصد اور جزوی یا کلی مصالح کو سامنے رکھ کر شرعی احکام دیے گئے ہیں، اب قیامت تک آنے والے انسانوں کے مصالح کا ایک خلاصہ سامنے رکھتے ہوئے ان شرعی احکام کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ابدی ہدایت پیش کر دی ہے، جس میں قیامت تک تمام زمانوں اور لوگوں کی جمیع ضروریات اور طبعی تمدنی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انعقاد اور قراءات متواترہ کے متعلق عوام میں جو ایک شعور پیدا ہو چکا ہے کبھی نہ ہوتا، ہمارے اَسلاف رحمہم اللہ کی ساری نقاضوں کا لحاظ کرلیا گیا ہے۔ یہ کہنا کہ اللہ علیم وخبیر نے جن مقاصد ومصالح کی رعائت کرکے اپنے علم وحکمت کی روشنی میں جو احکامات پیش کردیئے ہیں، بعد کے زمانوں کے بعض مصالح کی ان میں رعائت نہیں کی گئی انتہائی خطرناک بات ہے۔ اس تناظر میں ہمارا کام بس یہی ہے کہ ہم اپنے مخصوص علاقائی اور وقتی تقاضوں کی رعائت میں شرع کی روشنی میں اپنے مسائل کا حل تلاش کریں۔ اس صورت میں جو فقہی واستنباطی راہنمائی سامنے آئی گی وہ بھی علاقائی اور وقتی ہی ہوگی، اسے ابدی اور کلی قرار دینا انتہائی غلط ہوگا۔ عالمگیریت اور ابدیت صرف شرعی احکامات کا خاصہ ہے، فقہی واجتہادی احکام کی یہ صفت نہیں ہے۔

اسی لیے علمائے اصول کے ہاں شرعی مصلحت کو 'حکمت' کہا جاتا ہے، جو رب حکیم کی صفتِ علیم وخبیر کی روشن مثال ہوتی ہے، جبکہ انسانی مصلحت کو 'حکمت' کے بجائے 'اجتہادی مصلحت' کی متوازی اصطلاح سے بیان کیا جاتا ہے۔ شریعت کی اسی عالمگیریت اور جامعیت کو واضح کرنے کے لیے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے معارج الوصول فی معارج أنَّ أصولَ الدِّین وفروعَه قد بیَّنه الرّسول ﷺ کے نام سے ایک کتاب بھی لکھی ہے، جس کا مطالعہ اس ضمن میں انتہائی مفید ہوگا۔

مذکورہ تمہیدی باتوں کے بعد اب ہم آتے ہیں سوال کے جواب کی طرف تو میں واضح کرنا چاہوں گا کہ منکرین قراءات، جن کی اپنی دینی بنیادیں مضبوط نہیں، انہوں نے فقہی مصلحت کے انداز پر قراءات کی توجیہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ پر جو قرآن نازل ہوا تھا، وہ تو بنیادی طور پر ایک ہی وجہ یا ایک ہی لہجہ کے ساتھ نازل ہوا تھا لیکن محمد ﷺ نے متاخرین فقہاء کی طرح قرآن مجید کے اندر لوگوں کی مشکلات یا مصلحت وحکمت کی پیش نظر کچھ چیزوں کی گنجائش اپنی طرف سے دے دی تھی۔ ہمارے نقطہ نظر کے مطابق یہ بات اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اگر یہ معاملہ ایسے بھی ہو، جیسے ذکر کیا جارہا ہے تو محمد رسول اللہ ﷺ اگر کوئی بات قرآن یا سنت میں اپنے اجتہاد کی پیش نظر کہیں تو اہل سنت والجماعۃ کے عقیدے کے مطابق چونکہ اس کے اوپر وحی کی نگرانی ہوتی ہے، چنانچہ وہ چیز نتیجتاً وحی بن جاتی ہے، جیسے کہ کنّا نعزِل والقرآن ینزل [صحیح مسلم ۱۴۴۹] کی مثال ہے۔ اب صحابہ رضی اللہ عنہم اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے تو عزل نہیں کیا کرتے تھے، لیکن زمانہ نزول وحی میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا عزل کرنا اور قرآن مجید کا نازل ہونا اور اللہ کے رسول ﷺ کا اس پر خاموش رہنا یہ خود ایک تقریری حدیث کی بنیاد ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس نوع کو اپنی جامع صحیح کے کتاب الاعتصام میں باقاعدہ ایک باب قائم کرکے واضح کیا ہے۔

اس بات کو ایک اور انداز سے یوں بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خاموشی سے شرعی حکم کے قرار (تقریر) پاجانے کی اصل توجیہہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کے سکوت کا معنی یہ بنتا ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے اُس بات پر سکوت فرمایا ہے، جس پر آپ خاموش رہے ہیں، گویا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بات کی تصدیق ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرماتے ہیں، جیسا کہ روایات میں موجود ہے کہ بسا اوقات محمد ﷺ نے اجتہاد فرمایا، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے اجتہاد کے حوالے سے جو کمزوری کا پہلو تھا اسے بیان فرمادیا، تو اگر اللہ تعالیٰ کمزوری کو بیان فرمادیں تو ایسی صورت میں وہ چیز شریعت نہیں بنتی، لیکن اگر واضح نہ فرمائیں تو ایسی صورت میں اللہ کے رسول ﷺ کی خاموشی سے وہ شے شریعت قرار پاجاتی ہے، جسے اصطلاحاً تقریر کہا جاتا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ کا کسی چیز پر خاموش رہ جانے سے جو شے ٹھیک قرار پاتی ہے اسے اِصطلاحاً 'استصواب' کہا جاتا ہے۔

اس حوالے سے اُصولیوں کا ایک قاعدہ ہے: "السکوت فی مَعْرِضِ البَیَانِ بیانٌ"

"جب کسی جگہ بیان کی ضرورت ہو اور بیان کرنے والا ضرورتِ بیان ہونے کے باوجود بیان نہ کرے تو عدم بیان اس چیز کے شرعی جواز کی دلیل ہوتا ہے۔"

چنانچہ جن لوگوں کے ذہن میں یہ اشکال موجود ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے قراءاتِ قرآنیہ کو وحی کے بجائے اپنے اجتہاد سے جائز کردیا تھا، اگر یہ بات بھی کی جائے تو بھی آپ ﷺ کی اجازت نتیجتاً وحی بن جاتی ہے۔ البتہ امر واقعہ اس کے بالکل خلاف ہے۔ روایات ہمیں یہ بتاتی ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے قراءات کے اختلاف کو اپنے اجتہاد سے پیش نہیں فرمایا، بلکہ باقاعدہ اللہ تعالیٰ سے ان کے نزول کا تقاضا دعائیں کرکر کیفرمایا تھا، جیسا کہ جبریل اور میکائیل علیہما السلام کے حوالے سے صحیح روایات میں موجود ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس بنی غفار کے تالاب کے پاس دونوں تشریف لائے تھے اور اللہ کے رسول ﷺ بار بار تقاضا کرکے اللہ تعالیٰ سے اختلاف قراءات کو طلب فرماتے رہے، میکائیل مزید تقاضے کا مشورہ دیتے جاتے اور جبریل اللہ تعالیٰ کی طرف سے حروف لے کر آتے جاتے =

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محنتیں عبث قرار پاتیں، آج تجوید وقراءات کے ہزاروں مدارس وکلیات اس مملکت خداداد میں موجود نہ ہوتے اور ادارہ رشد کا قراءات قرآنیہ کے سلسلہ میں قراءات نمبرز کی اشاعت جیسا عظیم کام بھی سامنے نہ آتا۔ کچھ عرصہ پہلے دیگر روایات میں صرف 'تلاوت' ہی ایسا ہی جرم تھا جیسا کہ آج مختلف روایات میں مصاحف کی اشاعت!

حتیٰ کہ ہرطلب پر ایک ایک کر کے سات حرف کا نزول ہوا۔[صحیح ابن حبان:۷۳۴] اسی طرح دیگر تمام وہ روایات، جن میں قراءات کے سلسلہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے باہمی اختلاف کا ذکر ہے، ان میں موجود ہے کہ جب وہ اپنا اختلاف لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش ہوئے تو آپ ہر ایک کی قراءت سننے کے بعد یوں فرمایا: "ھکذا أُنزِلَتْ، ھکذا أنزلت"۔[صحیح البخاري:۵۰۴۱] خصوصا خود حدیث 'سبعة أحرف' کے الفاظ "أنزِلَ القرآنُ على سبعةِ أحرُفٍ" میں غور کیا جائے تو سمجھ آتا ہے کہ پہلی روایت کے مطابق ایک حرف کا آسمان سے آنا، پھر دوسرے حرف کا آسمان سے اترنا اور پھر تیسرے حرف کا آسمان سے نازل ہونا، حتیٰ کہ معاملہ کا سات حروف تک اسی نوعیت پر پہنچ جانا، اسی طرح دوسری قسم کی روایات میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے مابین مختلف اندازوں سے پڑھنے کے بارے میں ہر ایک کے حوالے سے آپ کا یوں تصدیق کرنا: "ھکذا أنزلت، ھکذا أنزلت"[صحیح البخاري:۵۰۴۱] اور حدیث 'حروفِ سبعہ' میں قرآن کا سات حروف کے ہمراہ نازل ہونے کا ذکر ہونا، یہ سب کچھ بتاتا ہے کہ قراءات کا یہ تمام اختلاف بنیادی طور پر آسمانوں سے نیچے اترا ہے، کیونکہ لغت میں نزول کا یہی معنی لکھا ہے کہ شے کا اوپر سے نیچے اترنا۔ ثابت ہوا کہ معاملہ یہ نہیں تھا کہ آپ ﷺ نے اپنے اجتہاد سے ان کو جائز قرار دیا اور اللہ کے تصویب کے ساتھ ان کو شریعت کا مقام ملا۔

الغرض جب یہ مقدمہ متعین ہوگیا تو اس حوالے سے یہ سوال کرنا بنیادی طور پر درست نہیں رہتا کہ قراءات کی اجازت رسول اللہ ﷺ نے اپنے اجتہاد سے دی تھی اور جب یہ مشکل ختم ہوگئی تو پھر اس اجازت کو بعد از اں حضرت عثمان نے صحابہ سمیت یا بالفاظ دیگر امت نے ختم (منسوخ یا موقوف) کر دیا۔ یہ بات اس لیے غلط ہے کہ ان قراءات کی اجازت وحی سے ملی تھی، وحی کا ذریعہ صراحتاً اللہ کی طرف سے نزول کا ہو یا وحی کا تعلق رسول اللہ ﷺ کے اجتہاد اور اس پر اللہ کی تصویب کے قبیل سے ہو، ہر دو صورت میں اس گنجائش کو ختم کرنے کے لیے وحی ہی سے نسخ ثابت کرنا ضروری ہے اور اگر وحی سے اس کا نسخ ثابت نہ کیا جاسکے تو کسی بنیاد پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ جیسے ہمارے ہاں مصالح مرسلہ اور سد الذرائع کی مباحث چلتی ہیں اور حالات کے تحت اگر پیش نظر وقتی وعارضی مشاکل ومصالح ختم ہوجائیں تو ہم ان اجتہادی آراء کو ختم کر دیتے ہیں یا نئے حالات کے مطابق بدل دیتے ہیں، تو دین وشریعت کی مباحث میں بھی اسی طرح کا معاملہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے کیا تھا۔ امام ابن حزم رحمہ اللہ نے الإحکام فی أصول الأحکام اور الفصل فی المِلَل والاھواء والنِّحل میں اس قسم کے عقیدے کو شدید ترین گمراہی قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے قطعا ایسا نہیں کیا، بلکہ اگر وہ یوں کرتے تو اس عمل سے ملت اسلامیہ سے خارج ہوجاتے۔[الاحکام:۱/۵۶۵]

اگر اس معاملے کو کسی اصول کے طور پر تسلیم کر لیا جائے تو دین حنیف کے بے شمار وہ احکامات، جو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کی مشاکل کو سامنے رکھتے ہوئے رخصتوں کے ضمن میں پیش کیے ہیں، ان کے بارے میں ملحدین کو یہ کہنے کا موقعہ مل جائے گا کہ جب وہ مشاکل ومصالح ختم ہوجائیں یا حالات کا پس منظر بدل جائے تو دین کے اس قسم کے احکامات کو اجماعی یا انفرادی اجتہاد سے ختم کیا جاسکتا ہے۔ ایسا عقیدہ رکھنا اللہ کے علم وحکمت کے اوپر صریح اعتراض اور رسول اللہ ﷺ کے ختم نبوت کے واضح انکار کے مترادف ہے۔ منکرین حدیث نے اسی مکروفریب سے قرآن میں خصوصا اور حدیثوں میں عموما وارد شدہ بے شمار جزئی احکامات کا اپنے تئیں انکار یا اجتہاد کے نام پر نسخ کر ڈالا ہے، جیسے قتال کا انکار، کتاب وسنت میں وارد شدہ حدود وتعزیرات کا انکار، حجاب کا انکار، اسبال ازار کا جواز، ڈاڑھی کا انکار، تصویر اور بت سازی کا جواز اور دیگر وہ کچھ جس سے پورے دین اسلام کا نقشہ الٹ کر رہ گیا ہے اور ایک نئے سیکولر اور لبرل اسلام کی تصویر سامنے آرہی ہے۔ میں اس ضمن میں قرآن مجید میں وارد شدہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پیش کرنا ہی بیان کے لیے کافی سمجھتا ہوں:

﴿لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا﴾[النساء:۱۶۶]

نوٹ کرنے کی بات یہ ہے کہ کسی شے کو ثابت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کو کسی ذات، تمام جن وانس حتیٰ کہ تمام فرشتوں تک کی حاجت نہیں، چہ جائیکہ ایک شے کو اللہ بطور اپنے حکم کے پیش کر دیں اور سمجھا جائے کہ اللہ کے حکم کو پوری امت مل کر ختم کر سکتی ہے۔ اھ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باقی عوام کے حوالے سے اس حد تک تشویش بھی مناسب نہیں کیونکہ اولاً تو وہ دینی الجھنوں کے لئے علماء سے رجوع کرتے ہیں اور علماء کرام کا قراءات متواتر کے قرآن ہونے پر اجماع ہے۔ ثانیاً عوام میں روایات مختلفہ میں تلاوت آج سے نہیں تقریباً نصف صدی سے جاری ہے۔ قاری عبدالباسط اور قاری عبدالصمد المصری اور قاری محمد صدیق منشاوی رحمہم اللہ کی مختلف روایات میں تلاوت کے کیسٹیں ہر گھر میں موجود ہیں اور آج ان کو دنیا کا بچہ بچہ جانتا ہے۔ انہوں نے بھی متعدد روایات میں تلاوت کی طرح اسی غرض سے ڈالی تھی تاکہ عوامی سطح پر قراءاتِ قرآنیہ کو رواج ملے۔ فجزاهم الله خير الجزاء

✳ باقی رہا یہ مسئلہ کہ کیا پاکستان کی سطح پر قرآن کریم کی مختلف قراءات میں اشاعت کے حوالے سے کچھ کام ہوا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں عرض یہ ہے کہ آج سے تقریباً بیس سال پہلے حضرت قاری رحیم بخش صاحب رحمہ اللہ نے جمیع قراءات قرآنیہ میں الگ پاروں کی شکل میں قراءات کے اختلافات کو جمع کر دیا تھا۔ ہمارا یہ یقین ہے کہ اگر ان کو وسائل میسر ہوتے تو وہ باقاعدہ مصاحف کی شکل میں بھی انہیں شائع فرما دیتے، اس کے علاوہ قراءات اکیڈمی لاہور نے قرآن کریم کے حاشیہ پر جمیع قراءات کو بھی کئی برس قبل شائع کر دیا تھا یہ مصحف اگرچہ شامی مصحف کی فوٹو کاپی ہے لیکن عرض یہ ہے کہ اس کام کو سب سے اس طرز یعنی حاشیہ قرآن پر قراءات کے اختلاف کو سب سے پہلے ہندوستان میں کیا گیا۔ باقی رہی عالم اسلام کی بات تو چار متداول روایات، روایت بزی وقنبل، دار القراءات البانیہ سے قرآنی متن کے طور پر شائع ہو چکی ہیں اور دو مزید غیر متداول روایات ہشام اور ابن ذکوان پر کام جاری ہے۔ علاوہ ازیں دار الصحابہ مصر تمام روایات متواترہ کو قرآن کریم کے حاشیہ پر الگ الگ اور مشترک طور پر دونوں صورتوں میں شائع کر چکا ہے۔

☆ مولانا مفتی شعیب عالم صاحب نے فرمایا ہے کہ اگر قرآن کریم کے رسم وضبط کا خیال رکھے بغیر قرآن کریم کی اشاعت کی جائے تو یہ حرام اور ناجائز ہے اور اگر رسم وضبط کا خیال کر بھی لیا جائے پھر بھی فقہی مصلحت کی بنیاد پر قرآن کریم کی اشاعت نہیں ہونی چاہئے۔

قرآن کریم کی اشاعت بارے میں تو ہم نے صراحتاً ذکر کیا ہے کہ پاکستان کا کوئی دارہ یہ کام نہیں کر رہا، باقی رہا یہ مسئلہ کہ علم الرسم، ضبط اور علم الفواصل کا پورا پورا لحاظ رکھنا ضروری ہے تو اس بارے میں عرض ہے کہ جن محققین نے کویت کے لیے ایک تحقیقی کام کیا ہے اور وہ تمام بحمد للہ قراءات قرآنیہ کے ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ علم الرسم، علم الضبط اور علم الفواصل کے بھی ماہر تھے۔ جہاں تک پاکستانی مصاحف میں علم الرسم، علم الضبط اور علم الفواصل کا جو معیار ہے اگر ہم وہ بیان کر دیں تو آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ ان محققین نے رسم وضبط کا کس حد تک اہتمام کیا ہے! پاکستان میں جس قرآن کریم کو معیار کا درجہ دیا گیا ہے وہ انجمن حمایت اسلام کا شائع کردہ قرآن پاک ہے، جس کے مطابق جمیع مصاحف تیار کئے جاتے ہیں انہی میں ضیاء القرآن پبلیکیشنز کے شائع کردہ قرآن کا جب ہم نے اس حوالے سے تجزیہ کیا تو ایک بارے میں اوسطا رسم کی ۶۰ اور ضبط کی ۲۰۰۰ کے قریب اغلاط موجود تھیں، اس میں اگر علم الفواصل کی اغلاط کو شمار کیا جائے تو یہ تعداد کہیں کی کہیں پہنچ سکتی ہے۔ اور اس کمی کا پاکستان کے جمیع محقق قراء اور اساتذہ کرام کو اعتراف

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ (مزید وضاحت کے لئے رشد قراءات نمبر حصہ اول میں جناب رشید احمد تھانوی کا مضمون 'رسم عثمانی اور پاکستانی مصاحف کی صورت حال'، شمارہ ہذا میں قاری محمد مصطفیٰ راسخ کا مضمون 'پاکستان میں مطبوعہ مصاحف کی حالت زار اور ایک محقق مصحف کی ضرورت' اور پروفیسر احمد یارؒ کی کتاب 'قرآن وسنت چند مباحث کا مطالعہ مفید ہو گا۔)

واضح رہے کہ ان محققین قراءات نے کویت کیلئے جو کام کیا ہے اس میں رسم، ضبط، علم الفواصل اور عد الآی کیلئے اصل مصادر ومراجع کے ساتھ ساتھ 'مجمع ملک فہد' کی طرف سے شائع شدہ مصاحف کو بنیاد بنایا ہے جن کی صحت پر عالم اسلام کے تمام محقق اہل فن کا اتفاق ہے۔

مولانا شعیب حفظہ اللہ سے شکوہ

مولانا شعیب عالم حفظہ اللہ اپنے تفصیل فتویٰ کے آخر میں فرماتے ہیں:

''مذکورہ اَقدام کے اعلان کے ساتھ ہی مسلمانوں کے پرسکون ماحول میں اضطراب پیدا ہو چکا ہے۔ سوالات کی کثرت اس آنے والے طوفان کی خبر دے رہی ہے۔ جب یہ طوفان درودیوار کے ساتھ ٹکرائے گا اس وقت اس کی شدت ہر کس و ناکس جان لے گا۔ کاش ہم اس کی آمد سے قبل بادلوں کے بدلتے ہوئے تیور اور سمندر کی مضطرب موجوں سے اس کا اندازہ لگا سکیں کچھ بعید نہیں کہ یہ کوشش و جسارت آگے چل کر کتاب اللہ کے ابدی وعدے کو غیر مؤثر بنانے کی اسکیم کا حصہ ہو۔''

اس پیراگراف میں جو تاثر دیا گیا ہے اس سے خود مولانا بھی بخوبی آگاہ ہیں اور قارئین بھی اندازہ کر سکتے ہیں۔ جس سے ان کے مخاطبین کو شدید تکلیف ہوئی ہے کہ ہم تو وہ کام کر رہے ہیں جو خود آپ جیسے علماء اور جامعہ العلوم الاسلامیہ جیسے مدارس کا تھا تو آپ نے ہمارے بارے میں بھی مذکورہ جذبات کا اظہار کر دیا ہے ان محولہ سطور میں جو بات زیادہ قابل اعتراض اور قابل توجہ ہیں ہم عرض کئے دیتے ہیں۔

محترم مولانا نے فرمایا کہ اس اَقدام کے اعلان کے ساتھ ہی مسلمانوں کے پرسکون ماحول میں اضطراب پیدا ہو چکا ہے۔ سوالات کی کثرت اس آنے والے طوفان کی خبر دے رہی ہے۔

تو سب سے پہلے تو کسی ایسے اقدام کا اعلان ہوا ہی نہیں ہے اور پھر اس سے مسلمانوں کے پُرسکون ماحول میں قطعاً کوئی اضطراب پیدا نہیں ہوا، جن کے ماحول میں اضطراب پیدا ہوا ہے وہ اس پرویز کی روحانی اولاد ہے جس کی تکفیر خود اہل السنۃ والجماعت کر چکے ہیں۔ یہ بے چینی ان منکرین حدیث وقرآن کو ہوئی ہے جو کہ حدیث کے انکار کی بہت بڑی بنیاد ان روایات کو بھی بناتے ہیں جن میں قراءات قرآنیہ کی تائید موجود ہے تو ان کے بحر مردار میں تلاطم یقینی ہے اگر میرے محترم مولانا کو اس کا اندازہ نہیں ہے تو 'طلوع اسلام' اور 'البلاغ' کے چند سابقہ شمارے اُٹھا کر دیکھ لیں کہ ان کے وجود بیمار میں کس قدر ہیجان کی کیفیت ہے اور آپ کے ہاں سوالات کی کثرت بھی انہی کے چیلے چانٹوں کی طرف سے ہے اور خود مذکورہ سائل ذاکر حسین بھی اسی طبقہ کا فرد ہے جس کی بیمار ذہنی کا اندازہ آپ اس سوالات کے مختلف اسالیب سے کر سکتے ہیں۔

باقی یہ طوفان جن کی درودیوار کو سے ٹکرائے گا وہ آپ اور ہم نہیں ہیں وہ یہ منکرین حدیث ہیں جن کے چیخنے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چلانے کے باوجود اللہ کے اس نور کی تکمیل ہوکر رہے گی۔ ﴿وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ﴾

جناب شیخ! آپ کے ان الفاظ نے ہمارے قرآنی جذبات کو ٹھیس پہنچائی ہے۔آپ نے فرمایا ہے'' کچھ بعید نہیں کہ یہ کوشش و جسارت آگے چل کر کتاب اللہ کے ابدی حفاظت کے وعدے کو غیر مؤثر کرنے کی اسکیم ہو۔''

اگر آپ ان جملوں کی گہرائی پر غور فرمائیں تو اَندازہ ہوگا کہ خادمین قرآن کیلئے یہ کس قدر تکلیف کا باعث ہیں، کیا ہمارے اَسلاف جو آپ کے بھی اَسلاف ہے انہوں نے جو بھی کام کیا ہے اُسے 'جسارت' کے لفظ سے خراج تحسین پیش کرنا چاہئے؟ ہم نے حضرت قاری عبد اللہ مکی، حضرت قاری عبد الرحمن مکی، حضرت قاری عبد المالک المکی رحمہ اللہ، حضرت قاری اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ، حضرت قاری شریف صاحب، حضرت قاری حسن شاہ حضرت قاری محی الاسلام ،حضرت قاری فتح محمد پانی پتی رحمہ اللہ، حضرت قاری رحیم بخش پانی پتی رحمہ اللہ کی برسوں کی محنتوں کو الفاظ کا جامہ پہنا کر قراءات نمبرز کی شکل میں آپ کی نذر کیا ہے۔ یا پھر یہ کہ کیا قرآن کریم کی وہ اشاعت جو دیگر روایات میں اس وقت پورے عالم اسلام میں ہورہی ہے۔ کیا اُسے 'جسارت' کہنا چاہئے اور اس سارے کام کو قرآن کریم کی ابدی حفاظت کو غیر مؤثر کرنے کی اسکیم کہنی چاہئے یقیناً یہ بہت بڑا کلمہ ہے جو اہل قرآن کی صدیوں کی محنت کو یک لخت خاک میں ملا دیتا ہے۔اللہ ہمیں صحیح صورت حال کو سمجھنے کی توفیق دے اور ہمیں بھی محافظین قرآن کی قابل رشک صف میں روزِ قیامت کھڑا فرمائے۔(آمین یارب العالمین)

تیسرے فتوی کے بارے میں گزارشات

منکرین حدیث کے گروہ سے کسی خیر و بھلائی کی امید تو کبھی نہیں رہی، لیکن حیرت اس بات پر ہے کہ 'منکروں کا ٹولہ' ایک وقت بنیادی انسانی اور اخلاقی قدروں سے بھی تہی دامن ہوجائے گا۔

ان سطور سے ہمارا مقصود اَپنے ان اَلفاظ کی وضاحت کرنا ہے جنہیں حضرت مکی نے اپنی فریضہ کی انجام دہی میں بہت اچھالا ہے، لیکن سب سے پہلے ہم ذاکر حسین کے اِستفتاء اور حضرت کے فتویٰ میں بکھیرے گئے علمی و تحقیق فن پاروں کی بھی نشاندہی ضروری سمجھتے ہیں تاکہ علم و حکمت کے متلاشی اپنی پیاس بجھانے کی غرض سے اس علم کے 'بحرالکاہل' کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

بلا تاخیر ہم ذاکر صاحب کے سوال اور مفتی صاحب کے جواب کا تذکرہ کرتے ہیں۔

بعد از سلام کچھ یوں گویا ہوئے ہیں۔

''لاہور سے اہل حدیثوں کے ایک انتہا پسند گروپ کا ماہنامہ 'رُشد' نکلتا ہے۔''

سب سے پہلے تو ہم ان کے مشکور ہیں کہ انہوں نے مفتی صاحب و مسلمانان پاکستان کے علم میں اِضافہ فرمایا ہے کہ 'لاہور سے ماہنامہ رُشد نکلتا ہے' باقی رہی بات 'اہلحدیثوں کے ایک انتہا پسند گروپ' کی تو ہمارے مجلّہ کے ٹائٹل، بیک ٹائٹل، سرورق پر کسی جگہ بھی مکتوب نہیں ہے کہ یہ اہلحدیثوں کا نمائندہ مجلّہ ہے، بلکہ اگر جناب والا بیک ٹائٹل کو بغور نہیں سرسری نظر سے بھی پڑھ لیتے تو واضح ہوجاتا کہ صاحبان 'رُشد' کس نقطہ نظر کے حامل ہیں۔ رُشد کے الحمدللہ اغراض میں یہ بات شامل ہے کہ رُشد کا مقصد کسی خاص فقہی مکتبۂ خیال کے بجائے دینِ اسلام کی ترجمانی کرنا تاکہ وحدت اُمت مرحومہ کو قائم رکھا جاسکے۔ رہا 'انتہا پسند گروپ' تو یہ جملہ ان منکرین حدیث و قران نے اپنے پرانے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دکھوں کے مداوے کے طور پر درج کیا ہے کیونکہ الحمدللہ ادارہ اپنے مؤقر جریدے ماہنامہ 'محدث' کے ذریعہ 'فتنہ انکار حدیث' کی سرکوبی کرتا رہتا ہے، باقی رہی یہ بات کہ پاکستان کے جمیع مکاتب فکر ہمیں کس نگاہ سے دیکھتے ہیں وہ آپ 'رُشد' قراءات نمبر حصہ دوم، سوم میں علماء کے فتاویٰ، تبصرہ جات سے بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں۔

اس کے بعد ارشاد فرماتے ہیں:

''جس نے اپنے جون ۲۰۰۹ء کے صفحہ ۲۷۸ پر لکھا ہے کہ اختلاف قراءت پر مبنی تین اختلافی قرآنی مصاحف (ورش کا، قالون کا، دوری کا) پاکستان سے باہر شائع ہو چکے ہیں۔''

جبکہ صفحہ ۶۷۸ پر یہ عبارت یا اس سے ملتی جلتی عبارت یا کسی بھی اُسلوب میں ہم نے یہ خبر دی ہو کہ مصاحف شائع ہو چکے ہیں، سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔ مجھے تو حیرت جناب مفتی صاحب پر ہے کہ خود انہوں نے بھی یہ زحمت نہ فرمائی کہ کم سے کم تصدیق کے لیے سارا مجلّہ نہیں کم اَزکم صفحہ نمبر ۶۷۸ کو ہی دیکھ لیتے کہ ذاکر صاحب کی بصارت کہیں ٹھوکر ہی نہ کھا گئی ہو۔ سائل بعد اَزنکتہ اوّل یوں گویا ہوتے ہیں:

''اب موجودہ قرآن کریم کے علاوہ مزید ۱۶ قاریوں کے اختلافات والے قرآنی مصاحف وہ شائع کر دے گا۔''

ہم اپنے مؤقر سوال نویس اور جواب نویس سے کم از کم یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ ہم نے صفحہ نمبر ۶۷۸ پر کس جگہ لکھا ہے کہ رُشد عنقریب اسے شائع کر رہا ہے یا مستقبل میں اس کو شائع کرنے کا پروگرام رکھتا ہے، بلکہ ہم نے تو اُن عالمی اداروں کی خدمت میں بھی یہ عرض کیا ہے کہ اگر علمی سطح پر اس کام کو کر بھی لیا جائے تو اس کو لائبریریوں تک ہی محدود رکھا جائے، اگر عوامی سطح پر لانا بھی ہے تو پہلے عوام میں اس قدر آگہی و شعور پیدا کیا جائے تاکہ کسی فتنہ کا اندیشہ نہ رہے۔ باقی کلیۃ القرآن کے فضلاء نے جو ایک علمی کام سرانجام دیا ہے اس کے بارے میں بھی کھلے لفظوں لکھا ہے کہ کویت کے ایک عالمی ادارے کے لیے کیا ہے اور ان سے سفارش کی ہے کہ وہ مصاحف کے سلسلہ میں معروف عالمی اداروں سے نظرثانی کئے بغیر شائع نہ کریں۔ جیسا کہ اسی قراءات نمبر ۱ کے صفحہ نمبر ۶۸۱ پر ہماری سفارشات ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ اصل میں جو تکلیف طبقہ مذکورہ یعنی 'منکرین کے ٹولے' کو ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ ہم نے کہا کہ انکار حدیث کے فتنے کا بھی اس سے سدباب ہوگا۔ ان کے پیٹ میں مروڑ اس بات اُٹھا ہے کہ کہیں ہماری غیر مسلم چاکری، اور اُن سے مسلمانوں میں فتنے پھیلانے کے لیے جو من وسلویٰ بٹورتے ہیں اُس کے سلسلہ پر ختم شد کی مہر ثبت نہ ہو جائے۔

اِس کے بعد ارشاد ہوتا ہے:

''تاریخ اسلام میں یہ اس زمانہ کی نئی بدعت ہوگی۔ خلافت راشدہ سے اُموی خلافت، عباسی خلافت، عثمانی (ترکی) خلافت میں کبھی ایسا نہیں ہوا اور نہ ہی برصغیر میں ایسا ہوا ہے حتیٰ کہ کسی غیر مسلم تک کو اس کی جرأت نہیں ہوئی۔''

سائل ذاکر کی تاریخ بینی اور پھر قرآنی معلومات بھی بہت خوب ہیں کہ اختلافِ قراءات کے ساتھ آج تک دنیا میں کوئی مصحف نہیں شائع ہوا۔ تو اس سلسلہ میں مشورہ مخلصانہ یہ ہے کہ آپ نے ہماری ان چند سطروں کی نقاب کشائی کیلئے جو چند دنوں میں اِسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ کا تفصیلی مطالعہ کر ڈالا ہے بہتر یہ تھا کہ آپ صرف خلافتِ راشدہ کے دور کا ہی تحقیقی مطالعہ فرما لیتے تو بخوبی علم ہو جاتا کہ مصاحفِ عثمانیہ میں بھی باہم فرق تھا۔ اور مزید گزارش ہے کہ اپنی اس تاریخی ریسرچ میں ہو سکے تو قراءات نمبر حصہ اوّل کے مضمون 'مروجہ قراءاتِ قرآنیہ اور مطبوع مصاحف کا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائزہ' کو بھی شامل فرمالیں یا پھر کم ازکم قراءات نمبر حصہ دوم کے ٹائٹل کو ہی دیکھ لیں تاکہ تاریخ اسلامی کے قرآنی پہلو کا بھی آپ کو علم ہوسکے۔ باقی یہ کہ آپ کو بات کی سمجھ کس قدر آتی ہے تو اس بارے میں ہم سوائے نیک خواہش کے اور دعا کے کچھ بھی نہیں کرسکتے۔

اس کے بعد ہم الجواب کی طرف آتے ہیں اور فاضل مفتی صاحب کی اِفتاءنظری کا جائزہ لیتے ہیں۔ خطبہ کے بعد تمہید کا آغاز ہوتا ہے، فرماتے ہیں:

''جیسا کہ سائل نے سوال میں اس حقیقت کا اظہار کردیا ہے کہ اختلاف قراءت پر مبنی قرآنی مصاحف شائع کرنے کی جرأت خلافتِ راشدہ سے اُموی خلافت، عباسی خلافت، عثمانی (ترکی) خلافت تک حتیٰ کہ شیعہ مملکت ایران تک میں نہ شاہ کے زمانہ میں نہ خمینی کے بعد کسی نے بھی نہیں کی۔''

اس پر یہ مثل خوب صادق آتی ہے: 'چھوٹے میاں تو چھوٹے میاں بڑے میاں سبحان اللہ'

کہ چھوٹے میاں ایران کا تذکرہ بھول گئے تھے بڑے میاں نے اسے بھی شامل کردیا۔ ہماری گذارش ہے کہ دوبارہ دنیا کا نقشہ گھما کر تسلی کرلیں ممکن ہے کوئی ملک رہ گیا تاکہ بعد کی پشیمانی سے قبل از وقت بچا جاسکے۔

دوسری لطیفے کی بات یہ ہے کہ بڑے میاں یہاں کوئی اپنی بات ذکر نہیں کررہے بلکہ چھوٹے میاں کی ہے بات کو دوہرا رہے ہیں۔ جیسا کہ ان مذکورہ بالا اِقتباس سے واضح ہے لیکن لگتا ہے فتویٰ لکھتے وقت شاید ہوا تیز چل رہی تھی کہ جو مقدس سوال نامہ سامنے سے غائب ہوگیا ہے کیونکہ سوال میں سائل نے ایران کا اور ایران کے دونوں اَدوار قبل اَز انقلاب اور بعد اَز اِنقلاب کا تذکرہ نہیں کیا جو شاید سہواً ہوگیا ہے اور اسی طرح سائل ذی ـــــ وقار نے برصغیر کا تذکرہ کیا جو بڑے میاں عمداً، سہواً یا نشۃً بھول گئے ہیں۔ بہرحال قارئین درست فرمالیں۔

اس کے بعد پھر مفتی صاحب کے کیا کہنے! بس قرآنی معلومات کی بوچھاڑ کردی ہے۔ کرتے بھی کیوں نہ، وہ قرآنی مرکز کے صدر نہیں ہیں؟

فرماتے ہیں:

''پہلی مرتبہ، یہ حرکت مشہور مستشرق آرتھر جیفرے نے بیسویں صدی میں کرنے کی کوشش کی تھی۔''

لگتا ہے ان کی نظر 'رُشد' قراءات نمبر اول کے مضمون 'اختلافِ قراءاتِ قرآنیہ اور مستشرقین' پر پڑگئی ہے کیونکہ جن صدر صاحب کو یہ نہیں پتہ کہ قرآن کے اعراب پر کس نے کام کیا ہے ان کی جانے بلا کہ مستشرقین کے کام کی نوعیت کیا ہے؟ مزید فرماتے ہیں:

''ان نادان دوستوں کی پشت پر معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ایسا دماغ کام کررہا ہے جو چاہتا ہے کہ خلافتِ راشدہ سے خلافت عثمانیہ (ترکی) تک کے اِجماع اُمت کے خلاف ان سے اس بدعت کی جرأت کرائے جو درحقیقت قرآن دشمنی پر منتج ہوتی ہے۔''

یقیناً ہماری پشت پر ایسا ہاتھ ہے جو ہمیں یہ کام کرنے پر مجبور کررہا ہے، وہ یہ کہ جمہور ائمہ مسلمین صحابہ سے لے کر آج کے دن تک ہمارے ساتھ ہیں جو قراءاتِ عشرہ متواترہ کو بالاتفاق قرآن مانتے ہیں اور اہل السنۃ والجماعت میں سے ایک بھی امام یا ادنیٰ عالم بھی قراءاتِ عشرہ کے قرآن ہونے کے بارے میں متردّد نہیں ہے۔ باقی رہا وہ اجماع کہ جس کے بارے میں ہمارے موصوف نے دعویٰ کیا ہے ہماری نظر میں دو حال سے خالی نہیں، یا تو یہ اس بات کو اجماع کہتے ہیں جو

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے ممدوح سائل یا ان کا حلقہ منکرینِ حدیث کا اتفاق ہو یا پھر جس بات کا اُنہیں علم نہ ہو اُسے اجماع کہتے ہیں۔ ہم ان کے نظریہ اجماع کی توضیح کے منتظر رہیں گے کیونکہ جو اجماع اہل السنۃ والجماعۃ کے ہاں ماخذ شرع کے طور پر معروف ہے وہ تو یہ ہے کہ قراءاتِ عشرہ متواترہ بالاتفاق کلام اللہ اور مروی عن رسول اللہ ﷺ ہیں۔ لہٰذا جب ایک چیز قرآن ہے تو اس اشاعت وترویج پر مخلص مسلمان کا فریضہ جو ہم نے قراءات نمبرز کی صورت میں بحمداللہ ادا کیا ہے جو کہ منکرین قرآن وحدیث کسی صورت بھی ہضم نہیں کر پائیں گے۔

اب ہم حضرت مفتی صاحب اس عبارت تک الحمدللہ پہنچ چکے ہیں جس نے جناب والا کے 'علم وفضل' کا ہم پر پول کھولا۔ چنانچہ حضرت رقم طراز ہیں:

''سب کو معلوم ہے کہ غیر عرب مسلمانوں کی تعداد میں بکثرت اِضافہ ہونے کی وجہ سے (جو عربی نہیں جانتے تھے) ان کی سہولت کے لیے خلیفۂ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بصرہ کے گورنر زیاد کی زیرِ نگرانی میں ابوالاسود دؤلی نے قرآن کریم پر اعراب (زبر، زیر، پیش) لگائے تھے پھر خلافت عبدالملک اور خلافت ولید میں عراق کے گورنر حجاج بن یوسف کی نگرانی میں اسی ابوالأسود دؤلی کے دو شاگردوں یحییٰ بن یعمر اور نصر بن عاصم نے اعراب لگانے کی محنتوں کو انتہا تک پہنچا دیا۔''

تاریخ اسلام کے بارے میں اپنی معلومات کا یوں آغاز ہوتا ہے۔ الہام ہوتا ہے خلیفہ راشد حضرت علی اور حضرت معاویہ کی خلافت میں بصرہ کے گورنر زیاد کی نگرانی میں ابوالاسود دؤلی نے قرآن پر اعراب لگائے۔

مؤرخ موصوف کے نزدیک شاید گاڑی کے دو پہیوں کی طرح خلافت سیدنا علی رضی اللہ عنہ وخلافت معاویہ رضی اللہ عنہ چل رہی تھی اور دونوں بزرگ مشوروں سے گورنروں کا تعین کر رہے تھے کیونکہ دونوں کی خلافت اکٹھی شروع ہوئی تھی۔ حالانکہ خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت کا نام تو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی دستبرداری کے بعد دیا گیا ہے۔ باقی رہا زیاد کی تقرری کا مسئلہ اور قرآن پر اِعراب لگانے کا کام تو وہ ایک علیحدہ واقعہ ہے۔ جس کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت سے سرے سے کوئی تعلق نہیں اور زیاد بن ابی لزیاد رضی اللہ عنہ کو سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ۴۵ھ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے پانچ سال بعد بصرہ کا گورنر بنایا تھا۔

باقی رہا اعراب قرآن کا مسئلہ تو اس کی تفصیل صاحب ارشاد الطالبین نے یوں بیان کی ہے، فرماتے ہیں:

«والصحيح كما نص عليه جماعة من العلماء منهم الداني و ابوداؤد وابوحاتم أن أول من وضعه ابوالاسود الدؤلي بأمر زياد بن ابى زياده والى البصرة فى خلافت معاويه بن ابى سفيان»

''صحیح اور درست بات یہ ہے جیسا کہ علماء کی ایک جماعت جس میں امام دانی رحمہ اللہ، ابوداؤد رحمہ اللہ اور ابوحاتم رحمہ اللہ شامل ہیں نے تصریح کی ہے کہ قرآن کریم کے اعراب کا واضع ابوالاسود الدؤلی ہے جس نے یہ کام زیاد بن ابی زیادہ کے حکم پر کیا تھا جو خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ میں بصرہ کا گورنر تھا۔'' [ارشاد الطالبین:۵]

اس کے سبب وضع کے بارے میں لکھتے ہیں:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں زیاد کے بیٹے عبیداللہ کو اپنے ہاں بلایا جب اس نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے گفتگو کی تو کلام میں غلطیاں کیں، تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے واپس بھیجا دیا اور ساتھ اس کے والد کو ملامتی خط بھی لکھا کہ آپ کا بیٹا گفتگو میں لحن کرتا ہے۔ اس پر زیاد نے ابوالاسود الدؤلی کی طرف پیغام بھیجا اور کہا کہ عجم نے لغت

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عرب کو خراب کر دیا ہے۔ اگر کوئی ایسی چیز وضع کر دیں جس سے لوگ اپنی کلام کو درست کر سکیں اور قرآن کریم کو بھی اعراب لگا سکیں تو ابوالاسود نے اس سے انکار کر دیا تو زیاد نے ابوالاسود کے راستے میں ایک شخص کو بٹھا دیا اور اُسے کہا کہ جب ابوالاسود گزرے تو کلام اللہ میں کچھ جان بوجھ کر غلط پڑھنا لہٰذا جب ابوالاسود گزرے تو اس نے ﴿إِنَّ اللهَ بَرِيءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَ رَسُوْلُهُ﴾ [التوبة:٣] میں لفظ 'رسولہ' کو لام کے جر کے ساتھ پڑھا تو ابوالاسود زیاد کی طرف لوٹ کر آئے اور کہا میں تیری درخواست کو قبول کرتا ہوں اور میرا خیال ہے کہ اس کی ابتداء قرآن کریم کے اعراب سے کروں۔ [ارشاد الطالبین: ٦]

لہٰذا مذکورہ واقعہ بالکل واضح کر رہا ہے کہ یہ کام حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہوا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔

ویسے ہمیں جو ان کے بارے میں احساس ہوا ہے وہ یہ ہے کہ ان کو دو دو خلیفوں کا نام ذکر کرنے کا شوق ہے جیسا کہ آئندہ ہم ذکر کرتے ہیں یا پھر یہ بات ہے انہوں نے کئی افراد سے پوچھا ہوگا کہ یہ واقعہ کس خلیفہ کے دور کا ہے لوگوں میں سے بعض نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اور بعض نے معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام لیا ہوگا۔ انہوں نے بجائے تحقیق کرنے عوام پر چھوڑ دیا ہے کہ ان میں سے کوئی ایک ضرور ہے باقی اگر کسی کو زیادہ ہی تحقیق کا شوق ہو تو وہ خود تحقیق کر لے کیونکہ مفتی کا کام فتویٰ دینا ہوتا نہ کہ صحیح فتویٰ دینا۔

آگے پھر مفتی ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے مفتی دوراں وصدر قرآنی مرکز قرآن کریم کے بارے میں بنیادی معلومات غلط دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''پھر خلافت عبدالملک اور خلافت ولید میں عراق کے گورنر حجاج بن یوسف کی نگرانی میں اسی ابوالاسود الدؤلی کے دو شاگردوں یحییٰ بن یعمر اور نصر بن عاصم نے اعراب لگانے کی محنتوں کو انتہا تک پہنچا دیا۔''

اب حضرت مفتی صاحب نے اِنتہائی بالغ نظری کا ثبوت دیتے ہوئے یحییٰ بن یعمر اور نصر بن عاصم کے کام کا انتہائی باریک بینی اور لطافت سے تعارف کروایا ہے۔ فرماتے ہیں:

کہ یحییٰ بن یعمر اور نصر بن عاصم نے اعراب لگانے کی محنتوں کو انتہا تک پہنچا دیا۔''

حالانکہ ان دو محترم شخصیات نے اعراب قرآن پر سرے سے کوئی کام کیا ہی نہیں ہے جبکہ موصوف نے اُسے اعراب کے کام کی انتہا تک پہنچا دیا ہے اور جو کام ان دو حضرات نے کیا تھا میرے ممدوح کو بالکل ابجد سے بھی واقف نہیں۔ آیئے ہم بتائے دیتے ہیں کہ ان بزرگوں نے کیا خدمت انجام دی تھی۔

اَصل بات یہ ہے کہ قرآن کریم پر جس طرح اعراب نہیں لگے ہوئے تھے جنہیں ابوالاسود الدؤلی نے پہلی مرتبہ نقطوں کی شکل میں ظاہر کیا تھا کہ زبر کے لیے حرف کے اوپر ایک نقطہ، زیر کے لیے حرف کے نیچے اور پیش کے لیے حرف کے سامنے ایک نقطہ لگایا تھا۔ اس کی مزید تفصیلات فن ضبط کی کتب میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ اسی طرح قرآن کریم کے حروف پر حروف معجمہ اور مہملہ کے فرق کے لیے بھی نقطے موجود نہیں تھے (یعنی س اور ش، اور ص ض وغیرہ) کے امتیاز کے لیے بھی کوئی علامت موجود نہیں تھی۔ چنانچہ عبدالملک بن مروان کے حکم پر حجاج بن یوسف نے مذکورہ دونوں شخصیات سے یہ نقطے لگوائے تھے جنہیں نقط الإعجام کہا جاتا ہے اور جو نقطے ابوالاسود نے لگوائے تھے انہیں نقط الإعراب کہتے ہیں۔ تفصیل کے لیے 'الطراز فی شرح ضبط الحراز' تحقیق دکتور اَحمد بن اَحمد

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرشال کے باب اوّل کا مطالعہ کیجئے، البتہ ہم 'الدین النصیحہ' کے تحت یہ بھی بتا دیتے ہیں کہ اعراب قرآن پر ابوالاسود الدؤلی کے بعد سب سے زیادہ اور اہم کام خلیل بن احمد الفراہیدی کا ہے۔

مفتی صاحب کے فتویٰ سے ہمیں اس بات کا بھی بخوبی اندازہ ہوگیا ہے کہ کج بحثی میں مہارت بھی خاص لوگوں کا امتیاز ہے جس میں جناب اعلیٰ کو یدطولیٰ حاصل ہے کیونکہ ایک بات کا بار بار تکرار، غیر مربوط عبارت اور املاء کی غلطیوں کی بھرمار کے بعد بھی وہ بہت خوش نظر آتے ہیں۔

مفتی صاحب کے فتویٰ نادرہ کا حجم تقریباً ساڑھے چھ صفحات ہیں۔ جس ساڑھے پانچ صفحات میں مذکورہ بالا علمی شہ پاروں کو آپ نے تمہید کا نام دیا ہے اور ڈیڑھ سطر کا فتویٰ بغیر کسی دلیل و برھان کے لکھ مارا ہے۔

لیکن ساڑھے پانچ صفحات کی تمہید کے بعد بھی دل نہیں بھرا، تاسف و یاس کے ملے جلے تاثرات سے فرماتے ہیں:

''ان مختصر تمہیدی جملوں کے بعد.....'' مجھے یوں محسوس ہوا کہ تمہید میں بے شمار 'علمی فوائد' لکھنے کے بعد ان کے پاس تمہید کے لیے اچھا خاصا مواد موجود تھا وہ انہوں نے تو قارئین پر رحم کرتے ہوئے مختصر لکھا ہے۔ اس پر ہم بھی ان کے بہت مشکور ہیں۔

ہم اپنے معزز قارئین کو جناب کے الفاظ میں دیئے گئے فتویٰ کو من وعن نقل کر دیتے ہیں:

''مصاحف کی شکل میں اختلاف قراءات کو شائع کرنا تو درکنار عوام کے سامنے اختلاف قراءات پر مبنی تلاوت کرنے سے منع کرنا بھی واجب ہے۔''

مجھے نہیں معلوم کہ حضرت نے یہ ڈیڑھ سطر لکھ کیا تیر مارا ہے یہی کچھ انہوں نے لکھنا تھا تو ہمارے مضمون کو ہی بغور تعصب کی عینک اتار کر پڑھ لیتے اس میں بھی یہ بات موجود تھی!!

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ محمد زبیر تیمی ☆

'سید سلیم شاہ' اور 'اَنور عباسی' کی خدمت میں

حجیت قراءات کا مسئلہ ضروریات دین سے تعلق رکھتا ہے جس کے بارے میں ادنی شک وشبہ کا اظہار بھی انسان سے عقیدہ وایمان کے متصادم ہے۔ رشد قراءات نمبر کی حالیہ اشاعتوں کے بعد اگرچہ اب الحمدللہ علم القراءات ایک جانا پہچانا علم بن چکا ہے، لیکن جن شخصیات نے اس بوٹے کو اپنے لہو سے سینچا ہے ان میں جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ کی شخصیت اس اعتبار سے انتہائی نمایاں ہے کہ علم القراءات کی علمی فکر بحثوں کے حوالے سے علماء کرام کے سامنے غالباً پہلی دفعہ آپ نے انتہائی ذمہ داری وتحقیق کے ساتھ حدیث سبعہ احرف کے مفہوم وتعبیر پر اردو زبان میں قلم اٹھایا اور متعدد علمی شخصیات کی آراء کے اختلاف کو ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی علمی رائے مفتیان واہل علم کے سامنے پیش کی۔ لیکن استخفاف حدیث کا ذہن چونکہ اس قسم کے کام پر کبھی مطمئن نہیں ہوسکتا چنانچہ حضرت کی آراء پر 'ادارہ المورد' کی اشراقی ذہنیت کے حامل دانشور انور عباسی نے اپنی کتاب 'انسانیت ہدایت کی تلاش میں' بھرپور تنقید کی ہے۔ چونکہ سبعہ احرف کے معنی ومفہوم کی تعیین میں حالیہ اشاعتوں میں اتنا کچھ شائع ہو چکا ہے کہ اس کے بارے میں مزید لکھنا تحصیل حاصل ہوگا۔

محترم حافظ محمد زبیر جو کہ جاوید احمد غامدی کے منحرفانہ افکار کے حوالے سے علمی حلقوں میں معروف ہیں، انہوں نے اس تحریر کو قارئین رشد کے لئے خصوصی طور پر لکھا ہے جس میں ادارہ طلوع اسلام کی فکر سے متاثر سکالر سید سلیم شاہ کی ذہنی الجھنوں اور انور عباسی کے بعض اعتراضات کا جائزہ قارئین رشد کی خدمت میں پیش کر دیا ہے۔ [ادارہ]

سید سلیم شاہ صاحب فرام آزاد کشمیر کا ایک مضمون 'اَہل رُشد کی خدمت میں' کے عنوان سے 'رُشد' کے سابقہ دو قراءات نمبرز پر ااصفحاتی تبصرہ کی صورت میں موصول ہوا اور یہ مضمون ماہنامہ 'طلوع اِسلام' میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ تبصرہ ونقد اپنی جگہ بجا لیکن جناب کا لب ولہجہ تمسخر، تحقیر اور اِستہزاء پر مبنی ہے۔ اگر کسی اَخباری کالم میں ہم جناب کے تبصرے کا جواب دیتے تو شاید پطرس بخاری اور ابن انشا کی یاد تازہ ہو جاتی لیکن معاملہ کسی کامیڈی ڈرامے یا تھیٹر شو کا نہیں ہے بلکہ ایک دینی وسنجیدہ رسالے کا ہے۔ شاہ صاحب کو یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ 'مولوی' اپنے اُوپر ہونے والے طنز کا مسکت جواب دینے کی اہلیت واستطاعت رکھتے ہیں اور اردو اَدب کے ستون مولوی ڈپٹی نذیر اَحمد، مولانا عبدالحلیم شرر، مولانا اَبوالکلام آزاد اور بابائے اردو مولوی عبدالحق وغیرہ انہی مولویوں کے ہی پیش رَو ہیں کہ جن کا مذاق اڑانے کی آپ کوشش کر رہے ہیں۔ اگر آپ نے تہذیب وشائستگی کے دائرے میں رہتے ہوئے علمی بحث کرنی ہے تو ہم اس کیلئے تیار ہیں اور اگر آپ نے نقد وتبصرے کی آڑ میں طنز کرنا ہے تو ہمیں اس کا جواب

☆ فاضل کلیۃ القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ ورکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دینا بھی بفضل اللہ تعالیٰ آتا ہے۔

جناب سید سلیم شاہ صاحب نے اپنے ۱۱ر صفحات پر مشتمل تبصرے میں یہ کوشش کی ہے کہ کسی طرح 'رُشد' کے قلم کاروں میں سے ہر مضمون نگار کا ایک جملہ اپنے تبصرے میں ڈال ہی دیں تا کہ تبصرہ جامع مانع ہو سکے۔ اگر تو انہوں نے اپنے تبصرے کو جامع مانع ہی بنانا تھا تو قراءات اور تفاسیر کی کم از کم ایک ہزار کتابوں کا ایک ایک جملہ بھی اپنے تبصرے میں نقل کر دیتے تا کہ منکرین قراءات کو ۱۴ر صدیوں کی تاریخ قراءات' ہزاروں علماء' فقہاء اور قراء کی علمی تحقیقات پر نقد کا ایک ۱۱ر صفحاتی اِنسائیکلوپیڈیا تو میسر آ جاتا۔

سلیم شاہ صاحب نے اپنے مضمون کی اِبتداء شیخ اَحمد دیدات کے ایک واقعے سے کی ہے۔ اس واقعے کے مطابق اَحمد دیدات نے ایک پادری کو مناظرے کے دوران یہ کہہ کر لاجواب کر دیا کہ تم قرآن کا کوئی ایسا نسخہ دکھاؤ جو دوسرے سے مختلف ہو؟۔ سلیم شاہ صاحب کا کہنا یہ ہے کہ اگر ماہنامہ 'رُشد' کے قراءات نمبرز اس پادری نے پڑھے ہوتے تو اس کو جواب دینا آسان تھا۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر سلیم شاہ صاحب کو مختلف ممالک سے شائع شدہ قرآن کے مختلف نسخے دیکھنے کا موقع ملا ہوتا تو انہیں یہ اعتراض پیدا نہ ہوتا۔ سلیم شاہ صاحب اگر سعودی عرب یا بیروت سے شائع شدہ قرآن کے نسخے میں سورۃ روم کی آیت '۵۴' دیکھنے کی زحمت کریں تو اس میں 'ضعف' کا لفظ 'ض' کی فتحہ کے ساتھ تین دفعہ منقول ہوا ہے جبکہ پاکستانی مصاحف میں اسی آیت میں 'ضعف' کا لفظ 'ض' کی ضمہ کے ساتھ مکتوب ہے۔ یہ کوئی طباعت کی غلطی نہیں ہے جو دو چار مصاحف میں ہو بلکہ سعودی عرب اور پاکستان سے شائع شدہ جمیع مصاحف میں ایسا اختلاف موجود ہو گا۔ علاوہ ازیں کیا سلیم شاہ صاحب نے مراکش' موریطانیہ' لیبیا' تیونس' الجزائر اور افریقہ کے شائع شدہ مصاحف دیکھ لیے ہیں؟ جو یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ ساری دنیا میں شائع شدہ مصاحف میں سے دو میں بھی زِیر' زَبر کا اختلاف نہیں ہے؟۔ کیا سلیم شاہ صاحب نے قراءاتِ سبعہ عشرہ میں بیروت اور بلادِ عرب سے شائع شدہ مصاحف نہیں دیکھے؟۔ جس چیز کا انسان کو علم نہ ہو اس میں 'بڑ یاں' مارنے کی قرآن نے 'رجماً بالغیب' میں مذمت کی ہے۔

مغرب اقصیٰ میں صدیوں سے مصاحف' ورش کی روایت کے مطابق شائع ہو رہے ہیں جو ہمارے مصاحف سے بہت مختلف ہیں۔ لیکن یہ اختلاف ایسا نہیں ہے کہ اس سے قرآن کے معنی و مفہوم میں تضاد پیدا ہوتا ہو جیسا کہ بائبل میں اختلاف کا معاملہ ہے۔ بائبل اور قرآن کے اختلافات میں ایک بنیادی فرق تو یہ ہے کہ بائبل کا اختلاف صحیح سند سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ثابت نہیں ہے۔ اگر وہ صحیح سند سے ان انبیاء تک ثابت ہو جائے تو اس کو ماننے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور نہ ہی یہودیوں اور عیسائیوں پر کوئی اعتراض لازم آتا ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام اپنے ماننے والوں سے یہ کہیں کہ تم تورات اور انجیل کے فلاں فلاں لفظ کو یوں بھی پڑھ لو اور اس طرح پڑھنے میں معانی میں کوئی تضاد بھی پیدا نہ ہوتا ہو تو اس کے ماننے میں مسلمانوں کو کیا مانع لاحق ہو سکتا ہے؟۔ تورات و انجیل کے باہمی اختلافات میں تو مسئلہ یہ ہے کہ سرے سے کوئی سند ہی نہیں ہے۔ جبکہ قرآن میں اختلاف قراءات کے ایک ایک حرف کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک باقاعدہ سینکڑوں اَسناد موجود ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ بائبل کا اختلاف تضاد کا اختلاف ہے جبکہ قرآن کی قراءات کا اختلاف تفسیر و بیان کا ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ قراءات کے جمیع اختلافات

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایت حفص میں بھی موجود ہیں۔ ہم جناب سلیم شاہ صاحب سے یہی سوال کرتے ہیں کہ جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ﴿ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَ اِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ﴾ [طه: ٦٥] کہا تھا یا ﴿ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَ اِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ﴾[الأعراف: ١١٥] سلیم شاہ صاحب کے قرآن میں یہ دونوں آیات موجود ہیں۔ کیا معاذ اللہ! اللہ کو یاد نہ رہا کہ جادوگروں نے کیا کہا تھا یا محمد ﷺ بھول گئے کہ جبرئیل علیہ السلام نے ان تک کیا پہنچایا تھا۔ اسی طرح یہود نے کیا کہا تھا؟ ﴿ وَ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ﴾[بقرہ:٨٠] یا ﴿ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ﴾[آل عمران:٢٤] اسی طرح جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پر اپنا عصا مارا تھا تو 'فانفجرت' ہوا تھا یا 'فانبجست' اور یہ دونوں الفاظ آپ کے قرآن میں موجود ہیں۔ دیکھیں آیات ﴿ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ﴾[بقرہ:٦٠] اور ﴿اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ﴾ [الأعراف: ١٦٠] اسی طرح حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے کیا کہا تھا: ﴿ وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴾[الأعراف:٨٠] یا ﴿ وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴾[العنکبوت:٢٨] اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعا میں کیا کہا تھا: ﴿ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا ﴾ [بقرہ:١٢٦] یا ﴿ وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا ﴾[ابراھیم:٣٥]۔ دونوں آیات میں 'هذا بلدا' اور 'هذا البلد' کا فرق واضح ہے۔ اس قسم کے سینکڑوں اختلافات شاہ صاحب کے قرآن میں بھی موجود ہیں جن میں سے بیسیوں کی مثالیں اس شمارے کے ایک مضمون بعنوان 'اَوجہ سبعہ کا روایت حفص میں استقصاء' میں مل جائیں گی۔ سوال تو یہ ہے کہ سلیم شاہ صاحب قرآن میں قراءت کے اس اختلاف کے باوجود بھی اسے اللہ کی کتاب قرار دیتے ہیں۔ کیوں؟

ہوسکتا ہے کہ سلیم شاہ صاحب منطق کی کسی شاخ کا سہارا لے کر قرآن کے ان مقامات کی کوئی تاویل پیش کر دیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ لفظی طور پر باہم متعارض ومخالف ہیں اور قراءات کے اختلافات بھی یہی ہیں' اس سے زیادہ کچھ نہیں ہیں بلکہ اس سے کچھ کم ہی ہیں کیونکہ پہلی آیت کی جو مثال ہم نے دی ہے اتنے بڑے اختلافات تو قراءات عشرہ میں بھی نہیں ہیں۔ قراءات کے جتنے اختلافات ہیں' اس سے کچھ زائد ہی روایت حفص یعنی سلیم شاہ صاحب کے قرآن میں بھی موجود ہیں اور مستشرقین انہی اعتراضات کی بنیاد پر قرآن کا انکار کرتے ہیں۔ اب کیا مسلمانوں کو صرف اس بنیاد پر کہ مابین الدفتین قرآن میں اختلاف ہے' اس کا انکار ہی کر دینا چاہیے یا اس کا مسکت جواب دینا چاہیے؟

اگر قراءات پر سینکڑوں اعتراضات ہیں تو قرآن پر ہزاروں موجود ہیں۔ مستشرقین کے ان ہزاروں اعتراضات کے باوجود سلیم شاہ صاحب قرآن کو اللہ کی کتاب کیوں مانتے ہیں۔ اگر اس اُصول کو مان لیا جائے کہ کسی شے پر عقلی' منطقی یا نقلی اعتراض وارد کر دینے سے اس کا وجود اور نسبت ہی مشکوک ہو جاتی ہے تو پھر قرآن تو کیا اسلام بھی اور اسلام تو کیا خدا کا وجود بھی مشکوک ومشتبہ ہے کیونکہ اس پر بھی فلاسفہ کے سینکڑوں اعتراضات موجود ہیں۔ برطانوی مصنفہ کیرن آرمسٹرانگ نے اپنی کتاب (History of God) کی بنیاد اس اعتراض پر رکھی ہے کہ دنیا میں خدا کے وجود

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو ماننے والے مذاہب میں سے دو کا بھی تصورِ خدا ایک جیسا نہیں ہے۔ یہودیوں کا اپنا خدا ہے' عیسائیوں کا اپنا' ہندوؤں اور سکھوں کا اپنا اور مسلمانوں کا اپنا' اور اس پر بھی مستزاد یہ کہ مسلمانوں میں معتزلہ' مجسمہ' ماتریدیہ' اشاعرہ' سلفیہ' شیعہ اور صوفیاء کا تصور خدا بھی ایک نہیں ہے۔ اس نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ خدا ایک ایسی مبہم حقیقت ہے کہ دنیا میں دو افراد بھی کسی ایک خدا پر متفق نہیں ہیں۔ کیا اس بنیاد پر خدا کا ہی انکار کر دیا جائے کہ دنیا کے مذاہب میں بالخصوص اور مسلمانوں میں بالعموم خدا کی ذات وصفات کے بارے اختلاف پایا جاتا ہے۔ اختلاف ثابت کر کے کسی چیز کو اڑانے کا رویہ سیکولرازم اور دہریت نے پیدا کیا ہے ورنہ تو دنیا کی کس چیز میں اختلاف نہیں ہے اور اسی اختلاف میں ہی تو امتحان مقصود ہے۔ اگر کچھ فلاسفہ خدا کے عدم وجود کے دلائل دیں گے اور کچھ متکلمین اس کو ثابت کریں تو کیا ایک عامی کو اس اختلاف کی بنیاد پر خدا ہی کا انکار کر دینا چاہیے۔

بہر حال واقعہ موسیٰ ہی کو قرآن کے مختلف پاروں میں ایک ساتھ دیکھ لیں۔ ایک ہی بات' واقعہ اور حادثہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن کے الفاظ مختلف ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مختلف انبیاء اور اشخاص کے اقوال کو بطور حکایت اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے نہ کہ ان کے ایک ایک لفظ کی رعایت رکھی ہے۔ اسی طرح احادیث میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے مقصود کو سامنے رکھتے ہوئے اسے آگے بیان کر دیتے تھے لہٰذا صحابہ کے اس بیان میں باوجود آپ کے الفاظ کو نقل کرنے کے اہتمام کے' راویاں میں بھی باہمی اختلاف ہو جاتا ہے لیکن منکرین حدیث اس چیز کو احادیث میں اختلاف کے نام پر اِنکار حدیث کی دلیل بنا لیتے ہیں۔

منکرین حدیث جو اعتراضات حدیث پر وارد کرتے ہیں بعینہ وہی تمام اعتراضات مستشرقین بھی قرآن پر وارد کرتے ہیں مثلاً اَحادیث میں عریانی وفحاشی ہے۔ یہی بات مستشرقین نے قرآن کے بارے کہی ہے اور اس کی مثالیں بیان کی ہیں اور سورہ یوسف کو تو معاذ اللہ! داستان عشق تک کہا گیا ہے۔ منکرین احادیث کہتے ہیں کہ اَحادیث میں سائنس کی مخالفت ہے اور یہی بات مستشرقین قرآن کے بارے بھی ثابت کرتے ہیں اور اس کی مثالیں بھی بیان کرتے ہیں کہ قرآن سورہ کہف میں یہ کہتا ہے کہ سورج گدلے پانی کے چشمے میں غروب ہو رہا تھا۔ یہ ہمارا اس وقت کا موضوع نہیں ہے ورنہ ہم ان اعتراضات کا ایک مختصر جائزہ لینے کی کوشش کرتے۔ ہوسکتا ہے سلیم شاہ صاحب قرآن کے دفاع میں ان اعتراضات کا مستشرقین کو کوئی جواب دیں لیکن جب یہی کام محدثین' حدیث کے حوالے سے کریں تو یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ اب تاویلیں شروع کر دی ہیں؟

اَمر واقعہ یہ ہے کہ پہلے سے ایک عقیدہ جہالت کی بنیاد پر ذہنوں میں بچپن سے راسخ ہے کہ قرآن میں زیر' زبر' پیش اور شوشے کا فرق نہیں ہے۔ اب اس عقیدے کے اثبات کے لیے کچھ اُصولوں کی روشنی میں قراءات کا اِنکار کیا جا رہا ہے حالانکہ انہی اصول وضوابط کی روشنی میں قرآن کا انکار بھی لازم آتا ہے لیکن وہاں اَندھا عقیدہ تحقیق کے رستے حائل ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر قرآن میں ایک ہی واقعہ' حادثہ اور قائل کے قول کو بیان کرنے میں الفاظ کا فرق ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود قرآن میں اختلاف ثابت نہیں ہوتا لیکن اگر قراءات میں ایسا ہو تو اس بنیاد پر قرآن میں اختلاف ثابت ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر سبعہ اَحرف کے معنی ومفہوم کی تعیین میں علماء کا اختلاف ہو تو یہ روایات نا قابل اعتبار قرار پاتی ہیں لیکن ساری امت اگر حروف مقطعات کے معنی ومفہوم کی تعیین میں ناکام ہو جائے تو پھر بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کو بطور قرآن سینے سے لگایا جاتا ہے۔ وعلی هذا القیاس .

منکرین قراءات' چاہے وہ انور عباسی صاحب ہوں یا شاہ صاحب' اکثر و بیشتر کا معاملہ یہ ہے کہ جب بھی وہ انکار قراءات پر کام کریں گے تو ان کے کام کا ۷۰ تا ۹۰ فی صد حصہ سبعہ اَحرف کی روایت پر اعتراضات کے ضمن میں ہوتا ہے کیونکہ اسی ایک پہلو سے وہ قراءات کو مشکوک قرار دے سکتے ہیں۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ قرآن اپنے ثبوت کے لیے سبعہ احرف کی روایت کا محتاج نہیں ہے۔ آج روایت حفص اور روایت ورش کو کروڑوں مسلمان پڑھ رہے ہیں۔ ان روایات کے ماہرین ان کی اسناد اللہ کے رسول ﷺ تک پہنچا رہے ہیں۔ دونوں روایات کے مطابق لاکھوں مصاحف صدیوں سے لکھے جا رہے ہیں اور سالہا سال سے شائع ہو رہے ہیں۔ اب بھی ان روایات کو قرآن ثابت کرنے کے لیے سبعہ اَحرف کی روایت کی کوئی ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟۔ قراءات کے ثبوت میں سبعہ اَحرف تو ایک اضافی دلیل ہے اور مانا کہ اس کے معنی ومفہوم میں علماء وقراء کا اختلاف ہے۔ لیکن آپ حضرات بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک اپنے قرآن میں حروف مقطعات کے معنی ومفہوم پر دو بندوں کا اتفاق تو ثابت کر دیں۔ کیا اس بنیاد پر کہ قرآن کی جن آیات کے معنی ومفہوم میں ۱۴/ صدیوں سے علماء ومفسرین میں اتفاق نہ ہو سکا' ان آیات کا ہم اِنکار کر دیں؟ اگر نہیں تو کیا اُصول تحقیق کا یہی تقاضا ہے کہ جب منکرین قراءات کے اُصولوں کی روشنی میں قراءات پر تنقید کرنے کا دعویٰ قائم ہو جائے تو کسی دفاع کی بجائے قراءات کا ہی انکار کر دیا جائے اور اگر انہی منکرین قراءات کے انہی اصولوں کی روشنی میں قرآن مجید پر بھی وہی اعتراضات قائم ہو جائیں جو بعینہٖ قراءات پر قائم ہوتے ہیں تو قرآن کو اس لیے ثابت قرار دیا جائے کہ اس پر ہمارا اندھا اعتقاد (blind faith) ہے۔ اگر مسئلہ اندھے اعتقاد کا ہے تو پھر تو دنیا کا ہر مذہب' چاہے وہ ہندو ہو یا سکھ' حق پر مبنی ہے۔

سلیم شاہ صاحب کے قرآن میں تین مقامات پر 'ص' کے اوپر چھوٹا سا 'س' بھی لکھا ہوا ہے ۔ ﴿بصطة﴾ [بقرہ:۲۴۷] ﴿المصيطرون﴾ [الطور:۳۷] ﴿بمصيطر﴾ [الغاشية:۲۲] اب یہ لفظ 'ص' کے ساتھ ہے یا 'س' کے ساتھ؟ یہ ہمیں شاہ صاحب بتائیں گے۔ اسی طرح پاکستان میں طبع شدہ مصاحف میں سورہ روم کی آیت ۵۴ میں 'ضُعْف' ضمہ کے ساتھ لکھا ہے، اور کنارے پر یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ اس کو 'ضَعْف' فتحہ کے ساتھ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ ان دونوں میں سے کون سا درست ہے؟ یہ شاہ صاحب طے کریں گے اور پاکستان میں لاکھوں کی تعداد میں چھپنے والے ان مصاحف کی تصحیح کا فریضہ سرانجام دیں گے جن کے بارے وہ یہ دعویٰ کرتے نہیں تھکتے کہ اس میں زیر زبر کا فرق نہیں ہے، اور عامۃ الناس کو یہ بھی بتائیں گے کہ پادری صاحب کو قرآن میں اختلاف دکھانے کے لیے دو نسخوں میں اختلاف دکھانے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ پاکستان میں شائع شدہ لاکھوں مصاحف میں ایک ہی نسخے میں ما بین الدفتین بھی بہت سے اختلافات دکھائے جا سکتے ہیں۔

سلیم شاہ صاحب ہماری یہ بھی رہنمائی فرمائیں کہ وہ قرآن کے لفظ ﴿مجرٖها﴾ [ھود:۴۱] کو کیسے پڑھیں گے۔ اگر تو وہ اس لفظ کو پڑھتے وقت اس میں امالہ کرتے ہیں یعنی اس کو 'مجرے ھا' پڑھتے ہیں تو یہ رسم یعنی لکھے ہوئے کے خلاف ہے کیونکہ شائع شدہ مصاحف میں اس لفظ میں 'راء' کے نیچے کھڑی زیر ہے اور طبع شدہ لفظ کے مطابق اس کی قراءت 'مجری ھا' بنتی ہے۔ اگر تو شاہ صاحب اسے لکھے ہوئے کے مطابق 'مجری ھا' پڑھتے ہیں تو

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاکستان میں وہ پہلے شخص ہوں گے جو قرآن کے اس لفظ کو یوں پڑھنے کا شرف حاصل کر رہے ہوں گے۔ اس نکتے میں ہم یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ لکھے ہوئے قرآن کو پڑھنے میں بھی عوام الناس قراء کے محتاج ہیں۔ قرآن کی حفاظت کتابت سے نہیں ہوئی بلکہ نقل سے ہوئی ہے۔ کتابت تو اس کی حفاظت کا ایک اضافی ذریعہ ہے۔ ہمارے معاشرے کا ۹۹ر فی صد طبقہ ایسا ہے جو آج بھی مسجد کے قاری صاحب سے قرآن حاصل کر رہا ہے نہ کہ براہ راست قرآن سے سیکھ رہا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اصل قرآن قراء ہی سے حاصل ہوتا ہے نہ کہ عامۃ الناس سے' اور عامۃ الناس قرآن کے حصول میں قراء کے تابع ہیں۔

الحمدللہ! آج کسی بھی بریلوی' دیوبندی' اہل حدیث' حنفی' مالکی' شافعی یا حنبلی کو یہ سوال پیدا نہیں ہوتا ہے کہ روایت حفص کے علاوہ بھی قرآن ہے یا نہیں؟ اگر انہیں یہ سوال پیدا ہو بھی جائے تو وہ اپنے علماء اور قراء پر اس مسئلے میں اعتبار کرتے ہیں اور وہ تمنا عمادی صاحب سے پوچھنے نہیں جاتے کہ یہ قرآن ہے یا نہیں۔ اس طرح بیس روایات کے قرآن ہونے پر امت کا اتفاق حاصل ہو جاتا ہے سوائے ان لوگوں کے اختلاف کہ جن کی تعداد و رائے کو امت کے اتفاق کے بالمقابل کوئی خاص اہمیت حاصل نہیں ہے۔ آج اللہ کے فضل سے مرکز اسلام' مسجد نبوی اور دنیا کی کئی ایک بڑی اور معروف مساجد میں بھی نماز میں متنوع قراءات میں قرآن پڑھا جاتا ہے۔

ہم جناب سلیم شاہ صاحب کی حوصلہ اَفزائی کے لیے ان کی تحقیقات کے کچھ نمونے قارئین کے سامنے پیش کرنا چاہیں گے تاکہ جوان کا میدان نہیں' اس میں وہ آئندہ بھی علم کے موتی بکھیرتے ہوئے اہل علم سے داد تحقیق وصول کرتے رہیں۔ ہم نے جناب غامدی صاحب پر تنقید کے دوران اپنے ایک مضمون میں یہ لکھا تھا کہ اُنہوں نے لفظ 'قراءت' کو 'قرأت' لکھا ہے جو عربی زبان کے اعتبار سے غلط ہے۔ جناب شاہ صاحب اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ہم قاری (صفدر) صاحب اور حافظ (زبیر) صاحب کی بات مان لیتے ہیں۔ لیکن کیا وہ اس کی وضاحت کریں گے کہ اصل لفظ اگر بڑی تاء سے قراءت ہے تو چھوٹی تاء سے 'قراءۃ' کیونکر درست ہوگا؟ (جس طرح کلمہ التابوت اور التابوۃ دونوں طرح درست نہیں ہے) پھر رشد حصہ دوم میں مولانا مبشر احمد ربانی نے (ص ۵۴)' قاری صہیب میر محمدی صاحب نے (ص ۶۰۔۷۵)' قاری صہیب احمد صاحب نے (ص ۳۹۴ تا ۳۹۷) اور بڑے حافظ صاحب یعنی حافظ عبدالرحمٰن مدنی صاحب نے (ص ۶۷۷) یہ لفظ چھوٹی تاء سے 'قراءۃ' کیوں لکھا؟ شاید آپ منطق کی کسی شاخ کو کھینچ تان کر اسے بھی درست قرار دیں' حالانکہ آپ کے نزدیک درست لفظ ایک ہی ہے، آپ کی مزید اطلاع کے لیے عرض ہے کہ علمی اردو لغت (وارث سرہندی) میں تین جگہوں پر' شان الحق صاحب کی آکسفورڈ انگلش ڈکشنری اور فیروز سنز کی اردو انگلش ڈکشنری میں یہ لفظ قرأت ہی لکھا ہے نہ کہ قراءت۔ ان سب کو بھی جانے دیں لیکن اس کی کیا توجیہ ہوگی کہ آپ کے لیے مکمل سند رکھنے والے شیخ المشائخ إمام القراء أبو محمد محي الإسلام عثماني پانی پتی نور اللہ مرقدہ کی کتاب شرح قرا آت ص ا حصہ اول کے ص ۲۹ پر تین جگہوں پر لفظ قراءت کو 'قرائت' لکھتے ہیں جو بالکل مختلف ہے اور باقی جگہوں پر چھوٹی تا 'ۃ' سے، غالباً یہاں آپ کتابت کی غلطی قرار دیں۔ چونکہ بقول عطاء الحق قاسمی کج بحثی کا اپنا ہی مزہ ہے۔ اگر ایسا ہوا تو ہم خاموش ہو جائیں گے۔ کتاب کا ٹائٹل ہی آپ لوگوں کے نزدیک غلط ہوگا۔ کیونکہ آپ تو قراءت جمع 'قراءات' ہی کو درست مانتے ہیں۔ قرا آت کس طرح درست ہو سکتا ہے۔''

[اہل رشد کی خدمت میں: ۱۰]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمارے نزدیک دنیا کا مشکل ترین کام کسی ایسے جاہل کو سمجھانا ہے جسے علم و تحقیق کا شوق چڑھ گیا ہو۔ شاہ صاحب کو ہم کیسے سمجھائیں کہ لفظ 'قراءت' اور 'قراءۃ' دونوں طرح درست ہے۔ چلیں! قرآن سے سمجھتے ہیں۔ قرآن نے لفظ 'نعمت' اور 'نعمة' دونوں طرح استعمال کیا ہے۔ سورۃ بقرۃ آیت ۲۳۱ میں یہ لفظ 'نعمت' لمبی تاء کے ساتھ اور سورۃ ضحیٰ آیت ۱۱ میں یہ لفظ 'نعمة' گول تاء کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔ سورۃ بقرۃ ۲۱۸ آیت میں لفظ 'رحمت' لمبی تاء کے ساتھ استعمال ہوا ہے جبکہ سورۃ الأحقاف آیت ۱۲ میں یہ لفظ 'رحمة' گول تاء کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔ اس طرح کے قرآن میں بیسیوں مقامات ہیں جن میں کسی جگہ ایک ہی کلمے کا رسم الخط لمبی تاء کے ساتھ اور دوسری جگہ گول تاء کے ساتھ ہے۔

سلیم شاہ صاحب کو جو یہ غلط فہمی لگی کہ 'التابوت' اور 'التابوة' میں کون سا درست ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ لغت عرب میں دونوں درست ہیں لیکن قرآن میں ان میں سے ایک کا لکھا جانا تھا اور قریش اس کو لمبی تاء سے لکھتے تھے لہٰذا قرآن میں لمبی تاء سے لکھا گیا۔ محسوس ہوتا ہے کہ شاہ صاحب نے تیز گام کی رفتار سے دونوں رسالوں کا مطالعہ فرمایا ہے۔ ان کے تبصرے سے اندازہ ہوتا ہے کہ دوران مطالعہ کئی مقامات پر نفس مضمون کی باریکی تک نہ پہنچ سکے۔ اور کسی مضمون نگار کی عبارتوں کا جو سرسری مفہوم ان کے دل و دماغ میں سما گیا بس اس کی بنیاد پر انہوں نے تنقید کی بنیادیں کھڑی کرنا شروع دیں۔ 'رُشد' کے کسی بھی مضمون میں یہ بات موجود نہیں ہے کہ عربی زبان میں 'التابوت' اور 'التابوة' میں سے ایک ہی درست ہے۔

طرفہ تماشہ یہ ہے کہ جناب سلیم شاہ صاحب نے لفظ 'قرأت' کو درست ثابت کرنے کے لیے اردو اور انگلش ڈکشنریوں کے حوالے دینا شروع کر دیے۔ 'قرأت' تو عربی لفظ ہے' چاہیے تو یہ تھا کہ محقق صاحب اس لفظ کی تحقیق میں کسی عربی ڈکشنری کا حوالہ دیتے لیکن سلیم شاہ صاحب جیسے محقق اگر فارسی اور پشتو کی کسی ڈکشنری کا بھی حوالہ دے دیتے تو ہمیں حیرت نہ ہوتی کیونکہ فی زمانہ محققین کی ایک جماعت کے ہاں 'چولیاں' تحقیق کا بنیادی تقاضا شمار ہوتی ہیں اور بقول حافظ محمد زبیر 'چولیاں مارنے میں بھی اپنا ہی مزہ ہے'۔ سلیم شاہ صاحب کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ عربی زبان میں لفظ 'قراءت' اور 'قرأت' میں فرق ہے۔ پہلا لفظ قرأ یقرأ سے مصدر ہے جس کا معنی 'پڑھنے' ہیں جبکہ دوسرے لفظ کا تلفظ 'قِرْأَة' کیا جاتا ہے اور امام لغت امام اصمعی رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۶ھ) کے نزدیک لفظ 'قِرْأَة' وباء کے معنی میں ہے اور اس کو بعض حضرات لمبی تاء کے ساتھ 'قِرْأَت' بھی لکھتے ہیں۔ اسی طرح یہ لفظ یعنی 'قرأت' واحد مونث غائب کا صیغہ بھی بن سکتا ہے اس معنی میں کہ وہ عورت حیض والی ہوئی۔ اسی طرح اگر اس لفظ کو آخر میں گول تاء کے ساتھ لکھیں یعنی 'قرأة' تو یہ 'کفرة' کے وزن پر قاری کی جمع ہوگی۔ [لسان العرب: ۱۳۲/۱' تهذيب اللغة: ۲۶۳/۳]

سلیم شاہ صاحب یہ کوئی پشتو نہیں ہے' عربی زبان ہے جہاں زیر' زبر سے معنی میں زمین و آسمان کا فرق پڑ جاتا ہے اور یہ تو ایک الف کا حذف ہے۔ اور ایک الف ہی کے حذف سے تثنیہ کا صیغہ واحد کا بن جاتا ہے اور آپ اب بھی فرماتے ہیں کہ غامدی صاحب نے اگر ایسے لکھ ہی دیا ہے تو فرق کیا پڑتا ہے۔

سلیم شاہ صاحب نے خواہ مخواہ لفظ 'قراءت' اور 'قرائت' میں بھی فرق کرنے کی کوشش کی ہے حالانکہ ان دونوں

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الفاظ کا معنی ایک ہی بنتا ہے سوائے اس فرق کہ پہلے لفظ میں ہمزہ کرسی کے بغیر ہے اور دوسرے لفظ میں ہمزہ کو یاء کی کرسی دی گئی ہے۔ کتابت کے ایسے اختلافات تو سلیم شاہ صاحب کے قرآن کے ہر دوسرے نسخے میں موجود ہیں۔ کبھی انہیں سعودی عرب اور پاکستان کے شائع شدہ مصاحف کا تقابلی مطالعہ کرنے کی فرصت ملے تو انہیں اپنے اس عقیدے کی حقیقت بھی معلوم ہو جائے گی کہ قرآن کے دونسخوں میں شوشے کا بھی فرق نہیں ہے۔ اس اختلاف کے بارے میں ہماری رائے یہ ہے کہ پاکستان کے طبع شدہ مصاحف میں کئی ایک مقامات پر رسم عثمانی کے مطابق کتابت نہیں پائی جاتی جبکہ سعودی مصاحف خاص طور پر مصحف مدینہ رسم عثمانی کے مطابق ہے اور ایک محقق شدہ نسخہ ہے۔ سلیم شاہ صاحب یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ بعض الفاظ میں رسم کے اختلاف سے معنی میں کوئی فرق نہیں پڑتا جبکہ بعض الفاظ میں رسم کی تبدیلی سے معنی بھی تبدیل ہو جاتا ہے اور شاہ صاحب جس لفظ کی بات کر رہے ہیں یعنی 'قرأت' اس میں رسم کی تبدیلی سے معنی بھی تبدیل ہو جاتا ہے اور اس کا معنی 'قراءت' کی طرح پڑھنا نہیں ہے بلکہ حیض یا وباء کا مفہوم اس میں پیدا ہو جاتا ہے۔

اسی طرح سلیم شاہ صاحب نے لفظ 'قراءات' اور 'قرآت' میں بھی فرق کرنے کی کوشش کی ہے حالانکہ ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ الف کے بعد اگر ہمزہ ہو تو اس کو 'آ' بھی لکھ سکتے ہیں اور اس سے معنی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کبھی کبھار تو اس قسم کے بے تکے اعتراضات پر مبنی مضامین کا جواب دیتے ہوئے محسوس ہوتا ہے کہ فضول میں وقت ضائع کر رہے ہیں لیکن پھر یہ سوچ ذہن میں آتی ہے کہ کوئی سادہ مسلمان ان نام نہاد محققین کی تحقیق سے بھٹک نہ جائے تو دل کو کچھ تسلی ہوتی ہے کہ اگر کوئی مسلمان ہمارے مضمون کی وجہ سے بھٹکنے سے بچ گیا تو شاید ہمارا وقت بھی قیمتی بن جائے۔

آئیں! ہم قراءات کے مسئلہ کو ایک اور پہلو سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم جناب اُنور عباسی اور سید سلیم شاہ صاحب سے یہ پوچھتے ہیں کہ جو قرآن ان کے پاس ہے' ان کے نزدیک اس کے قرآن ہونے کی دلیل کیا ہے؟۔ یعنی انہیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ وہی قرآن ہے جو اللہ کے رسول ﷺ کو دیا گیا تھا اور اس میں تحریف نہیں ہوئی۔ پس جو معیار وہ اپنے قرآن کے لیے بتائیں گے' اسی معیار پر قراءات کو بھی پرکھ لیں۔ اگر تو ہم اس قرآن (جسے قراء روایت حفص کہتے ہیں) کو اس لیے مانتے ہیں کہ پوری اُمت اس قرآن کو مانتی ہے تو یہ بات درست نہیں ہے۔ مغرب اقصی اور افریقہ کے سینکڑوں شہر اور کروڑوں کی آبادی ایسی ہے جو ہمارے قرآن (روایت حفص) سے نا آشنا ہے اور اگر وہاں سلیم شاہ صاحب یا انور عباسی صاحب عوامی مقامات (public place) پر اپنے قرآن کی تلاوت کریں گے تو عوام الناس مرنے مارنے پر تل آئیں گے کیونکہ وہ قراءات کے اختلافات سے واقف نہیں ہیں۔ ہاں! ان ممالک کے علماء ان اختلافات سے واقف بھی ہیں اور ان کے مطابق قرآن پڑھنے کی اجازت بھی دیتے ہیں۔ پس قرآن درحقیقت وہ ہے جس پر علماء' فقہاء اور قراء کے طبقے کا اتفاق ہو کہ یہ قرآن ہے اور جمیع فقہائے مالکیہ' شافعیہ' حنفیہ' حنابلہ' اہل الحدیث اور اہل الظاہر قراءات کے اختلافات کے قائل ہیں۔ جہاں تک شاہ صاحب کے قرآن (روایت حفص) کا معاملہ ہے تو امت مسلمہ کے عامۃ الناس کا اس کے قرآن ہونے پر اتفاق نہیں ہے۔ مشرق میں روایت حفص کو قرآن سمجھا جاتا ہے تو مغرب اقصی اور افریقہ میں روایت ورش کو اور کچھ ممالک میں روایت دوری کو قرآن سمجھا جاتا ہے۔ اور انہی روایات کے مطابق متعلقہ ممالک میں

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصاحف چھپتے ہیں' لوگ نمازیں پڑھتے ہیں اور انہی رِوایات کو ان کے بچے حفظ بھی کرتے ہیں۔

اَنور عباسی صاحب کی خدمت میں چند گزارشات

جناب اَنور عباسی صاحب نے بھی اپنے مضمون میں سارا زور سبعہ اَحرف کے معنی ومفہوم کے تعین میں اختلاف ثابت کرنے میں لگا دیا ہے کہ جس کی چنداں ضرورت نہیں تھی کیونکہ اس کے معنی ومفہوم میں اختلاف ہے' یہ بات تو سب کو معلوم ہے جس طرح ہر کسی کو یہ بھی معلوم ہے کہ قرآن کے معنی ومفہوم کے تعین میں علماء کا اختلاف ہر دور میں رہا ہے اور رہے گا۔ لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک مفسرین کے اختلاف کے باوجود کوئی بھی مسلمان تفسیر کے اس اختلاف کو بنیاد بنا کر قرآن کا اِنکار نہیں کرتا۔ ہاں! مستشرقین مسلمانوں کو قرآن کی ہر تیسری آیت کے معنی ومفہوم میں اختلاف کا طعنہ ضرور دیتے ہیں۔ ایک جرمن مستشرق ڈاکٹر پیون کہ جس نے ۱۳ سال یمن کے قدیم مصاحف پر تحقیقی کام کیا ہے' قرآن کی عربی کے بارے کہتا ہے:

" The Qur'an claims for itself that it is 'mubeen,' or clear, but if you look at it, you will notice that every fifth sentence or so simply doesn't make sense. Many Muslims will tell you otherwise, of course, but the fact is that a fifth of the Qur'anic text is just incomprehensible. This is what has caused the traditional anxiety regarding translation. If the Qur'an is not comprehensible, if it can't even be understood in Arabic, then it's not translatable into any language. That is why Muslims are afraid. Since the Qur'an claims repeatedly to be clear but is not-there is an obvious and serious contradiction. Something else must be going on."

(Retrieved from "http://en.wikipedia.org/wiki/Gerd_R._Puin)

جہاں تک ہم نے غور کیا ہے جناب اَنور عباسی کی قراءات کے بارے تحقیق کو تحقیق کہنا ہم تحقیق کی توہین سمجھتے ہیں کیونکہ درحقیقت یہ دو چار افراد کی تحقیق کا خلاصہ ہے جو انہوں نے نقل کر دیا۔ اپنے طے شدہ تحقیقی نتائج کے حصول کے لیے دو افراد جناب جاوید احمد غامدی اور شہزاد سلیم صاحب کی تحقیق سے انہوں نے سب سے زیادہ استفادہ کیا ہے۔ جناب غامدی صاحب کے نظریہ قراءات کا مفصل جواب ہم ماہنامہ رُشد' جون ۲۰۰۹ء کے دو مضامین میں نقل کر چکے ہیں' اَنور عباسی صاحب ان کی طرف رجوع فرمالیں۔ جہاں تک انور عباسی صاحب کے دوسرے مصدر و مأخذ کا تعلق ہے یعنی محترم شہزاد سلیم صاحب تو ان کی تحقیق کے نمونوں میں سے ایک نمونہ بھی پیش خدمت ہے۔

جناب اَنور عباسی صاحب حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ والی روایت کہ جس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جامع قراءات قرار دیا گیا' کو من گھڑت سمجھتے ہیں اور اس کی دلیل ان کے پاس جناب شہزاد سلیم صاحب کی تحقیق ہے۔ انور عباسی صاحب' شہزاد سلیم صاحب کی تحقیق کا خلاصہ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

① یہ روایت غرب ہے۔ اس کی ابتدائی دو کڑیاں صرف ایک ایک روای سے جڑی ہوئی ہیں۔ اسے صرف انس بن مالک روایت کرتے ہیں اور ان سے صرف ابن شہاب زہری نے روایت کی ہے۔ اس کا واضح مطلب یہ ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ تقریباً نصف صدی تک صرف چند اشخاص ہی کو اس روایت کا علم تھا۔

② اس روایت کا کوئی متن بھی ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کی متنازع شخصیت کے بغیر نہیں ہے۔ ان کی موجودگی ہی اس روایت کو مشکوک بنائے دے رہی ہے۔

③ اس روایت کو اور زیادہ مشکوک اس حقیقت نے بنا دیا ہے کہ ابراہیم بن سعد ہی ابن شہاب زہری رحمہ اللہ سے روایت کر رہے ہیں اور یہ ممکن نہیں کہ ان کی آپس میں ملاقات ہوئی ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی عمر زہری کی وفات کے وقت بمشکل سولہ سال تھی اور زہری ایلہ کے مقام پر رہتے تھے جبکہ ابراہیم بن سعد کی رہائش مدینہ میں تھی۔

④ ابن حزم رحمہ اللہ نے لکھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد تک لاکھوں کی تعداد میں قرآن اسلامی مملکت میں پھیلے ہوئے تھے۔ ان کی موجودگی میں اختلاف قراءت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا تھا جیسا کہ اس روایت میں بتایا گیا ہے۔ اس میں پریشانی والی کوئی بات ہی نہیں تھی۔

⑤ اگر بفرض محال یہ مان بھی لیا جائے کہ کسی قسم کا کوئی اختلاف پیدا ہوا تھا تو اس کا ایک آسان اور سیدھا حل یہی ہوسکتا تھا کہ اس جگہ قرآن کے نسخے بھیج دیے جاتے۔

⑥ یہ حقیقت تو ہر کوئی جانتا ہے کہ قرآن قریش کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ اس روایت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو' جو خود بھی قریش نہیں تھے' کہا کہ اس قرآن کو قریش کی زبان میں لکھنا۔ اگر یہ قرآن' اسی نسخہ سے نقل کیا جانا تھا جو پہلے سے موجود تھا تو فرق یا اختلاف پیدا ہی نہیں ہوسکتا تھا کیونکہ وہ تو لکھا ہی قریش کی زبان میں گیا تھا جو خود حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہی نے لکھا تھا اور پھر کوئی کمیٹی بنانے کی ضرورت کس طرح پیش آ گئی کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی تصحیح کی جا سکے کیونکہ اصل نسخہ بھی تو ان ہی کا لکھا ہوا تھا اور اب تو وہ محض اس کی صرف نقل کر رہے تھے! یہ وجوہات ہیں جن کی وجہ سے ہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جمع قرآن کی روایت قبول نہیں کر سکتے۔'' [انسانیت ہدایت کی تلاش میں: ۲۸۵، ۲۸۷]

اس تبصرے کی بنیاد ۶ نکات ہیں۔ ہم ترتیب وار ان نکات کا جواب نقل کر رہے ہیں:

❶ جناب انور عباسی صاحب نے اس لفظ کو 'غرب' لکھا ہے حالانکہ اصل اصطلاح 'غریب' کی ہے۔ شہزاد سلیم صاحب نے اپنے انگریزی مضمون میں یہ اصطلاح صحیح نقل کی ہے لیکن شاید انور عباسی صاحب انگریزی سے ترجمہ کرتے ہوئے اس کا صحیح تلفظ محفوظ نہ کر سکے۔ جب کسی محقق صاحب کے دین کے مصادر و مآخذ کی انتہاء اردو اور انگریزی کتابیں اور انسائیکلو پیڈیاز ہوں تو اس قسم کی چھوٹی موٹی غلطیاں تو ہو ہی جاتی ہیں۔ اگر کسی صاحب علم سے یہ لفظ یوں نقل ہوا ہوتا تو ہم ضرور اسے طباعت کی غلطی پر محمول کرتے لیکن اصول حدیث کی الف باء سے ناواقف شخص کے بارے طباعت کی غلطی کی تاویل کرنے سے ہماری طبیعت اباء کرتی ہے۔ جناب شہزاد سلیم صاحب کا یہ مضمون المورد کے انگریزی رسالہ 'Rennaisance' کے فروری ۲۰۰۰ء کے شمارہ میں شائع ہوا ہے۔ شہزاد سلیم صاحب نے اپنے اس مضمون میں 'غریب' حدیث کو 'weak report' یعنی ضعیف روایت کہا ہے۔ اگر کسی مدرسے یا دارالعلوم کے شیخ الحدیث کے سامنے یہ علمی نکتہ رکھا جائے تو بجائے کسی تبصرہ کرنے کے ایسے محقق پر اس کی ہنسی نہ رکے۔ 'غریب' روایت کا صحت وضعف کے ساتھ کوئی تعلق ہے ہی نہیں۔ محدثین ہم تک پہنچنے کے اعتبار سے جب حدیث کی قسمیں

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیان کرتے ہیں تو پھر خبر متواتر' خبر واحد' مشہور' عزیز اور غریب کی اصطلاحات استعمال کرتے ہیں اور جب بات کسی حدیث کی قبولیت و عدم قبولیت کی ہوتی ہے تو پھر صحیح لذاتہ' صحیح لغیرہ' حسن لذاتہ' حسن لغیرہ' ضعیف' معلول' شاذ' مضطرب' مرسل' منقطع' معلق' معضل' منکر اور موضوع وغیرہ جیسی اصطلاحات استعمال کی جاتی ہیں۔

اس روایت کے 'غریب' ہونے کی وجہ جناب شہزاد سلیم صاحب کی یہ نادر تحقیق ہے کہ اس کی ابتدائی دو کڑیاں یعنی ابن شہاب زہری اور انس بن مالک صرف ایک ایک روای سے جڑی ہوئی ہیں۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ تو صحابی ہیں اور ابن شہاب' حدیث کے امام ہیں لہٰذا اگر یہ روایت غریب بھی ہو تو متعلقہ افراد کی جلالت علمی کی وجہ سے اس پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔

جہاں تک اس بات کا معاملہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جامع قراءات ہونے کا دعویٰ پہلے پچاس سالوں میں صرف انہی دو اشخاص نے کیا ہے تو یہ قطعاً درست نہیں ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جامع قراءات ہونے کی بیسیوں روایات موجود ہیں کہ جن میں پہلی دو کڑیوں میں ان دو اشخاص کا تذکرہ موجود نہیں ہے۔ ہمارا مقصود یہاں ان رِوایات کا احصاء کرنا نہیں ہے لیکن نمونے کے طور پر ہم دو روایات مع اسناد بیان کر دیتے ہیں تا کہ شہزاد سلیم صاحب اور ان کے خوشہ چیں جناب اَنور عباسی صاحب کے علم میں اضافہ ہو سکے۔

"أخبرنا أبو عبد الله الحافظ وأبو سعيد بن أبي عمرو قالا: حدثنا أبو العباس: محمد بن يعقوب حدثنا أحمد بن عبد الحميد الحارثي حدثنا الحسين يعني ابن علي الجعفي عن محمد بن أبان وهو زوج أخت حسين عن علقمة بن مرثد عن العيزار بن جرول عن سويد ابن غفلة عن علي قال: اختلف الناس في القرآن على عهد عثمان قال: فجعل الرجل يقول للرجل: قراءتي خير من قراءتك قال: فبلغ ذلك عثمان فجمعنا أصحاب رسول الله ﷺ فقال: إن الناس قد اختلفوا اليوم في القراءة وأنتم بين ظهرانيهم فقد رأيت إن أجمعهم على قراءة واحدة. قال: فأجمع، رأينا مع رأيه على ذلك. قال: وقال علي: "لو وليت مثل الذي ولي، لصنعت مثل الذي صنع."

[السنن الكبرى للبيهقي' كتاب الصلاة' باب الدليل على أن ما جمعته مصاحف الصحابة =؛ الشريعة للآجري' كتاب الإيمان و الصلاة بأن الجنة والنار مخلوقتان' باب ذكر اتباع علي بن أبي طالب ÷]

اس روایت میں نہ تو انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں اور نہ ہی ابن شہاب زہری رحمہ اللہ۔ ایک اور روایت کے الفاظ ہیں:

"حدثنا عبد الله قال: حدثني عمي قال: حدثنا أبو رجاء قال: أخبرنا إسرائيل عن أبي إسحاق عن مصعب بن سعيد قال: قام عثمان فخطب الناس فقال: أيها الناس عهدكم بنبيكم منذ ثلاث عشرة وأنتم تمترون في القرآن وتقولون قراءة أبي و قراءة عبد الله. يقول الرجل: وا! ما تقيم قراءتك فأعزم على كل رجل منكم ما كان معه من كتاب الله شيء لما جاء به، وكان الرجل يجيء بالورقة والأديم فيه القرآن حتى جمع من ذلك كثرة، ثم دخل عثمان فدعاهم رجلا رجلا، فناشدهم لسمعت رسول الله ﷺ وهو أملاه عليك؟ فيقول: نعم، فلما فرغ من ذلك عثمان قال: من أكتب الناس؟ قالوا: كاتب رسول الله ﷺ زيد بن ثابت قال: فأي الناس أعرب؟ قالوا: سعيد بن العاص قال عثمان: فليمل سعيد واليكتب زيد، فكتب زيد وكتب

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصاحف ففرقها في الناس فمسعت بعض أصحاب محمد يقول: قد أحسن .
[كتاب المصاحف' باب جمع عثمان ، كنز العمال۲/۵۸۴]

ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کے علاوہ ابو قلابہ بصری (متوفی ۱۰۴ھ) نے بھی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جامع قراءات ہونے کو نقل کیا ہے۔

[مشكل الآثار للطحاوي' باب بيان مشكل ما روي عن رسول الله ﷺ ؛ المقنع في رسم مصاحف الأمصار' باب ذكر من جمع القرآن في الصحف أولا ومن أدخله بين اللوحين]

❷ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس روایت کا کوئی بھی متن ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کی متنازع شخصیت کے بغیر موجود نہیں ہے۔ ہم اس دعویٰ کے رد میں اوپر دو ایسی احادیث نقل کر چکے ہیں جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جامع قراءات ہونے کو بیان کر رہی ہیں اور ان کی سند میں ابن شہاب زہری رحمہ اللہ موجود نہیں ہیں۔ امام الحدیث ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کو متنازع شخصیت ثابت کرنے کا اعتراض درحقیقت سلیم شہزاد صاحب کے استاذ جناب غامدی صاحب کا ہے اور جناب غامدی صاحب نے اپنے ایک من گھڑت فلسفے کو صحیح ثابت کرنے کے لیے ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کی شخصیت کو متنازع بنانے کی کوشش کی ہے جس کا مفصل جواب ہم ماہنامہ 'رُشد' جون ۲۰۰۹ء میں نقل کر چکے ہیں۔ انور عباسی صاحب اس کی طرف رجوع فرمالیں۔

❸ اس روایت پر ایک اعتراض یہ فرمایا گیا ہے کہ اس میں ایک راوی ابراہیم بن سعد رحمہ اللہ کی ابن شہاب زہری رحمہ اللہ سے ملاقات ممکن نہیں ہے کیونکہ ابراہیم بن سعد رحمہ اللہ مدینہ میں رہتے تھے اور امام زہری رحمہ اللہ 'ایلۃ' کے مقام پر' علاوہ ازیں ابن شہاب رحمہ اللہ کی وفات کے وقت ابراہیم بن سعد رحمہ اللہ کی عمر ۱۶ سال تھی۔

جناب محقق شہزاد سلیم صاحب نے اس کہانی کو ثابت کرنے کے لیے ابن حجر رحمہ اللہ کی کتاب 'تہذیب التہذیب' کی طرف اِشارہ کر دیا لیکن انہیں ابن حجر رحمہ اللہ کی عبارت نقل کرنے کی توفیق نہ ہوئی کیونکہ ابن حجر رحمہ اللہ کا موقف ان کی اس کہانی کے بالکل برعکس ہے۔ جناب شہزاد سلیم صاحب جس کتاب کے متفرق بیانات کو جوڑ کر ایک کہانی وضع کر رہے ہیں' اسی کتاب کے مصنف کی یہ رائے ہے کہ ابراہیم بن سعد رحمہ اللہ کی ابن شہاب زہری رحمہ اللہ سے ملاقات ثابت ہے۔ ابن حجر رحمہ اللہ نے ابراہیم بن سعد رحمہ اللہ کے ابن شہاب زہری رحمہ اللہ سے سماعت کی صراحت کی ہے۔ [تهذيب التهذيب :۹/۳۹۶] ابن حجر رحمہ اللہ تو کیا جمیع محدثین نے اس سماعت کی صراحت کی ہے سوائے جناب شہزاد سلیم صاحب اور ان کے خوشہ چیں محقق جناب انور عباسی صاحب کے۔ ابن عدی رحمہ اللہ کا قول ہے:

"وقال ابن عدي... وله أحاديث صالحة مستقيمة عن الزهري وغيره" [تهذيب التهذيب:۱/۱۰۷]

"وسئل أبو زكريا أيهم أحب إليك في الزهري إبراهيم بن سعد أو ابن أبي ذئب فقال إبراهيم: أحب إلي من أبي ذئب في الزهري" [سير أعلام النبلاء:۸/۳۰۶' مؤسسة الرسالة]

"قال عباس الدوري قلت ليحى بن معين: إبراهيم بن سعد أحب إليك في الزهري أو ليث ابن سعد؟ فقال: كلاهما ثقتان ." [تهذيب الكمال :۲/۹۱]

امام ذہبی رحمہ اللہ نے بھی ابراہیم بن سعد رحمہ اللہ کے ابن شہاب زہری رحمہ اللہ سے سماعت کی تصدیق کی ہے۔ [سير أعلام النبلاء:۸/۳۰۵] جناب شہزاد سلیم صاحب دعوے تو ایسے کر رہے ہیں جیسے امام ذہبی رحمہ اللہ اور ابن حجر رحمہ اللہ ان کے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شاگرد رہ چکے ہیں۔ شہزاد سلیم اور ان کی اندھی تقلید کرنے والے محقق جناب انور عباسی صاحب ابن عیینہ رحمہ اللہ (۱۰۷۔۱۹۸ھ) کے اس قول پر غور کریں:

"وقال ابن عيينة كنت عند ابن شهاب فجاء ابراهيم بن سعد فرفعه وأكرمه."

[تهذيب التهذيب:۱۰۶/۱]

ابن عیینہ رحمہ اللہ یہ کہتے ہیں کہ میرے سامنے ابراہیم بن سعد رحمہ اللہ اور ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کی ملاقات ہوئی اور جناب شہزاد سلیم صاحب یہ فرماتے ہیں کہ ان دونوں کی ملاقات آپس میں ناممکن ہے۔ فی زمانہ کسی صاحب کا ایسا دعویٰ معروف محدث ابن عیینہ رحمہ اللہ کے مقابلے میں قابل قبول ہوسکتا ہے لیکن صرف اس صورت جبکہ وہ یہ ثابت کر دیں کہ وہ ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کے پرسنل سیکرٹری رہ چکے ہیں اور ان کی تمام ملاقاتوں کی ڈائری بھی لکھتے تھے۔

شہزاد سلیم صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ ابن شہاب زہری 'ایلۃ' نامی مقام پر رہتے تھے۔ امام نووی رحمہ اللہ کے بقول ابن شہاب زہری رحمہ اللہ شروع میں شام میں مقام 'ایلۃ' کے رہائشی تھے۔ [تهذيب الأسماء: ۱۲۳' المكتبة الشاملة' الإصدار الثالث] اس کے بعد ان کا اکثر و بیشتر وقت مدینہ میں گزرا ہے' اسی لیے وہ مدنی کے لقب سے مشہور ہوئے لیکن علم کی تحصیل کے لیے دوسرے شہروں کے سفر بھی کرتے تھے۔ اپنی وفات سے کچھ دن پہلے ۱۲۴ھ میں وہ اپنے رشتہ داروں کے ہاں 'شغب و بدا' کی دو وادیوں کے پیچھے ایک مقام 'ادامی' یا 'ادم' پر منتقل ہو گئے تھے۔ معروف مؤرخ ابن سعد (متوفی ۲۳۰ھ) لکھتے ہیں:

"قال محمد بن عمر: ولد الزهري سنة ثمان وخمسين في آخر خلافة معاوية بن أبي سفيان وهي السنة التي ماتت فيها عائشة زوج النبي ﷺ وكان الزهري قد قدم في سنة أربع وعشرين مائة إلى أمواله بثلية بشغب وبدا فأقام فمرض هناك فمات فأوصى أن يدفن على قارعة الطريق ومات لسبع عشرة ليلة من شهر رمضان سنة أربع وعشرين ومائة وهو ابن خمس وسبعين سنة." [الطبقات الكبرى:۱۸۵/۱، تهذيب الأسماء:۱۲۴]

'شغب و بدا' کہاں واقع ہے؟ اس کے بارے مؤرخین کی معروف رائے یہی ہے کہ یہ مقام سرزمین حجاز کی آخری اور فلسطین کی ابتدائی زمین پر تھا اور یہیں ان کی وفات ہوئی۔ ابن سعد (متوفی ۲۳۰ھ) لکھتے ہیں:

"قال: وأخبرنا الحسين بن المتوكل العسقلاني قال: رأيت قبر الزهري بأدامي وهي خلف شغب وبدا وهي أول عمل فلسطين وآخر عمل الحجاز وبها ضيعة الزهري الذي كان فيها." [الطبقات الكبرى:۱۸۶/۱، تاريخ دمشق:۳۸۱/۵۵، سير أعلام النبلاء:۳۴۹/۵؛ وفيات الأعيان: ۱۷۸/۴؛ تهذيب الكمال:۴۴۲/۲۶]

پس ابن شہاب زہری رحمہ اللہ اور ابراہیم بن سعد دونوں مدینہ ہی میں تھے نہ کہ ایک 'ایلۃ' میں اور دوسرے مدینہ میں جیسا کہ شہزاد سلیم صاحب کا خیال ہے۔

❹ شہزاد سلیم صاحب نے چوتھا اعتراض یہ وارد کیا ہے کہ ابن حزم رحمہ اللہ کے بقول حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور تک لاکھوں مصاحف سلطنت عثمانیہ میں پھیل چکے تھے۔ ہمارا سوال یہ ہے کہ اگر چہ اس بات کو مان بھی لیا جائے کہ ابن حزم رحمہ اللہ نے ایسا کہا ہے تو کیا اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ قراءات کے اختلافات کے قائل نہیں تھے؟ جیسا کہ انور عباسی صاحب اپنے قارئین کو یہ تاثر دینا چاہتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واقعہ یہ ہے کہ ابن حزم رحمہ اللہ قراءات کے اختلافات کے قائل تھے انہوں نے امام کسائی رحمہ اللہ کی روایت کو قراءات ثابتہ میں شمار کیا ہے اور اس سے استدلال بھی کیا ہے۔ [المحلی : ۵/۱۰۷' دار الفکر] اسی طرح وہ قرآن کی تعریف میں متواتر قراءات کو بھی شامل مانتے ہیں۔ [الإحكام في أصول الأحكام' القاعدة الثانية' القسم الأول' الأصل الأول في تحقيق معنى الكتاب] امام ابن حزم رحمہ اللہ کا نقطہ نظر اصل میں یہ ہے کہ جمیع قراءات متواترہ اللہ کے رسول ﷺ سے ثابت ہیں اور ان کے مطابق مصاحف بلاد اسلامیہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے سے پہلے ہی پھیل چکے تھے اور جو اختلاف قراءات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور مابعد کے زمانوں میں سامنے آیا تو وہ بعض روافض کی شرارت ہے جنہوں نے متواتر قراءات کے منہج پر نئی نئی قراءات وضع کرنی شروع کر دی تھیں۔ یہ امام صاحب کا کل موقف ہے کہ جس کے ایک حصے کا پیوند جناب شہزاد سلیم صاحب نے اپنی تحقیق میں لگایا ہے اور پھر وہاں سے انور عباسی صاحب نے نقل کر لیا ہے۔ امام صاحب کا یہ موقف بہت طویل ہے اور اس کا اردو ترجمہ ماہنامہ 'رُشد' میں شائع ہو چکا ہے۔ جہاں سے ان کی بات کا آغاز ہوتا ہے' ہم وہاں سے کچھ حصہ نقل کر دیتے ہیں جس میں قطعی طور پر انہوں نے قرآن کی جمیع قراءات کو ثابت قرار دیا ہے۔ امام صاحب لکھتے ہیں:

"أما قولهم: إننا مختلفون في قراءة كتابنا فبعضنا يزيد حروفا وبعضنا يسقطها فليس هذا اختلافا بل هو اتفاق منا صحيح، لأن تلك الحروف وتلك القراءات كلها مبلغ بنقل الكواف إلى رسول الله ﷺ أنها نزلت عليه فأي تلك القراءات قرأنا فهي صحيحة وهي محصورة كلها مضبوطة معلومة لا زيادة فيها ولا نقص." [الفصل في الملل:۲/۶۴']

❺ پانچویں اعتراض کا جواب یہ ہے کہ نسخے بھجوانے کا ہی کام تو کیا گیا ہے لیکن بھیجنے سے پہلے سرکاری نسخہ تیار کیا گیا ہے اور پھر اس کی کاپیاں مختلف بلاد اسلامیہ میں بھجوا کر لوگوں کو اس سرکاری مصحف کے مطابق قراءت کا پابند کیا گیا ہے۔ جمع عثمانی سے پہلے بھی صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کے پاس ذاتی مصاحف تھے' اس سے تو انکار نہیں ہے لیکن ان مصاحف میں ایسی قراءات بھی موجود تھیں جو عرضۂ اخیرہ میں منسوخ ہو چکی تھیں یا آپ ﷺ کے بعض تفسیری نکات کو بھی بعض صحابہ قرآن سمجھ کر تلاوت کر رہے تھے یا بعض روافض نے بعض موضوع قراءات اللہ کے رسول ﷺ کی طرف منسوب کرنا شروع کر دی تھیں لہٰذا ان مصاحف کی درستگی بھی وقت کی ایک اہم ضرورت تھی اور اسی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک ایسا سرکاری نسخہ جاری فرمایا کہ جس میں منسوخ قراءات اور تفسیری نکات کے علاوہ مروی صحیح قراءات کو رسم میں جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھیں کہ کسی اسلامی ملک میں کثرت سے قرآن شائع ہو رہے ہوں اور مختلف کمپنیوں نے جو قرآن شائع کیے ہوں' ان میں طباعت کی غلطیاں ہوں یا رسم کے اختلافات ہوں تو اسلامی مملکت اگر سرکاری نسخہ تیار کر کے لوگوں کو اس کے مطابق قراءت کا پابند کرے تو اس میں غلطی یا ناممکن ہونے کا کیا پہلو نکلتا ہے۔ ایسا تو ۱۴ صدیوں بعد آج بھی ہو رہا ہے۔ سعودی عرب اور مصر میں طبع شدہ مصاحف میں اغلاط کی کثرت کی وجہ سے پرائیویٹ کمپنیوں اور اداروں پر مصحف شائع کرنے کی پابندی عائد کر دی گئی ہے۔

❻ جناب شہزاد سلیم صاحب کو تعجب اس بات پر ہو رہا ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ قریشی نہیں تھے لیکن پھر بھی ان پر قریش کی زبان میں قرآن لکھنے کی ذمہ داری عائد کی گئی ہے۔ اردو اور انگریزی مصادر سے استفادہ کے نتیجے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں وجود میں آنے والے معاصر محققین پر نقد اس لحاظ سے بھی بہت مشکل ہو جاتی ہے کہ ناقد کو یہ سمجھ نہیں آتی کہ ان کی کس کس چیز کی اصلاح کرے۔ اگر کوئی صاحب علم غلطی کرے تو اس کی اصلاح کرنا بہت آسان ہوتا ہے کیونکہ وہ اس فن کے بنیادی مقدمات سے واقف ہوتا ہے۔ جب کسی محقق صاحب کو کسی فن کی الف باء کا ہی علم نہ ہو تو اس کی اصلاح کرنا ایک بڑا ہی صبر آزما مرحلہ ہوتا ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ جمع عثمانی میں صرف حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو لکھنے کا حکم دو وجوہات سے دیا گیا تھا ایک تو وہ کاتب رسول ﷺ تھے۔ [صحيح البخاري، كتاب فضائل القرآن، باب كاتب النبي ﷺ] اور دوسرا وہ اہل عرب میں کتابت میں سب سے زیادہ ماہر تھے۔ لہٰذا کتابت کی ذمہ داری حضرت زید رضی اللہ عنہ پر تھی اور انہیں املاء حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کرواتے تھے کیوں کہ وہ أفصح اللسان تھے۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جمع قرآن سے پہلے لوگوں سے سوال کیا:

"أي الناس أفصح؟ قالوا: سعيد بن العاص، ثم قال: أي الناس أكتب؟ قالوا: زيد بن ثابت. قال: فليكتب زيد واليملل سعيد." [كتاب المصاحف، باب جمع عثمان المصاحف]

اب کتابت اور املاء میں فرق تو آنجناب کے ہاں ضرور واضح ہوگا۔ قرآن لکھنا کیسے ہے؟ یہ تو قریشی صحابہ رضی اللہ عنہم نے طے کرنا تھا لیکن لکھنا کس نے ہے؟ یہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ تھے۔ دور کیوں جاتے ہیں ہم بھی تو اپنی ہدایات کے مطابق آخر بینرز، اشتہارات، کتبے اور بل بورڈز وغیرہ لکھواتے ہی ہیں تو کیا ہمارے اور کاتب کے مابین کوئی فرق نہیں ہوتا۔ لیکن یہ واضح رہے کہ ہمارے کاتب عموماً جہلاء ہوتے ہیں لیکن حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کاتب ہونے کے ساتھ ماہر قاری قرآن اور عالم بھی تھے۔

دوسرا اعتراض جناب شہزاد سلیم صاحب نے یہ کیا ہے کہ قرآن، اسی نسخہ سے نقل کیا جانا تھا جو پہلے سے موجود تھا تو فرق یا اختلاف پیدا ہی نہیں ہوسکتا تھا کیونکہ وہ تو لکھا ہی قریش کی زبان میں گیا تھا جو خود حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہی نے لکھا تھا اور پھر کوئی کمیٹی بنانے کی ضرورت کس طرح پیش آ گئی کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی تصحیح کی جا سکے کیونکہ اصل نسخہ بھی تو ان ہی کا لکھا ہوا تھا اور اب تو وہ محض اس کی صرف نقل کر رہے تھے۔

اس کے بارے ہماری عرض یہ ہے کہ جمع عثمانی میں کتابت کا کام ایک مستقل کام تھا، یہ جمع ابو بکر رضی اللہ عنہ سے نقل نہیں تھی بلکہ اس سے مراجعت تھی۔ اسی لیے ابن جریر طبری رحمہ اللہ کی بیان کردہ روایت کے مطابق حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ جب قرآن لکھ کر فارغ ہو گئے تو انہوں نے اس کی مراجعت فرمائی اور اس میں سورۃ اَحزاب کی آیت مبارکہ ﴿ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عٰهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ﴾ [الأحزاب:٢٣] غائب پائی تو مہاجرین اور انصار میں تلاش کے بعد خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس مل گئی۔ اب دوسری دفعہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس مصحف کی مراجعت فرمائی تو سورہ توبہ کی آخری دو آیات ﴿ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ ﴾ [التوبة:١٢٨] کے بارے انہیں احساس ہوا کہ وہ بھی غائب ہیں۔ اب ان کی تلاش شروع ہوئی تو یہ آیات ایک اور انصاری صحابی حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے ملی۔ اب حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے تیسری مرتبہ مراجعت فرمائی تو انہیں یہ احساس ہوا کہ اب کوئی آیت باقی نہیں رہ گئی ہے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے صحف ابی بکر منگوائے اور جمع ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس مصحف کی مراجعت فرمائی گئی تو دونوں میں کہیں بھی کوئی اختلاف نہ تھا۔ [مقدمة تفسير طبري:١/٦٠، ٦١] صحیح بخاری کی روایت اجمالی ہے اور درحقیقت اس چوتھی مراجعت کو مجازاً 'نسخ' کے الفاظ سے بیان کر رہی ہے۔ اس موضوع پر تفصیلی مطالعہ کے لیے رشد کے اسی شمارہ میں قاری فہد اللہ صاحب کے مضمون بعنوان "جمع عثمانی روایات کے تناظر میں" کا مطالعہ فرمائیں۔ خلاصہ کلام یہی ہے کہ جس شخص کو عربی کے دو لفظ صحیح طرح سے نہ پڑھنے آتے ہوں، یا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ علوم اسلامیہ کی الف باء سے بھی واقف نہ ہو سوائے چند ترجمہ شدہ کتابوں اور انگلش آرٹیکلز سے استفادہ کے' اسے قرآن جیسے نازک موضوع پر گفتگو کرنے سے ڈرنا چاہیے۔ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا جس میں ایسے جہلاء پیدا ہوں گے جنہیں دینی علوم میں تو رسوخ نہ ہو گا لیکن اپنی معاشرتی حیثیت (social status) کی وجہ سے لوگوں میں نمایاں ہوں گے۔ یہ جہلاء بغیر علم کے تحقیق کریں گے اور خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ آپ ﷺ کے الفاظ ہیں:

«اِتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوْسًا جُهَّالًا' فَسُئِلُوْا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ' فَضَلُّوْا وَأَضَلُّوْا» . [صحیح البخاری:۱۰۰]

''لوگ جہلا کو اپنا بڑا بنالیں گے اور ان جاہلوں سے سوال کیا جائے گا تو وہ بغیر علم کے فتوے جاری کریں گے۔ پس خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔''

آخر میں ہم پھر وہی سوالات دہرائیں گے جو ہر منکر قراءت پر ایک قرض ہیں اور ہر منکر قراءت ان کا جواب دینے سے بدکتا ہے۔ اور جب تک قراءات پر ناقدانہ تحقیقی مضمون میں ان سوالات کا جواب نہیں آجاتا اس وقت تک اس مضمون کو تحقیقی کہنا تحقیق کی توہین ہے کیونکہ بنیادی مسئلہ تو وہیں کا وہیں موجود ہے۔ سوالات یہ ہیں کہ

کیا کروڑوں مسلمانوں کے پڑھنے سے بھی کوئی چیز مثلاً روایت ورش قرآن ثابت نہیں ہوتی؟ اگر نہیں تو روایت حفص کیا صرف اس بنیاد پر قرآن ثابت ہو جاتی ہے کہ اسے کروڑوں مسلمان پڑھتے ہیں؟

کیا کروڑوں مسلمان غلط قرآن پڑھ سکتے ہیں؟ اگر ہاں! تو ﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ إِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ ﴾ [الحجر:۹] کے کیا معنی ہوئے؟

صدیوں سے قرآنی مصاحف مختلف قراءات کے مطابق لکھے جا رہے ہیں اور اب تو پہلی اور دوسری صدی ہجری کے بھی بعض مصاحف ملے ہیں کہ جن میں مختلف قراءات کے مطابق رسم موجود ہے' اس موضوع پر رشد کے اسی شمارے میں میرے مضمون 'قدیم مصاحف قرآنیہ' کا مطالعہ فرمائیں۔ کیا چودہ صدیوں میں غیر قرآن کو مسلمان بطور قرآن لکھتے رہے' شائع کرتے رہے' نماز اور غیر نماز میں پڑھتے رہے' اپنے بچوں کو حفظ کرواتے رہے' اس کے مطابق تفسیر مثلاً کشاف اور جلالین وغیرہ کے نسخے شائع ہوتے رہے لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کی حفاظت کے لیے کوئی اقدام نہ فرمایا؟

کیا اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کا ذمہ صرف ۱۲۴ر سال کے لیے لیا تھا اور ابن شہاب زہری رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۴ھ) کے بعد قرآن غیر محفوظ ہو گیا تھا؟

قرآن کے بطور قرآن ثابت ہونے کا معیار کیا ہے؟ کیا قرآن (روایت حفص) کے بطور قرآن ثابت ہونے کے معیار پر روایت ورش' روایت قالون اور روایت دوری پوری نہیں اترتیں؟

کیا قاری کی تعلیم کے بغیر لکھے ہوئے قرآن کو پڑھنے میں دو بندوں کا اتفاق ممکن ہے؟ اگر نہیں تو قرآن میں اصل نقل ہوئی یا کتابت؟ اگر نقل ہے تو پھر قراء پر قرآن (روایت حفص) کے معاملے میں اعتماد اور قراءات کے قبول کرنے میں عدم اعتماد کا دوہرا معیار کیوں؟

کیا قراءات اپنے ثبوت کے لیے سبعہ اَحرف کی حدیث کی محتاج ہیں؟ اگر نہیں تو صرف سبعہ اَحرف کے معنی و مفہوم متعین نہ ہونے کی بنا پر قراءات کا انکار کیوں؟ اور قرآن کی کسی آیت کے معنی و مفہوم میں مسلمانوں کا اتفاق نہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتو اس کا انکار کیوں نہیں کیا جاتا؟

کیا ہمارے تمام مفسرین قرآن سے جاہل تھے جو قراءات کو بطور قرآن تفاسیر میں نقل کرتے رہے؟ (تفصیل کے لیے دیکھیے شمارہ ہذا ص ۲۲ پر قاری عمر فاروقی کا مضمون 'احادیث مبارکہ میں روایت حفص کے علاوہ دیگر متواتر روایات)

حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، اہل الحدیث اور اہل الظاہر سب قراءات کے قائل ہیں تو ان کے علاوہ اُمت رہ کیا جاتی ہے جو قراءات کی قائل نہیں ہے؟

کیا اللہ تعالیٰ نے 'فتنہ عجم' کو امت مسلمہ میں اتنا عام کر دیا کہ کیا خواص اور کیا عوام، سب ہی اسے چودہ صدیوں سے قرآن سمجھ کر پڑھ رہے ہیں؟

کیا مراکش، لیبیا، تیونس، الجزائر، موریطانیہ، سوڈان، صومالیہ، یمن، مغربی ممالک اور براعظم افریقہ کے کروڑوں مسلمان اُمت مسلمہ میں شامل نہیں ہیں؟ اگر ہیں تو وہ تو اس قرآن (روایت حفص) کی تلاوت نہیں کرتے؟ بلکہ قراءات (روایت ورش، قالون اور دوری) کی تلاوت کرتے ہیں۔

کیا عالم عرب وعجم کے تمام معروف قراء کی مختلف 'قراءات' میں آڈیو اور ویڈیو کیسٹس مشرق ومغرب میں عام نہیں ہیں؟ کیا عامۃ الناس ان قراءات کو نہیں سنتے؟ کیا رمضان کے مہینے میں حرم مدنی میں لاکھوں افراد مختلف قراءات میں قرآن نہیں سنتے؟

کیا سعودیہ، مراکش، لیبیا، سوڈان، موریطانیہ، الجزائر، تیونس اور افریقہ وغیرہ کی مسلمان حکومتوں نے اپنی سرپرستی میں لاکھوں مصاحف قراءات میں شائع نہیں کروائے؟

کیا عالم اِسلام کا دنیا بھر میں قرآن کی طباعت واشاعت کا معتبر ومستند ترین اِدارہ 'مجمع الملك فهد' لاکھوں کی تعداد میں روایت ورش، روایت قالون اور روایت دوری میں مصاحف شائع نہیں کر رہا؟

اگر یہ سب کچھ ہو رہا ہے اور صدیوں سے ہو رہا ہے اور مسلمانوں میں عامۃ الناس ہی نہیں بلکہ ان کے اَرباب اہل حل وعقد اور اَصحاب علم وفضل بالاتفاق ایسا کر رہے ہیں تو قرآن کی حفاظت کے چہ معنی دارد؟

قراءات کا اِنکار صفاتِ الٰہی کا اِنکار ہے

قراءات کا اِنکار درحقیقت اللہ کی صفات اِنکار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جابجا اپنی ذات کو 'شهيد، عليم، خبير، قدير، بصير، مهيمن، مؤمن، عزيز، مقتدر، ملك، لطيف اور قادر وغیرہ جیسی صفات سے متصف کیا ہے۔ اگر اللہ کی ذات علیم و خبیر اور شہید و بصیر ہے تو اس کے علم میں لازماً یہ بات ہونی چاہیے کہ اُمت محمدیہ ﷺ نے اپنی طرف سے قرآن گھڑ کر اللہ کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ جب اللہ کی صفت علم و شہادت میں یہ بات موجود ہے کہ اُمت مسلمہ نے کتنا بڑا جرم کیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کی حفاظت کے سلسلے میں ہر صدی میں قراءات کی سینکڑوں کتابوں کے لکھے جانے اور ہر سال ہزاروں قاریوں کی پیدائش کے سلسلہ کو روکنے کے لیے اب تک کیا کیا ہے؟ کیا معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ چودہ صدیوں سے ان قاریوں کے آگے اتنے بے بس رہے ہیں کہ اس کا فیصلہ نہ کر سکے کہ قاری اس کی طرف قرآن گھڑ کر منسوب کرنا چھوڑ دیں؟

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ کی صفات میں سے ایک صفت 'مھیمن' بھی ہے یعنی وہ اپنی مخلوق اور اپنے بھیجے ہوئے دین کا نگران بھی ہے۔ اگر چودہ صدیوں سے مدارس میں کروڑوں مسلمانوں نے قراءات پڑھی یا پڑھائی ہیں یا لاکھوں مصاحف مختلف قراءات میں شائع ہوئے ہیں یا ہو رہے ہیں یا بیسیوں مسلمان ممالک میں قراءات کو عوامی مقبولیت اور تلقی بالقبول حاصل ہے تو پھر بھی یہ دعویٰ کرنا کہ یہ قراءات' قرآن کے نام پر جھوٹ ہے' کیا اللہ کی صفت 'مھیمن' کا انکار نہیں ہے؟ مروّجہ قراءات کا اِنکار کیا اس بات کا اقرار نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ معاذ اللہ! اپنی آخری کتاب کی حفاظت میں قاریوں کے مقابلے میں مجبور ہیں۔ یعنی اللہ کے نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے نام پر قرآن گھڑا گیا اور اُمت میں عام بھی ہو گیا اور چند ایک لوگوں کے سوا اُمت کے خاص و عام نے اسے قبول بھی کر لیا۔ کیا عجیب تماشا ہے؟ اور اس فکر کی ندرت پر ذرا غور کریں۔

اسی طرح قراءات کا اِنکار اللہ تعالیٰ کی صفت قدرت کا بھی اِنکار ہے۔ اِرشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِينَ﴾ [الحاقہ: ۴۴، ۴۷]

"اور اے نبی ﷺ! اگر آپ بعض اقوال گھڑ کر ہماری طرف (بطور قرآن) منسوب کر دیتے تو ہم آپ ﷺ کا داہنا ہاتھ پکڑتے اور پھر ہم آپ کی شاہ رگ کاٹ دیتے اور پھر تم (مشرکین) میں سے کوئی ایک بھی آپ کو ہم سے بچانے والا نہ ہوتا"

اللہ کے رسول ﷺ کہ جن پر قرآن نازل ہو رہا تھا' ان کے بارے اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرما رہے ہیں کہ بفرض محال اگر وہ بھی قرآن گھڑ کر ہماری طرف منسوب کریں تو ہم ان کو بھی جان سے مار ڈالیں گے اور اللہ کے مقابلے میں ان کی مدد کرنے والا کوئی نہ ہو گا تو قاریوں کی کیا مجال ہے کہ وہ قراءات کے نام پر قرآن گھڑیں اور اللہ کے عذاب سے محفوظ رہیں۔ بلکہ یہاں تو معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے جو لوگ قراءات کو مانتے ہیں اور منکرین قراءات کے بقول اللہ پر جھوٹ گھڑتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اپنے گھر یعنی حرمین شریفین کی امامت نصیب فرماتے ہیں۔ پچھلی چودھوی صدیوں کی طرح آج بھی ائمہ حرم ایک سے قراءاتِ سبعہ عشرہ کے قائل ہیں اور ان میں بعض ایک تو حرمین میں ہی نمازوں میں ان قراءات کی تلاوت بھی کرتے ہیں۔ نقل کفر کفر نہ باشد! منکرین قراءات اپنے خدا کی بے بسی کا ذرا اندازہ تو لگائیں کہ ان کے خدا کے گھر میں ان قاریوں کو امامت حاصل ہے جو ان کے بقول قرآن گھڑ کر اللہ کی طرف منسوب کر رہے ہیں اور نہ صرف منسوب کر رہے ہیں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں اپنی مہریں لگا کر ان قراءات کو 'مجمع ملك الفهد' کی زیر سرپرستی قرآنی مصاحف کے نام پر شائع بھی کر رہے ہیں اور مسجد نبوی میں ان قرائات میں نماز بھی پڑھا رہے ہیں۔ فیا للعجب!

اللہ تعالیٰ ان قاریوں کی شاہ رگ کاٹنے کی بجائے اُمت مسلمہ میں ان کی عزت واحترام میں اِضافہ فرمائیں' اُمت کے بچوں کا اُستاذ' ان کی نمازوں کا امام اور اسلامی معاشروں کا مقتدا بنائیں۔ کیا معاذ اللہ! اللہ کی صفت قدرت میں کمی واقع ہو گئی جو وہ قاریوں سے بدلہ لینے سے قاصر آ گئے ہیں؟

اسی طرح اللہ کی بقیہ صفات کو بھی لے لیں اور ان پر غور کریں تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قراءات کا اِنکار در اصل اللہ کی صفات کا اِنکار ہے اور ایک ایسے خدا کو ماننا ہے جو اس دنیا سے بے نیاز اور بے خبر اندھی بہری ایک مجرد ہستی کا نام ہے جس میں فلاسفہ کے بقول کسی مثبت صفت کا وجود نہیں ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمران اسلم ☆

سید سلیم شاہ کے مزعومہ تضادات کا جائزہ

تاریخ اِسلامی کے تمام اَدوار اس بات کے شاہد ہیں کہ شریعتِ اِسلامیہ کے بہت سے مسائل اَیسے ہیں جن پر اہل علم حضرات ایک دوسرے سے مختلف آراء کا اِظہار کرتے رہے ہیں۔ اور یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مابعد اَدوار کے تمام لوگ اس اختلاف کو علمی اَنداز میں قبول کرتے اور کتاب وسنت سے قریب تر مؤقف کو اَپنانے میں کسی قسم کی پس وپیش کو خاطر میں نہیں لاتے رہے۔لیکن موجودہ دور میں ایک ایسے تجدد پسند طبقے کا ظہور ہوا جس نے اس علمی اختلاف کو اپنی مکروہ خواہشات کے تانے بانے بننے کے لیے اِستعمال کیا۔ اورتو اور ایسے ڈھیروں مسائل پر بھی تجدد پسندی کی چادر اوڑھا دی گئی جن پر صدیوں سے پوری اُمت متفقہ طور پر عمل کرتی آئی ہے۔

انہی مباحث میں سے ایک 'تعدد قراءات' کے نام سے جانا جاتا ہے۔دنیا بھر کے کروڑہا مسلمان قرآن کریم کی ایک سے زیادہ قراءات کو من وعن تسلیم کرتے اور ان کے پڑھنے پڑھانے میں مشغول ہیں۔ برصغیر پاک وہند میں یہ موضوع عوامی سطح سے ذرا بلند ہے اَلبتہ علمی حلقے علم قراءات کے تمام مباحث سے آشنا ہیں اس اَمر کی شدید ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ اس اَہم ترین موضوع کو عوام تک رسائی بھی دی جائے لہٰذا اَراکینِ رُشد نے اس کا بیڑہ اٹھایا۔ دیگر اَہل علم حضرات کے تعاون اور اَراکین رشد کی انتھک محنت کی تیسری کڑی 'رُشد قراءات نمبر سوم' کی صورت میں آپ کے سامنے ہے۔رُشد کے اس کام کو جہاں بہت سے عوامی اور علمی حلقوں کی جانب سے داد وتحسین موصول ہوئی وہیں 'تعدد قراءات' کو فتنۂ عجم قرار دینے والوں کی سٹی بھی گم گئی کہ اس قدر بھاری بھرکم اور ناقابل تردید دلائل سے جان چھڑائی جائے تو کیسے؟ لہٰذا جب تمام تر کوشش کے بعد بھی ان کا کوئی جواب نہ بن پایا تو اِنتہائی بھونڈے طریقے سے 'رشد' میں اغلاط اور تضادات کا خارزار دکھا کر غم غلط کرنے کی کوشش کی گئی۔

یہی کہا تھا، میری آنکھ دیکھ سکتی ہے کہ مجھ پہ ٹوٹ پڑا سارا شہر نابینا

'رشد قراءات نمبر' کو دیکھ کر آپے سے باہر ہونے والوں میں سے ایک نام سید سلیم شاہ صاحب کا ہے، جنہوں نے 'رشد' کی غوطہ زَنی کے بعد اس کی ڈھیروں 'اَغلاط' کی نشاندہی کی ہے ان کی گرانقدر آراء کا بوجھ ماہنامہ 'طلوعِ اسلام' کے شمارہ جنوری ۲۰۱۰ء نے اُٹھایا ہے۔سید صاحب 'رشد' کے دو قراءات نمبر دیکھ کر کافی غصے میں دکھائی دیتے ہیں اور اِن بھاری بھرکم جلدوں کو 'علمی رعب ودبدبہ' کا نام دے رہے ہیں۔ بہر حال جو کچھ بھی ہے 'رُشد' نے تو اتمام حجت کرتے ہوئے 'رشد وہدایت' کی طرف دعوت دے دی ہے، اب آپ کی مرضی چاہیں تو اس سے سرفراز ہوں یا 'علمی رعب ودبدبے' کا نام دے کر اپنے دل کو تسلی دینے کی راہ نکالیں۔

① سید صاحب سبعہ اَحرف میں نزول قرآن میں سہولت کس کے لیے تھی اِس سلسلے میں 'رُشد' کی آراء پر اظہار کرتے

☆ فاضل کلیۃ القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ ورکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے لکھتے ہیں کہ بخاری شریف کی اس حدیث کا مفہوم ماضی بعید میں تو معلوم نہ ہو سکا تھا، تاہم ماہنامہ 'رُشد' نے جو ہماری راہنمائی فرمائی ہے وہ درج ذیل ہے:

- حمزہ صاحب کا خیال ہے کہ ''عربی زبان کے حوالے سے لوگوں کو یہ مشکل پیدا ہوئی تھی اور یہ مشکل تا قیامت اَہل عرب کے لیے ہی باقی ہے.....''
- جبکہ دوسری جگہ رقمطراز ہیں کہ ''اس مشقت کے حوالے سے آسانی کی وجہ صحابہ رضی اللہ عنہم بنے لیکن وہ آسانی صرف صحابہ کے لیے نہیں ہے بلکہ قیامت تک کے تمام لوگوں کے لیے ہے۔''
- آگے ایک جگہ پر حمزہ صاحب پھر لکھتے ہیں کہ ''قرآن کریم چونکہ عربی زبان میں نازل ہوا ہے، اس لیے قرآن مجید میں عربی زبان کے حوالے سے کوئی مشکل کا اِحساس پایا جائے اور اس مشکل کے اِعتبار سے کچھ سہولت دے جائے تو اس حوالے سے خاص اَہل عرب کے لیے ہی اس مشقت کا اِزالہ کیا جائے گا۔''
- ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب بھی کہتے ہیں کہ ''یہ سہولت پوری اُمت کے لیے تھی۔''
- ڈاکٹر عبدالعزیز القاری بھی اسی قسم کے خیالات رکھتے ہیں۔

سید صاحب نے کافی جانفشانی کے بعد 'رُشد' میں سے اَیسی عبارتیں ڈھونڈ ماری ہیں جن کو اگر سیاق وسباق سے ہٹا کر پیش کیا جائے تو ان میں باہم تضاد نظر آتا ہے، لیکن حقیقتاً ایسا کچھ نہیں ہے۔ طوالت سے بچتے ہوئے ہم اُن تمام عبارتوں کو نقل کرنے کے بجائے صرف اِس قدر وضاحت کرتے چلیں کہ سبعہ اَحرف پر نزول قرآن کی حکمت پوری اُمت کے لیے آسانی اور سہولت کے طور پر تھی لیکن اس کی وجہ وہ مشقت بنی جو اہل عرب کو بعض الفاظ بولنے میں درپیش تھی۔ اب اَصلاً مشقت تو اہل عرب کی دور ہوئی لیکن سہولت قیامت تک کے تمام لوگوں کو فراہم ہوگئی۔ اس سلسلے میں وارد شدہ بیشتر اَحادیث کی رو سے بھی یہی اَندازہ ہوتا ہے کہ یہ آسانی اور سہولت پوری اُمت کے لیے ہے اور رسول اللہ ﷺ کا اپنی اُمت کے لیے سہولت کا مطالبہ کرنے کا سبب تو اہل عرب ہیں البتہ عمومی طور پر پوری اُمت کے لیے سہولت ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت ملاحظہ ہو:

عن أبي بن كعب أن النبى ﷺ كان عند أضاءة بني غفار فأتاه جبريل فقال: «إِنَّ اللهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تُقْرِئَ أُمَّتَكَ عَلٰى حَرْفٍ. قال:«أَسْأَلُ اللهَ مُعَافَاتَهُ وَمَغْفِرَتَهُ إِنَّ أُمَّتِي لَا تُطِيْقُ ذٰلِكَ». ثم أتاه الثانية فذكر نحو هذا، حتى بلغ سبعة أحرف. قال«إِنَّ اللهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تُقْرِئَ أُمَّتَكَ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَأَيُّمَا حَرْفٍ قَرَءُوْا عَلَيْهِ فَقَدْ أَصَابُوْا». [سنن أبى داؤد: ۱۴۷۸]

''حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی ﷺ اَضاءۃ بنی غفار کے پاس تھے آپ ﷺ کے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور کہا یقیناً اللہ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ اپنی اُمت کو ایک حرف پر قرآن پڑھائیے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں اللہ سے معافی اور بخشش کا سوال کرتا ہوں، میری اُمت اس (ایک حرف) پر پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتی۔'' سیدنا جبریل علیہ السلام دوسری مرتبہ پھر آئے اور ویسا ہی ذکر کیا یہاں تک کہ سات حروف تک بات پہنچ گئی۔ (جبریل علیہ السلام) کہتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ اپنی امت کو سات حروف پر پڑھائی تو جو بھی وہ حرف پڑھیں گے درستگی کو پالیں گے۔''

مختلف قراءات کا نزول مختلف عربی لہجات کے پیش نظر ہوا ہے اور یہ عربی لہجات اَہل عرب کے اَندر تھے، اہل عجم

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا ان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تھا، اور اہل عرب کے اَندر ہی یہ مشکل تھی کہ ایک لہجے کا پابند اگر دوسرے لہجے والے کو کیا جاتا تو اس کے لیے اس لہجے کو اختیار کرنا مشکل سمجھا جاتا تھا چنانچہ اس میں اہل عرب کو گنجائش دے دی گئی۔

جبکہ اہل عرب کے علاوہ تمام عجم جو لہجہ بھی اِختیار کریں گے وہ انہیں تکلفاً سیکھنا پڑے گا۔ لہٰذا ذکر کردہ تمام عبارات کو سیاق و سباق کے ساتھ پڑھا جائے تو حقیقتاً اَندازہ ہوگا کہ مشقت کا اِزالہ تو اَہل عرب سے ہوا لیکن سہولت سے مستفید پوری اُمت ہوگی۔

② رشد میں بیان کردہ سبعہ احرف سے متعلقہ مختلف آراء کو سید صاحب نے عجب رنگ دیا ہے۔ کہتے ہیں:

- حمزہ صاحب اسے لہجات کا اِختلاف قرار دیتے ہیں۔
- ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب نے ابن جریر طبری کے حوالہ سے قبائل عرب کی سات لغات مراد لی ہیں۔
- محمد فیروز الدین شاہ صاحب کا کہنا ہے کہ یہ لغات ولہجات نہیں تھے۔

اس سب اِختلاف کو درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر 'سبعہ اَحرف' کے مفہوم میں متقدمین میں اختلاف تھا تو 'رُشد' نے آ کر کیا خاص کارنامہ سرانجام دیا؟ اگر اس مسئلے کو حل کیا ہوتا تو کیا بات تھی 'رُشد' کے مطالعے سے ہمیں تو یہی معلوم ہوا کہ: ان تمام حقائق کے باوجود جب اس سلسلے میں وارد ہونے والی جملہ اَحادیث کا بغور مطالعہ کیا جائے تو ایسی کوئی عبارت ہمیں دستیاب نہیں ہوئی جو 'سبعہ اَحرف' کی ایسی کامل اور شافی تفسیر کر دے جس سے نزاع ختم اور اختلاف کے دروازے بند ہو جائیں۔

[رشد ۱/۱۲۳]

سبعہ اَحرف والی حدیث کے بارے میں پینتیس اَقوال ہوں یا چالیس ان سب پر 'رُشد' کا ایک یہی قول بھاری ہے۔ اَب جبکہ اس چیستاں کا کوئی ایسا معقول مفہوم دریافت ہی نہیں ہو سکا تو 'اہل رُشد' کی مرضی ہے کہ اس پر تمام عمر آپس میں یا کسی پر منکر حدیث کا لیبل لگا کر سر پھٹول کرتے پھریں۔''

سید صاحب نے ان عبارات کو ایک دوسرے کے مقابل پیش کر کے جو طوفان برپا کیا ہے اور اپنے تئیں جو بہت دور کی کوڑی لائے ہیں اس کے جواب میں ہم اتنا ہی کہیں گے کہ سبعہ اَحرف کے مفہوم میں بیان کیا جانے والا تمام کا تمام اختلاف لفظی ہے جس کا عشرہ قراءات کے ساتھ تعلق اِضافی ہے۔ جو سبعہ اَحرف سے مراد لغات لیتے ہیں وہ بھی عشرہ قراءات کو مانتے ہیں۔ جو لہجات مراد لیتے ہیں وہ بھی عشرہ قراءات کے قائل ہیں اور جو سبعہ سے اس کے علاوہ کوئی اور مفہوم مراد لیتے ہیں وہ بھی اُنہیں من وعن تسلیم کرتے ہیں مسئلہ تو صرف وابستگان 'اِشراق' اور 'طلوع اِسلام' کا ہے جو اس راعی جتنے اختلاف کو پہاڑ بنانے پر تلے ہیں۔ بصد ادب عرض ہے کہ سید صاحب! سبعہ اَحرف میں بیان کیا جانے والا اختلاف ہمیں دل و جان سے قبول ہے لیکن اس حوالے سے 'رُشد' نے جو کارنامہ سرانجام دیا ہے وہ اسی شمارے میں حافظ فہداللہ مراد صاحب کا وہ مضمون ہے جس میں اس سے متعلقہ تمام اِشکالات کو دور کرتے ہوئے سبعہ اَحرف کا حقیقی مفہوم واضح کیا گیا ہے۔ ہم آپ کے زیر بارِ احسان ہوں گے کہ 'طلوع اِسلام' کی بغل سے نکلیں اور غیر جانبداری سے اس مضمون کا مطالعہ کر ڈالیں امکان ہے اس 'چیستاں کا معقول مفہوم' سمجھنے میں مشکل نہیں ہوگی۔

حدیث سبعہ اَحرف سے متعلقہ اَب تک جو اختلاف سامنے آیا ہے وابستگان علم تو اسے ایک علمی اختلاف قرار دیتے ہیں اور علمی انداز ہی میں اسے حل کرنے کے لیے کوشاں ہیں لیکن جناب مصر ہیں کہ حمزہ صاحب اسے لہجات

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا اختلاف قرار دیتے ہیں ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب لغات کا جبکہ فیروز الدین شاہ صاحب کہتے ہیں کہ یہ لغات ولہجات نہیں تھے۔تو شاہ صاحب آپ ایک بار پھر رُشد پر سرسری نظر دوڑائیے جس میں صفحہ نمبر ۲۶۸ اور ۲۷۳ پر آپ کو ڈاکٹر حمزہ مدنی صاحب کا لہجات کے بجائے لغات کا مؤقف بھی مل جائے گا اسی طرح رُشد: ۱/۲۶۹، ۲۷۰ پر اُنہوں نے اس کے لیے لغت ولہجہ دونوں لفظ اِستعمال کیے ہیں۔مطلب یہ کہ آپ اُسے لغات کا اختلاف قرار دیں، لہجات کا اِختلاف قرار دیں یا پھر دونوں سے ہٹ کر کوئی اور اِختلاف اس سے عشرہ قراءات پر کوئی حرف نہیں آتا۔

جہاں تک آپ نے عبدالعزیز القاری صاحب کے مضمون کا ایک جملہ نقل کیا ہے کہ 'حدیث سبعہ اَحرف کی ایسی کامل اور شافی تفسیر نہیں کی جاسکتی جس سے نزاع ختم اور اختلاف کے دروازے بن ہو جائیں۔'

اگر ہم عبدالعزیز القاری صاحب کی اس سے ملحقہ مکمل عبارت نقل کریں تو احساس ہوگا کہ سید صاحب نے اس عبارت سے جو معنی کشید کرنے کی کوشش کی ہے فی الحقیقت ایسا کچھ نہیں ہے۔عبدالعزیز القاری کی مکمل عبارت ملاحظہ ہو:

یہ ہے وہ حدیث !!..... جو اہل علم میں 'حدیث حروف سبعہ' کے نام سے معروف ہے۔تمام ائمہ اعلام (صحابہ، تابعین اور محدثین) کا اس حدیث کی روایت اور اُمت کے لیے نقل کرنے پر اتفاق و اجماع ہے۔علاوہ ازیں اس حدیث کی مذکورہ اَسانید اور روایت سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ یہ حدیث سنداً 'متواتر' ہے جس کو ہر طبقہ سے جمہور محدثین اور ہر زمانہ سے ایک جم غفیر نے روایت کیا ہے۔لہٰذا اس حدیث کے تواتر میں نہ کوئی شک ہے اور نہ ہی کوئی اِضطراب ہے بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جملہ رِوایات (قطع نظر اس سے کہ صحیح ہوں یا ضعیف) 'سبعہ' کے لفظ پر متفق و مجتمع ہیں۔اسی طرح تمام اَحادیث آپ ﷺ کے اس فرمان 'علی سبعة أحرف' کو بالاتفاق نقل کرتی ہیں، ماسوائے سمرة بن جندب کی حدیث کے، جو عفان بن حماد کے طریق سے روایت ہونے والی حدیث ہے۔جس کی تردید بھی اپنے مقام پر گذر چکی ہے۔

اِن تمام حقائق کے باوجود! جب اس سلسلے میں وارد ہونے والی جملہ اَحادیث کا بغور مطالعہ کیا جائے تو ایسی کوئی عبارت ہمیں دستیاب نہیں ہوتی جو 'سبعہ اَحرف' کی ایسی کامل اور شافی تفسیر کردے جس سے نزاع ختم ہو اور اختلاف کے دروازے بند ہو جائیں۔لہٰذا مقصد کی تکمیل اور جواب کی تلاش وجستجو کے لیے اب ایسے علماء ومحققین کی طرف ہم رجوع کرتے ہیں جو استنباط معانی میں تدبر وتفکر، دقت نظر اور غور وخوض کی اعلیٰ صلاحیتوں سے بہرہ ور ہیں۔

جب معاملہ اس قدر عظیم ہو کہ اس حدیث کو مشکلات اور متشابہات میں بھی شمار کیا گیا ہے حتیٰ کہ ایک جماعت نے اس حدیث کے سمجھنے کو اور اس کے معانی و مفاہیم کے اِدراک کے اَہم کام کو اللہ تعالیٰ کی طرف تفویض کیا ہے تو مجھ جیسے کمترین کی طرف سے یہ عزم درست معلوم ہوتا ہے کہ اس عظیم حدیث کے معانی و مدلول پر اس قدر غور وفکر کیا جائے کہ عقل وفہم اس کے مشابہ ہونے کا اِنکار کردے اور قوم مسلم اس کی جامع مانع تفسیر کر کے سرفراز ہو۔بایں وجہ کہ اس حدیث کا کتاب الٰہی سے گہرا تعلق ہے اور اپنے مدلول کے قابل قدر اور عالی مقام ہونے سے گہرا واسطہ ہے۔''

[رشد قراءات نمبر: ۱/۱۲۳]

سید سلیم صاحب کی عبارتوں میں قطع و برید ملاحظہ کیجئے کہ عبدالعزیز القاری تو 'سبعہ اَحرف' کے مفہوم کی شافی وضاحت کے لیے علماء ومحققین کی جانب رجوع کا درس دیں اور اس کی جامع ومانع تفسیر کر کے قوم مسلم کو سرفراز کرنے کے عزم کا اِظہار کریں اور سید صاحب بھرپور ملمع سازی اور فریب کاری کے ذریعے ان کی پوری عبارت نقل کرنے کے بجائے ایک جملہ ذکر کر کے نعرہ بلند کردیں کہ اس چیستاں کا کوئی مفہوم دریافت ہی نہیں ہوسکا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چلیے اگر جناب سید مصر ہیں تو مانے لیتے ہیں کہ پوری اُمت سبعہ اَحرف کا مفہوم متعین کرنے میں ناکام رہی ہے، تو کیا اس کی بنیاد پر ثابت شدہ متنوع قراءات کا بھی اِنکار کردیں؟۔ تو جناب ہم تو اپنے اَندر اس قدر جرأت و بے باکی نہیں پاتے کہ حدیث سبعہ اَحرف کے علاوہ ثبوت قراءات کے ضمن میں پیش کی گئی احمد عیسیٰ المعصراوی اور ابوعمر حفص کی جمع کردہ ۳۳۲ اَحادیث کا بھی اِنکار کردیں، جن کے ہوتے ہوئے متعدد قراءاتِ قرآنیہ کو تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

③ سید صاحب کی یہاں تک 'رشحات علم' ملاحظہ کرکے تو ہم اسی خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ موصوف کا علمی دنیا سے بہرحال کچھ نہ کچھ تعلق ضرور ہے لیکن سید صاحب کو ہماری یہ خوش فہمی زیادہ دیر تک راس نہیں آئی اور 'رُشد' کی چند مزید عبارتوں کا تضاد نقل کرکے ہماری ساری اُمیدوں پر پانی پھیر دیا۔ لکھتے ہیں:

✳ حافظ اَنس نضر مدنی کا اِصرار ہے کہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بالمشافہ آپ ﷺ سے قرآن سیکھا۔ صحابہ سے تابعین، تابعین سے تبع تابعین نے یہ حروف سیکھے اور اسی طرح یہ سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ معاملہ ان معروف ومشہور قراءِ سبعہ تک پہنچ گیا۔

✳ حمزہ مدنی اور فہداللہ مراد صاحب کا بھی اِصرار ہے کہ سبعہ اَحرف کا مصداق موجودہ قراءات سبعہ (بلکہ عشرہ) ہیں۔

✳ جبکہ قاری محمد صفدر صاحب کا خیال ہے کہ اَحرف سبعہ اور قراءاتِ سبعہ کوئی الگ الگ چیز نہیں۔

✳ جبکہ مولانا محمد تقی عثمانی کی رائے ہے کہ ''بعض حضرات (مثلاً مدنی حضرات وقاری محمد صفدر وغیرہ)' سید صاحب اگر تھوڑی تکلیف کریں تو تقی عثمانی صاحب کو اِطلاع کردیں کہ آپ (مثلاً مدنی حضرات وقاری محمد صفدر وغیرہ) لکھنا بھول گئے ہیں' یہ سمجھتے ہیں کہ اس (یعنی سبعہ اَحرف) سے مراد سات مشہور قاریوں کی قراءتیں ہیں، لیکن یہ خیال تو بالکل ہی غلط اور باطل ہے۔''

سید صاحب حافظ عبدالستار حماد صاحب پر تو کچھ زیادہ ہی ناراض نظر آتے ہیں جنہوں نے ایک جگہ پر کہا ہے کہ ''بہرحال قراءاتِ متواترہ جنہیں اَحادیث میں 'اَحرف سبعہ' سے تعبیر کیا گیا ہے وہ آج بھی موجود ہیں اور اس کے انکار کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔''

جبکہ اگلے ہی صفحہ پر لکھتے ہیں: سبعہ اَحرف سے مراد ان سات اَئمہ کی قراءات ہرگز نہیں۔

اس قدر لکھنے کے بعد شاہ صاحب یوں گویا ہوتے ہیں:

''ہم اس پوزیشن میں نہیں کہ کسی شیخ الحدیث صاحب کے کسی بھی قول کو غلط قرار دیں۔ ان کا یہ قول یقیناً درست ہوگا کہ 'سبعہ اَحرف' سے مراد ان سات اَئمہ کی قراءات نہیں اور یہ بھی بلا وشک وشبہ درست ہوگا کہ سبعہ اَحرف سے مراد ہی قراءاتِ متواترہ ہیں جو آج کل موجود ہیں۔''

سید صاحب نے ان عبارات کو جس اَنداز سے پیش کیا ہے اور اس کے بعد جن 'خیالات عالیہ' کا اِظہار کیا ہے اس سے یہ اَندازہ کرنا مشکل نہیں ہے کہ شاہ جی اس موضوع کی اَبجد سے بھی واقف نہیں ہیں اور ایک معقول بات کو انتہائی نامعقول اَنداز میں پیش کررہے ہیں۔ ظاہر سی بات ہے جب رات کو دن اور دن کو رات ثابت کرنے کا شوق چڑھا ہو تو معقولیت سے زیادہ اَلفاظ میں ہیر پھیر اور زبان کی تیزی کام آتی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمام اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ 'سبعة أحرف' سے مراد مشہور 'سات قراءات' نہیں ہیں، بلکہ ان سات قراءات کو سب سے پہلے تیسری صدی ہجری میں امام ابوبکر بن مجاہد نے جمع کیا، انہوں نے حرمین (مکہ ومدینہ) عراقیین (کوفہ وبصرہ) اور شام کے مشہور سات قراءِ کرام کو جمع کر دیا، کیونکہ اس زمانے میں یہی پانچوں شہر علوم وفنون کے مرکز تھے، اور فقہ واُصول فقہ، حدیث واُصول حدیث اور علوم دینیہ کا گہوارہ تھے۔ چنانچہ انہوں نے ان پانچ شہروں کے سات مشہور قراءِ کرام کی قراءات کو جمع کر دیا تاکہ سات کا عدد حدیث مبارکہ میں مذکور 'سبعة أحرف' کے موافق ہو جائے۔ ان کا یا ان کے علاوہ کسی بھی اہل علم کا یہ عقیدہ ہرگز نہیں تھا کہ مذکورہ قراءات سبعہ ہی 'أحرف سبعة' ہیں، یا ان کے ہاں سات قراءات کے علاوہ کوئی اور قراءت پڑھنا جائز نہیں ہے۔ [مجموع الفتاویٰ لابن تیمیہ:۱۳/۳۸۹]

اِس علم سے وابستہ حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ ذکر کردہ عبارتوں میں کوئی تضاد یا اِشکال نہیں ہے سبعہ اَحرف سے مراد سات اَئمہ کی قراءات ہرگز نہیں ہیں، کیونکہ قرآن کریم کی متواتر قراءتیں ان سات قراءتوں میں منحصر نہیں ہیں بلکہ اور بھی متعدد قراءات تواتر کے ساتھ ثابت ہیں لیکن اگر ہمارے پاس سبعہ اَحرف سے متعلقہ کوئی چیز موجود ہے تو یہی عشرہ قراءات ہیں۔ اس حوالے سے اَحرف سبعہ اور قراءاتِ عشرہ کوئی الگ الگ چیز نہیں ہیں۔

④ جناب سید موصوف کا یہ بھی کہنا ہے:

✳ قاری صہیب اَحمد صاحب ابن ساعاتی کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ ''قراءاتِ سبعہ متواترہ ہیں، ہاں قرآن کا بعض حصہ غیر متواتر ہے جیسا کہ مالک اور ملک وغیرہ''

✳ لیکن اَگلے صفحہ پر امیر بادشاہ کے حوالے سے لکھتے ہیں ''قرآن سارے کا سارا متواتر ہے۔''

اِس سلسلہ میں ہم وضاحت کرتے چلیں کہ قرآن مجید کے تواتر کے ذیل میں جو اَقوال بیان کیے گئے ہیں وہ تواتر کی مختلف تعریفات کی بناء پر ہیں اس میں شک کی گنجائش نہیں کہ قرآن کریم تواتر کے ساتھ منقول ہے، البتہ تواتر کے مفہوم کے بارے میں اَہل فن کا اختلاف ہے کہ تواتر کا اطلاق کس پر ہوگا؟ اس سلسلہ میں دو گروہ سامنے آئے ہیں:

① عام اصولی محدثین تواتر کا مفہوم اس طرح بیان کرتے ہیں:

''هو الخبر الذي رواه قوم لا يحصى عددهم ولا يتوهم تواطؤهم على الكذب.'

''ایسی خبر کو کہتے ہیں جس کو اتنے اَفراد روایت کریں کہ جن کا شمار ناممکن ہو اور جس کا جھوٹ پر جمع ہونا محال ہو۔''

اس مؤقف کے قائلین کے ہاں قرآن مجید کا بعض حصہ غیر متواتر ہوگا۔

② جبکہ دوسرے گروہ کے نزدیک تواتر کا مفہوم یہ ہے:

''كل ما أفاد القطع فهو متواتر.'' [الفصول في مصطلح حديث الرسول:۱۳]

''ہر وہ (خبر) جو قطعیت کا فائدہ دے وہ متواتر ہے۔''

جمہور کا بھی یہی نقطۂ نظر ہے۔

جن لوگوں نے تواتر سے مراد حصول علم قطعی یقینی لیا ہے اُن کے ہاں پورے کا پورا قرآن متواتر ہے۔ اس اِعتبار سے قرآن بعض اَوقات خبر واحد المحتف بالقرائن سے بھی ثابت ہو جاتا ہے، کیونکہ ایسی خبر واحد جو محتف بالقرائن ہو وہ اِستدلال میں تواتر سے کسی لحاظ سے بھی کم نہیں ہے اور تواتر کی اصطلاحی تعریف کے ضمن میں ذکر کردہ دوسرے گروہ نے اسی خبر واحد کو تواتر سے تعبیر کیا ہے۔ اس سلسلہ میں تفصیلی مطالعہ کے لیے 'رُشد قراءات نمبر حصہ دوم'

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں محترم آصف ہارون کے مضمون 'تواتر کا مفہوم اور ثبوتِ قرآن کا ضابطہ' اور ڈاکٹر حمزہ مدنی کے اِنٹرویو کے سوال نمبر ۱۶ تا ۲۲ کے جوابات کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔ اور اس کا فیصلہ قارئین پر ہی چھوڑتے ہیں کہ وہ سید صاحب کی علمیت پر کیا رائے قائم کرتے ہیں۔

⑤ شاہ صاحب کی زبان سے 'رُشد' میں موجود ایک اور بہت بڑا 'تناقض' ملاحظہ ہو، کہتے ہیں:

✳ حافظ اُنس نضر مدنی ایک جگہ اِرشاد فرماتے ہیں: وہ قراءات جن کی سند متواتر یا مشہور نہ ہو انہیں قراءات شاذہ کہا جاتا ہے، بطورِ قرآن ان کی تلاوت جائز نہیں۔

✳ لیکن فوراً ہی اگلے صفحے پر یہ تحقیق بھی قارئین کی نظر کرتے ہیں کہ تیسری قسم یعنی آحاد قراءت جو اگرچہ شاذہ میں شامل ہے لیکن بعض علماء اُسے نماز میں پڑھنے کے جواز کے قائل ہیں۔''

اِختلاف کا وقوع پذیر ہونا ایک قدرتی اَمر اور دیانتداری کے تقاضوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ممکن حد تک اِختلاف کو ذکر کرنے کے بعد راجح مؤقف کی نشاندہی ضروری ہے۔ یہاں بھی معاملہ اس سے کچھ مختلف نہیں ہے۔

پوری اُمت کا اس اَمر پر اِتفاق ہے کہ قراءاتِ شاذہ قرآن کا حصہ نہیں ہیں اور بطورِ قرآن ان کی تلاوت کرنا جائز نہیں ہے۔ لیکن چند علماء نے ایک غلط فہمی کی بناء پر قراءاتِ شاذہ کو بطور قرآن پڑھنے کی اِجازت دی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ فقہاء کے درمیان یہ مسئلہ اختلافی ہے کہ اگر کوئی شخص حرمت کا اِرتکاب کرتے ہوئے نماز میں قراءۃ شاذۃ کی تلاوت کر لے تو اس کی نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ تو چونکہ کچھ فقہاء نے بعض صورتوں میں ایسے شخص کی نماز کو جائز قرار دیا ہے تو اس سے بعض لوگوں نے یہ سمجھا کہ شاید یہ فقہاء نماز میں قراءۃِ شاذہ کی تلاوت کو جائز سمجھتے ہیں، اس غلط فہمی کی بناء پر بعض فقہاء کی طرف غلط طور پر قراءت شاذہ کی تلاوت کے جواز کا قول منسوب ہو گیا۔

◉ الدکتور محمد سالم محیسن نے لکھتے ہیں:

''جو شخص اس مسئلہ کے بارے میں علماء وفقہاء کے اَقوال کی روشنی میں غور کرے گا، وہ یقیناً یہی فیصلہ کرے گا کہ نماز یا اس کے علاوہ قراءۃِ شاذہ کی تلاوت حرام ہے۔'' [رحاب القرآن:۴۳۸]

ایک نہایت موٹی عقل والے شخص کو بھی یہ بات سمجھ آ سکتی ہے کہ انس صاحب نے اگر کہا ہے کہ بعض علماء قراءتِ شاذہ کی تلاوت کے جواز کے قائل ہیں جبکہ راجح مؤقف کے مطابق وہ خود کہہ رہے ہیں کہ بطورِ قرآن اس کی تلاوت نہیں ہو سکتی تو جناب اس پر اس قدر بگڑنے کی کیا تک بنتی ہے۔

⑥ سلیم صاحب کو یہ بھی اعتراض ہے:

✳ اِنکارِ قراءات کے حکم کے تحت ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب صریحاً لکھتے ہیں کہ اِنکارِ قراءات کے باعث کوئی کافر نہیں ہوگا

✳ جبکہ قاری صہیب اَحمد صاحب کا اِرشاد ہے کہ منکر قراءات کافر ہے۔

منکرِ قراءات کافر ہے یا نہیں، یہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے جس میں ہر شخص کو رائے دینے کا اختیار حاصل ہے۔ ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب اگر اِنکارِ قراءات پر تکفیر کے بجائے سخت گمراہی کا فتویٰ لگاتے ہیں تو وہ استحقاق رکھتے ہیں البتہ یہ ضرور ہے کہ منکرینِ حدیث کے بارے میں انکا مؤقف دوٹوک اور واضح ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے ایک اور جگہ پر قراءاتِ قرآنیہ کے اِنکاری کے متعلق پوچھے گئے سوال پر فتویٰ دیا ہے اور اپنی اسی بات کو ذکر کرنے کے بعد

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لکھتے ہیں:

''رہے منکرین حدیث جیسے غلام اَحمد پرویز اور اس کے ہم فکر لوگ تو یہ سنت وحدیث کی تشریعی حیثیت بگاڑنے اور قرآن پاک میں تحریف معنوی کی وجہ سے کافر ہیں ان کا قراءاتِ متواترہ کا اِنکار کرنا بھی قرآن کی تحریف کی قبیل سے ہے کسی بھی علمی اشکال پر مبنی نہیں ہے۔'' [رشد:۲/۲۸۳]

جناب سلیم صاحب آپ کے اِرشاد: ''رِوایات کی روشنی میں قرآن کے حکم کو تبدیل کرنا ان حضرات کے لیے بائیں ہاتھ کا کام ہے۔'' سے بخوبی سمجھ آرہا ہے کہ آپ کا تعلق کس صنف سے ہے اور ڈاکٹر صاحب آپ کے متعلق کس قسم کے نقطہ نظر کے حامل ہیں۔

جہاں تک تعلق ہے منکر قراءات کے کافر ہونے یا نہ ہونے کا تو اس سلسلے میں 'رُشد' کیا کہتا ہے ملاحظہ کیجئے:

''مسلمانوں کے جمیع مکاتب فکر اس بات پر متفق ہیں کہ جو شخص ان قراءات کا کھلم کھلا اِنکار کرتا ہے، وہ منکر قرآن ہونے کی وجہ سے صریحاً کافر ہے، البتہ جسے تاویل کی غلطی نے اس طرف مائل کیا ہے تو وہ بھی گمراہ، بلکہ اہل سنت والجماعت سے خارج ہے۔'' [رشد:۲/۱۲۴]

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قرآن کریم سات حروف پر نازل کیا گیا ہے، جس حرف کے مطابق قرآن کی تلاوت کرو گے درست قراءت کرو گے، اس کے متعلق جھگڑا نہ کیا کرو، کیونکہ قرآن کریم میں جھگڑنا کرنا کفر ہے۔'' [مسند أحمد:۴/۲۰۴]

حافظ عبدالستار حماد کے الفاظ میں 'رُشد' کے مؤقف کی وضاحت ملاحظہ ہو:

جب قرآن کریم کے کسی حرف کے متعلق جھگڑا، اختلاف کرنا کفر ہے تو اس سے اِنکار کرنا تو بالاولیٰ کفر ہوگا، لیکن ہم اِسے ذرا تفصیل سے بیان کرتے ہیں: ہمارے رجحان کے مطابق اس اِنکار کی تین وجوہات ممکن ہیں:

① جہالت کی وجہ سے اِنکار کرنا ② کسی تاویل کی بنیاد پر انکار کرنا ③ تکبر وعناد کی بناء پر اِنکار کرنا

اگر کوئی شخص جہالت ولاعلمی کی وجہ سے قراءت متواترہ کا اِنکار کرتا ہے تو اسے کافر قرار دینے کے بجائے اس کی جہالت دور کی جائے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ دورانِ سفر اپنے باپ کی قسم اٹھائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی لاعلمی اور جہالت کے پیش نظر انہیں کافر قرار نہیں دیا اور نہ ہی اسے تجدید ایمان کے لیے کہا بلکہ ان کی جہالت دور کرتے ہوئے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ نے تمہیں باپ دادا کی قسم اٹھانے سے منع فرمایا ہے۔'' [صحيح البخاري، الادب:٦١٠٨]

لیکن اس جہالت کی کچھ حدود وقیود ہیں مطلق جہل کو کفر سے مانع نہیں قرار دیا جاسکتا بلکہ اس سے مراد وہ جہالت ہے جسے کسی وجہ سے اِنسان دور نہ کرسکتا ہو خواہ وہ خود مجبور ولاچار ہو یا مصادر علم تک اس کی رسائی ناممکن ہو، لیکن اگر کسی انسان میں جہالت کو دور کرنے کی ہمت ہے اور اسے اس قدر ذرائع ووسائل میسر ہیں کہ وہ اپنی جہالت دور کرسکتا ہے، اس کے باوجود وہ کوتاہی کا ارتکاب کرتا ہے تو ایسے انسان کی جہالت کو کفر سے مانع قرار نہیں دیا جاسکے گا۔

چنانچہ اِرشاد باری تعالیٰ ہے:

''اور ہم اس وقت تک عذاب نہیں دیا کرتے جب تک اپنا رسول نہ بھیج لیں'' [الاسراء:۱۵]

اس آیت کے تحت امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ بندوں پر اِتمام حجت کے لیے دو چیزوں کو لانا ضروری ہے:

① اس کی طرف سے نازل شدہ تعلیمات کو حاصل کرنے کی ہمت رکھتا ہو۔

② ان پر عمل کرنے کی قدرت رکھتا ہو۔ [مجموع فتاویٰ:۱۲/۴۷۸]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِس سے معلوم ہوا کہ جہالت و لاعلمی کو اتمام حجت کے سلسلہ میں ایک رکاوٹ شمار کیا گیا ہے، اس لیے ہمیں چاہئے کہ اگر کوئی جہالت کی وجہ سے قراءاتِ متواترہ کا اِنکار کرتا ہے تو اس کی جہالت دور کی جائے۔

اگر قراءاتِ متواترہ کا اِنکار کسی معقول تاویل کی بنا پر کرتا ہے تو اسے بھی معذور تصور کیا جائے گا، لیکن تاویل کے لیے ضروری ہے کہ الفاظ میں عربی قاعدہ کے مطابق اس تاویل کی کوئی گنجائش ہو اور علمی طور پر اس کی توجیہہ ممکن ہو۔ اگر کسی کو اس تاویل سے اتفاق نہ ہو تو اسے کافر کہنے کی بجائے تاویل کنندہ کی تاویل کا بودا پن واضح کر دیا جائے، لیکن ہر تاویل، تکفیر کے لیے رکاوٹ نہیں بن سکتی، اگر تاویل کی بنیاد محض عقل و قیاس اور خواہشات نفس ہیں تو اس قسم کی تاویل کرنے والا معذور نہیں ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اِبلیس لعین سے سوال کیا تھا کہ تو نے آدم کو سجدہ کیوں نہیں کیا تو تاویل کا سہارا لیتے ہوئے کہا کہ میں اس سے بہتر ہوں کیونکہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے بنایا ہے۔ [الأعراف:۱۲]

اس طرح باطنی حضرات کی تاویلات ہیں جن کی بنیاد پر انہوں نے شرعی واجبات سے راہِ فرار اختیار کیا ہے۔ بہرحال اگر کسی نے متواتر قراءات کا اِنکار معقول تاویل کی وجہ سے کیا ہے تو اُسے کافر نہیں قرار دیا جائے گا۔ البتہ اگر کوئی شخص تکبر و عناد اور بدنیتی کی بناء پر قراءاتِ متواترہ کا اِنکار کرتا ہے تو اس کے کفر میں کوئی شبہ نہیں ہے ایسا انسان بالاجماع گمراہ اور اہل ایمان کے راستہ سے ہٹا ہوا ہے۔ [رشد:۲/۱۵۸]

یہی رائے جمہور کی بھی ہے کہ قراءاتِ متواترہ کے بارے میں علم ہونے کے باوجود جو شخص ان کا اِنکار کرے گا اسے بلاتردد کافر قرار دیا جائے گا۔ علامہ ابن جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’أن الإجماع منعقد علی أن من زاد حرکة أو حرفا في القرآن أو نقص من تلقاء نفسه مصرا علی ذلك یکفر.‘‘ [منجد المقرئین:ص ۹۷، ۲۴۴]

’’اور اس بات پر اُمت کا اجماع ہے کہ جو کوئی اپنی طرف سے قرآن کریم میں کسی حرکت یا حرف کا اِضافہ کرے یا کمی کرے (تنبیہ کیے جانے اور تواتر تسلیم ہو جانے کے باوجود) اس (کمی وزیادتی) پر مصر ہو تو وہ کافر ہے۔‘‘

⑦ سید صاحب مزید لکھتے ہیں:

✳ قرآن اور قراءات مختلف ہیں یا ایک، اس کے بارے میں اَحمد میاں تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ ’’آپ یوں نہیں کہہ سکتے کہ یہ قراءات ہیں اور یہ قرآن ہے اگر آپ قرآن اور قراءات کو الگ الگ کریں گے تو اس میں قرآن کس کو کہیں گے؟‘‘

✳ حمزہ صاحب کا خیال ہے کہ ’’قرآن اور قراءات میں فرق ہے قرآن کہتے ہیں ان الفاظ کو جو منزل من اللہ ہیں اور قراءات اس قرآن کی خبر کو کہتے ہیں۔‘‘

✳ ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب کا خیال ہے کہ ’’قرآن اور چیز ہے اور قراءات اور چیز ہیں قرآن تو اس چیز کا نام ہے جو مصاحف کے اَندر ثبت ہے اور رسول ﷺ پر نازل کیا گیا ہے اور تواتر سے نقل ہوتا چلا آیا ہے جبکہ قراءات زبان سے اس کی اَدائیگی کا نام ہے قرآن ایک ہے اور قراءات متعدد ہیں‘ مدنی صاحب بھی قراءات اور قرآن کو ایک ہی چیز قرار دیتے ہیں۔‘‘

اِس قدر لکھنے کے بعد سید صاحب کچھ زیادہ ہی سیخ پا ہو گئے ہیں اور محترم حافظ زبیر صاحب کی زندگی کا مشن جاوید

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَحمد غامدی صاحب کی مخالفت قرار دے رہے ہیں۔ اس کا جواب تو محترم حافظ صاحب کی وہ رشحات علم ہی ہیں جو آپ کو گاہے گاہے آئینہ دکھاتی رہتی ہیں۔ وہ آپ کی آنکھوں میں اس لیے کھٹکتے ہیں کیونکہ قرآن وحدیث کے مستند ذرائع سے لیس ہوکر اَبطال باطل اور اِستحاق حق کا فریضہ جو اَدا کر رہے ہیں اور وہ آپ کے بگھارے ہوئے فلسفے کے غبارے سے ہوا نکالنے میں کسی قسم کی دقیقہ فروگزاشت جو نہیں کرتے۔

رہی بات قرآن اور قراءات کے مابین فرق کی تو اس سلسلے میں گذارش ہے کہ قرآن اور قراءات کے مابین وہی فرق ہے جو حدیث اور سنت کے درمیان ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے اَقوال، اَفعال اور تقریرات کو سنت کا نام دیا جاتا ہے تو اس کی خبر کو حدیث کا۔ اس اِعتبار سے آپ سنت اور حدیث کے مابین فرق بھی قرار دے سکتے ہیں اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ حدیث اور سنت کے درمیان کوئی فرق نہیں، کیونکہ بنیادی طور پر یہ ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں۔ بالکل اسی طرح قراءات کے اَندر ہم جو چیز پڑھ رہے ہیں وہ قرآن ہے اور اس پڑھنے کا نام قراءات ہے۔ 'الحمد للہ رب العالمین' قرآن مجید کو کہا جائے گا اور جس علم میں اُسے بطورِ روایت نقل کیا جائے گا اسے علم قراءات کا نام دیں گے۔ جن حضرات نے قرآن اور قراءات کے مابین فرق بیان کیا ہے انہوں نے اسی پہلو کو سامنے رکھ کر ایسا کہا ہے۔ ورنہ قرآن کو قراءات سے یا قراءات کو قرآن سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔

⑧ سید صاحب کی نگاہِ عیار نے دو جملے اور ڈھونڈ مارے ہیں جن سے قراءاتِ قرآنیہ کے بارے میں 'ڈھیروں شکوک وشبہات' پیدا ہو رہے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

✳ نبی اکرم ﷺ نے اپنی زندگی میں جو مکمل قرآن لکھوایا تھا ڈاکٹر حمزہ مدنی اس کی ایک حکمت یہ بیان کرتے ہیں کہ ''مابعد اَدوار میں قرآن یا اس کے لفظوں کے حوالے سے کوئی اختلاف پیدا ہو جائے تو کوئی اَیسا معیار موجود ہو جو اختلافات کی صورت میں بطور معیار موجود ہو''۔

✳ جبکہ اگلے ہی صفحہ پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جمع کردہ قرآن کی حکمت بیان کرتے ہیں کہ ''اس ضمن میں درپیش مشکل یہ تھی کہ لوگ قرآن کی تبیین کے ضمن میں رسول اللہ ﷺ کے اِرشادات کو بھی قرآن سے الگ نہ لکھنے کی وجہ سے غلطی سے تلاوت قرآن میں بطورِ قراءات داخل کر لیا جاتا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں کسی مصدقہ مصحف کی عدم موجودگی کی وجہ سے اس قسم کے تغیری کلمات کا اِختلاف بھی زوروں پر پہنچا ہوا تھا۔''

سید صاحب نے یہاں دو جملوں 'اَیسا معیار موجود ہو جو اختلافات کی صورت میں بطور معیار موجود ہو' اور 'حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں کسی مصدقہ مصحف کی عدم موجودگی' کو نشانے پر رکھتے ہوئے اس میں کجی کی صورت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ قارئین کرام اگر جمع قرآنی کے سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ اور مابعد اَدوار کی تمام کیفیات پیش نظر رہیں تو اس قسم کے خیالات کا ابطال کرنے میں دیر نہیں لگے گی۔ رسولِ اکرم ﷺ کی وفات کے بعد قرآن کریم جہاں لوگوں کے ذہنوں کی تختیوں پر نقش تھا وہیں یہ اَلفاظ کی صورت میں بھی مختلف لوگوں کے پاس موجود تھا، اور رسول اللہ ﷺ کا اَیسا کرنے کا مقصد اس اَندیشے کو زائل کرنا تھا کہ مابعد اَدوار میں باقاعدہ ایک معیار کی عدم موجودگی میں اس میں کمی یا بیشی نہ کر دی جائے۔ سرور دو عالم ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تمام صحابہ کے اتفاق سے اس مختلف جگہوں پر لکھے ہوئے قرآن کو ایک جگہ پر مرتسم کر دیا اور اُسے اپنے پاس محفوظ رکھا۔ پھر

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں یہ مصحف آپ رضی اللہ عنہ کے پاس رہا اور آپ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد یہ مصحف حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس منتقل ہوگیا۔ یاد رہے کہ یہ مصحف لوگوں کے پاس موجود نہیں تھا صرف حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس محفوظ تھا۔ اَب آپ حمزہ صاحب کی ذکر کردہ وہ مکمل عبارت ملاحظہ کریں جس کا ایک حصہ نقل کر کے سید صاحب اپنے آپ کو تیس مار خاں سمجھنے لگے ہیں۔

''قرآن مجید کی اِبتدائے کتابت کے دور میں فرمایا تھا: «لَا تَكْتُبُوْا عَنِّيْ، وَمَنْ كَتَبَ عَنِّيْ غَيْرَ الْقُرْآنَ فَلْيَمْحُهُ» .[صحيح مسلم: ٥٣٢٦] کہ مجھ سے قرآن کریم کے علاوہ کچھ نہ لکھو، تاکہ وحی باللفظ کا وحی بالمعنی سے اِختلاط نہ ہوجائے، چنانچہ جب اِختلاط کا اَندیشہ ختم ہوگیا تو آپ نے حدیث لکھنے کی اِجازت دیدی، جیسا کہ رِوایات میں موجود ہے۔ اس ضمن میں درپیش مشکل یہ تھی کہ لوگ قرآن کی تبیین کے ضمن میں رسول اللہ ﷺ کے اِرشادات کو بھی قرآن کے ہمراہ لکھ لیتے تھے، جنہیں بعد اَزاں قرآن سے الگ نہ لکھنے کی وجہ سے غلطی سے تلاوتِ قرآن میں بطورِ قراءات داخل کرلیا جاتا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں کسی مصدقہ مصحف کی عدم موجودگی کی وجہ سے اس قسم کے تفسیری کلمات کا اختلاف بھی زوروں پر پہنچا ہوا تھا۔ لوگوں میں ان تفسیری توضیحات کے ضمن میں شدید اِختلاف چل رہا تھا کہ بعض لوگ اُنہیں قراءت کا درجہ دے کر باقاعدہ تلاوت کرتے۔''

اگر ہم ایک حوالے سے جناب سید کے مشکور نہ ہوں تو اِنتہائی نامناسب ہوگا کہ انہوں نے تضاداتِ رُشد پیش کر کے اہلِ رُشد کو 'بے حال' کرنے کے بعد اپنی گذارشات کے اَخیر میں 'رُشد' کے دو تین مضامین کو 'قابل قدر' بھی قرار دے دیا ہے۔ جس میں ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب، قاری حبیب الرحمٰن صاحب اور محترم عبدالعزیز القاری صاحب کے مضامین شامل ہیں اور ان مضامین کی پسندیدگی کی وجہ وہ عبارتیں ہیں جن کو سید صاحب نے سیاق وسباق سے ہٹا کر پیش کرنے کے بعد کھینچ تان کر یہ تأثر پیدا کرنے کی کوشش کی ہے کہ 'سبعہ اَحرف' کا مفہوم ابھی تک واضح نہیں ہو پایا ہے۔

سید صاحب آپ نے ڈاکٹر عبدالعزیز القاری کے مضمون کو قابل قدر قرار دیا ہے۔ تو ہم سبعہ اَحرف اور قراءاتِ قرآنیہ سے متعلق انہی کا مؤقف پیش کرتے چلیں۔ ڈاکٹر عبدالعزیز القاری لکھتے ہیں:

''اَحرف سبعہ قراءات کی متعدد وجود ہیں جو باہم مختلف ہیں۔ اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہیں اور قاری کے لیے جائز ہے کہ ان میں سے کسی ایک وجہ پر قرآن کی تلاوت کرے اور اس کی یہ تلاوت قرآن کی تلاوت ہی سمجھی جائے گی۔ سبعہ کے عدد سے مراد یہ ہے کہ وجوہ قراءات (جو کہ منزل من اللہ ہیں) قرآن کے کسی ایک کلمہ میں اختلاف وتغیر کی اَنواع میں سے کسی ایک نوع کے ضمن میں زیادہ سے زیادہ سات تک ہوسکتی ہیں اسی طرح یہ بات لازمی نہیں کہ قرآن میں ہر جگہ پر تعداد سات ہی ہو۔ بلکہ لازم یہ ہے کہ بعض جگہ کم تو ہوسکتی ہے لیکن کسی بھی جگہ زیادہ سے زیادہ ایک کلمہ میں تبدیلی کی سات انواع ہی ہوسکتی ہیں۔''

اَخیر میں ہم سید صاحب سے یہی عرض کریں گے کہ جناب! حدیث سبعہ اَحرف کے مفہوم سے متعلق بحث معرکۃ الآراء مسائل میں سے ہے جس کی تشریح وتعبیر میں اہل علم کے متعدد اَقوال موجود ہیں لیکن یہ بات طے ہے کہ سلف و خلف میں کوئی اَہل علم بھی تعددِ قراءات یا متنوع اَسالیب تلاوت کے نزول کا اِنکاری نہیں، بحث صرف سبعہ اَسالیب تلاوت کے بارے میں ہے جو ایک علمی بحث ہے اور متنوع قراءاتِ قرآنیہ سے اس کا تعلق بھی اضافی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمران اسلم ☆

'اہل اشراق' کے قراءاتِ قرآنیہ پر حالیہ اِعتراضات

'الاشراق' کے اکتوبر ۲۰۰۹ء کے شمارہ میں غامدی صاحب کے خوشہ چیں محمد رفیع مفتی صاحب نے قراءاتِ قرآنیہ سے متعلق فتویٰ دیتے ہوئے اپنی بعض نگارشات کا اِظہار کیا ہے، جس کے بنیادی نکات درج ذیل ہیں:

- قراءتوں کے رد وقبول کا کوئی منصوص معیار موجود نہیں ہے۔
- بعض قراءتوں سے معنی ومفہوم میں فرق واقع ہوجاتا ہے، بلکہ بعض جگہ شریعت کا حکم بھی بدل جاتا ہے۔
- تمام لوگ قراءتِ عامہ کے مطابق قرآن پڑھتے رہے ہیں اور یہ وہی قراءت ہے جو عرضۂ اَخیرہ میں پڑھی گئی۔

ان اِعتراضات کی حقیقت کیا ہے، بالترتیب ان کا جائزہ لیتے ہیں۔

موصوف مفتی صاحب رقمطراز ہیں:

قراءتوں کے ردّ وقبول کا کوئی منصوص معیار موجود نہیں ہے، بس اہل فن نے مل کر کچھ شرائط طے کر دی ہیں جن پر پورا اترنے والی قراءت کو قبول کیا جاتا اور باقی کو رد کر دیا جاتا ہے۔ یہ شرائط درج ذیل ہیں:

① قراءت مصحف عثمانی کے رسم الخط کے مطابق ہو۔

② لغت، محاورے اور قواعد زبان کے خلاف نہ ہو۔

③ اس کی سند معتبر اور مسلسل واسطے سے نبی اکرم ﷺ تک پہنچتی ہو۔

سب سے پہلے تو ہم اس بات کی وضاحت ضروری سمجھتے ہیں کہ مفتی صاحب نے اپنے پورے فتویٰ میں بار ہا لفظ قراءت کو 'قرأت' لکھا ہے، حالانکہ اس سے قبل محترم حافظ زبیر صاحب اپنے مضمون میں غامدی صاحب کی اس غلطی کی جانب توجہ دلا چکے ہیں۔ طرفہ تماشا تو یہ ہے کہ جس جگہ پر قراءت کی جمع 'قراءات' استعمال ہونی چاہیے تھی وہاں بھی 'قرأت' ہی سے کام چلایا گیا ہے۔ لیکن ذخیرۂ اَحادیث کے بعد لغت کی کتابوں کو کھنگالنے کے بعد بھی جس طرح ہم غامدی صاحب کے فرمان کہ 'امت میں یہ نقطۂ نظر بھی موجود ہے کہ قرآن کریم کی قراءت صرف ایک ہے' میں حلقۂ اِشراق کے علاوہ کسی دوسرے شخص کا ایسا نقطۂ نظر تلاش کرنے میں ناکام رہے تھے، یہاں بھی معاملہ کچھ ایسا ہی ہوا۔ مفتی صاحب کے لفظ 'قرأت' پر اِصرار کی وجہ ہم تو یہی سمجھ پائے ہیں کہ وہ لفظ 'قراءت' کا استعمال کر کے اپنے 'روحانی پیشوا' جاوید احمد غامدی صاحب کی شان میں گستاخی نہیں کرنا چاہ رہے تھے، جو اپنی کتاب 'میزان' میں اسے 'قرأت' درج کر چکے ہیں، اور سادہ سی بات ہے کہ جب غامدی صاحب کی اندھا دھند تقلید میں اُمت کے معتد بہ طبقے کو صرف ایک 'قراءت' کا قائل قرار دیا جا سکتا ہے تو اس قدر معمولی 'غلطی' دہرانے میں کیا مضائقہ ہے۔

جناب مفتی صاحب کا کہنا ہے کہ قراءتوں کے ردّ وقبول کا کوئی منصوص معیار موجود نہیں ہے بس اہلِ فن نے مل کر کچھ شرائط طے کر دی ہیں۔ اس سلسلے میں ہم عرض کرتے چلیں کہ وہ تمام قراءات جو ہم تک پہنچی ہیں وہ کسی منصوص معیار کے بجائے اہلِ فن کے مقرر کردہ انہی قواعد کی رو سے پہنچی ہیں، جن میں غامدی صاحب کی اِختیار کردہ 'قراءت

☆ فاضل کلیّة الشریعة، جامعہ لاہور الاسلامیہ ورکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حفص' جو اصل میں روایتِ حفص ہے، بھی شامل ہے۔ اگر روایتِ حفص ان قواعد سے ہٹ کر کسی منصوص معیار کے مطابق اہلِ اشراق تک پہنچی ہے تو ضرور آگاہ کریں تاکہ پوری اُمت اپنے اختیار کردہ مؤقف پر نظرِ ثانی کر سکے۔

ہم ان قواعد سے متعلق کسی قسم کی بحث سے قبل اس قدر وضاحت ضروری سمجھتے ہیں کہ ان قواعد کو مقرر کرنے کی ضرورت کیونکر پیش آئی اور صرف انہی قواعد پر پورا اترنے والی قراءت ہی کو قبولیت کیوں حاصل ہوئی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں جب مختلف قراءات سے متعلق فتنہ وفساد رونما ہونے لگا اور ایک دوسرے کی تکفیر کی جانے لگی تو انہوں نے اُمت کو فتنہ اور اِختلاف سے بچانے کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اِجماع سے تمام وہ قراءات جو عرضۂ اَخیرہ میں منسوخ کر دی گئی تھیں یا وہ تفسیری کلمات جو بعض صحابہ نے اپنے اپنے مصاحف میں بطور حواشی درج کر رکھے تھے، کو ان تمام سے الگ کر دیا۔ پھر یہ مصاحف ماہرینِ قراءات کی معیت میں مختلف علاقوں میں بھیج دیئے گئے اور باقی تمام مصاحف کو تلف کرنے کا حکم دے کر اس فتنہ کا دروازہ بند کر دیا گیا۔

اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تابعین رحمہم اللہ کا ایک جم غفیر جب ان قراءات کو سیکھ کر اپنے علاقوں میں پہنچا تو ان سے سیکھنے والے ظاہر ہے کہ عدل وثقاہت اور حفظ واتقان میں ایک جیسے نہیں تھے۔ بعض جو عدالت وحفظ کے اس معیار پر نہ تھے، انہوں نے بعض قراءاتِ شاذہ اور ضعیفہ کو قرآن سے ملانا شروع کر دیا، بعض نے اِجماعِ امت سے ہٹ کر اپنے اپنے معیارات مقرر کر لیے۔ چنانچہ ایک دفعہ پھر امت میں اختلافات کا خطرہ پیدا ہوا تو ائمہ عظام کی جانب سے قرآنِ کریم کو غیرِ قرآن سے الگ کرنے کے لیے گہرے غور وخوض اور دقت نظری کے بعد چند اصولی ضوابط اور معیارات مقرر کر دیئے گئے۔ پوری امت انہی اصولوں پر اعتماد کا اظہار کرتی رہی ہے اور انہی کو قراءات کے رد وقبول کا معیار قرار دیتی رہی ہے۔ امام جزری رحمہ اللہ ان تین شرائط کے متعلق فرماتے ہیں:

''اس اصول کے مطابق جو بھی قراءت ہوگی وہ قراءتِ صحیحہ اور ان حروف سبعہ میں سے ہے جن پر قرآن نازل ہوا، مسلمانوں پر اس کو قبول کرنا واجب ہے اور اگر تینوں شرائط میں سے کسی ایک شرط میں خلل آ جائے تو وہ قراءت شاذہ، ضعیف یا باطل ہوگی۔'' [النشر: ۹/۲]

ایک جگہ پر فرماتے ہیں:

''ہر وہ قراءت جو عربی (نحوی) وجہ کے موافق ہو، رسم مصحف کے مطابق ہو (خواہ یہ مطابقت تقدیری ہو) اور اس کی سند صحیح ہو تو وہ قراءت صحیح ہوگی۔ اس کو رد کرنا جائز نہیں ہوگا۔'' [منجد المقرئین: ۱۵]

ان تین قواعد کی مختصر وضاحت پیش خدمت ہے:

سند متواتر

کسی قراءت کے صحیح ہونے کے لیے اولین معیار یہ ہے کہ شروع سے لے کر آخر تک متواتر ہو۔ جو قراءت سنداً اس معیار پر پوری نہ اترے اسے قرآن نہیں کہا جا سکتا، ہمارے ہاں تواتر کا وہی مفہوم درست ہے جو کہ جمہور اہل الحدیث کے ہاں معروف ہے یعنی 'ما أفاد القطع فهو متواتر' (اس ضمن میں تفصیلی بحث کے لیے رشد قراءات نمبر حصہ اول میں مضمون 'تواتر کا مفہوم اور ثبوت قراءات کا ضابطہ' کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے نیز اس شمارہ میں مکتوب بنام حافظ عبدالمنان نور پوری حفظہ اللہ میں بھی ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔)

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصحف عثمانی کے رسم کی موافقت

وہ مصاحفِ عثمانیہ میں سے کسی ایک کے رسم کے موافق ہو۔ یہ موافقت حقیقی بھی ہوسکتی ہے اور تقدیری بھی۔ مصحفِ عثمانی کے رسم کی اس قدر اہمیت کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مہاجرین وانصار کے مشورہ سے جب تمام اُمت کو ایک رسم پر جمع کرنے کا فیصلہ کیا تو انہوں نے سب سے پہلے اس بات کو ملحوظ رکھا کہ مصاحف کا رسم ان تمام حروف پر مشتمل ہو جو عرضۂ اَخیرہ کے وقت باقی رکھے گئے تھے۔ اس کو ایک مثال سے یوں سمجھئے کہ سورۃ فاتحہ کی آیت ﴿ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴾[الفاتحة:٣] میں [مٰلِكِ] کو[مَلِكِ]اور [مُلِكِ]دونوں طرح پڑھا جا سکتا ہے اور یہ دونوں قراءات ،متواترہ ہیں، روایتِ حفص میں اسے [مٰلِكِ] میم پر کھڑا زبر اور روایت ورش میں [مَلِكِ] میم پر زبر کے ساتھ پڑھتے ہیں۔لیکن جس مقام میں اختلاف قراءت کے متعلق متواتر سند نہ ہو وہاں رسم الخط میں گنجائش کے باوجود دوسری قراءت پڑھنا ناجائز اور حرام ہے مثلاً سورۃ الناس کی دوسری آیت رسم عثمانی کے مطابق اس طرح ہے، ﴿مَلِكِ النَّاسِ﴾ [الناس:٢] اس مقام پر تمام قراء مَلِكِ النَّاسِ ہی پڑھتے ہیں اسے کوئی بھی مٰلِكِ النَّاسِ نہیں پڑھتا، کیونکہ یہاں اختلافِ قراءت منقول نہیں ہے۔

◉ ابوبکر الانباری فرماتے ہیں:

"اجتمع القراء على ترك كل قراءة مخالف المصحف." [البحر المحيط:٦٠/٧]

''تمام ائمہ قراء کا اس بات پر اجماع ہے کہ ہر وہ قراءۃ متروک (شاذ) قرار پائے گی جو رسم عثمانی کے مخالف ہوگی۔''

لغتِ عرب کی کسی وجہ کی موافقت

اس شرط کو دوسری دونوں شروط کا لوازمہ قرار دیا جا سکتا ہے اور اس کا مقصود یہ ہے کہ ہر وہ قراءت جو متواتر سند کے ساتھ منقول ہو مصحف عثمانی کے خط کے بھی موافق ہو، اس کے لیے ضروری ہے کہ لغتِ عرب میں بھی اس کی کوئی وجہ موجود ہو، اگرچہ وہ زیادہ معروف نہ بھی ہو۔

یاد رہے کہ قرآن کریم کی ایسی کسی قراءت کا وجود نہیں ہے جو متواتر ہو اور رسم عثمانی کے بھی موافق ہو لیکن لغت عرب میں اس کی کوئی وجہ موجود نہ ہو۔ اور اگر فرض کر بھی لیا جائے کہ ایک ایسی ثابت شدہ متواتر قراءت جس میں بقیہ دونوں شروط تو پائی جا رہی ہیں لیکن لغت عرب میں اس کی کوئی وجہ نہ مل رہی ہو تو یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ پوری لغت عرب میں اس کا وجود نہیں ہے، یہ بات قطعی ہے کہ ہر وہ قراءت جو تواتر کے ساتھ منقول ہو اور مصحف عثمانی کے موافق ہو وہ نازل کردہ قرآن ہے۔ یہ ایک ایسی قطعی دلیل ہے جو وجود لغت کا پتہ دے رہی ہے اور جس کے ثبوت میں کوئی بحث نہیں ہے۔

◉ ابوعمرو دانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ائمہ قراء حروف قرآن کے سلسلہ میں اس بات پر اعتماد نہیں کرتے کہ وہ لفظ لغوی لحاظ سے عام مستعمل یا عربی قاعدہ کے زیادہ مطابق ہے بلکہ اس پر اعتماد کرتے ہیں کہ وہ حروف نقل وروایت کے اعتبار سے صحیح ترین اور ثبوت کے اعلیٰ معیار پر ہو، کیونکہ قراءت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ائمہ تک کے سلسلہ تواتر (قطعیت) کی اتباع کی جائے گی اور اس کی طرف لوٹنا اور اسے قبول کرنا ضروری ہے۔[جامع البيان في القراء ات السبع:ق١٧٧/ب]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❁ کسی بھی قراءت کو قبول کرنے کے لیے یہ وہ معیار اور کسوٹی ہے جو ائمہ کرام نے مقرر کیا ہے۔ جس قراءت میں ان تین ارکان میں سے کوئی ایک بھی ناپید ہوگا اسے شاذ قرار دیا جائے گا۔ ان تین شروط کی جانچ پرکھ کے ساتھ اس خیال کی شدت کے ساتھ نفی کی جاسکتی ہے کہ امت میں کوئی ایسی قراءت عام ہو جائے جو بطور تفسیر نقل کی گئی تھی یا عرضۂ اَخیرہ میں منسوخ کر دی گئی تھی۔

◉ مفتی صاحب مزید لکھتے ہیں:

''مختلف قراءتوں کے اس تصور کو قبول کرنے کے بعد یہ خیال غلط قرار پاتا ہے کہ خدا کی طرف سے نازل ہونے والے قرآن کے الفاظ میں ایک زیر، زبر اور ایک شوشے کا بھی فرق نہیں ہے اور مزید یہ کہ بعض قراءتوں میں معنی ومفہوم میں بھی فرق واقع ہو جاتا ہے، بلکہ بعض جگہ شریعت کا حکم بھی بدل جاتا ہے۔''

جناب مفتی صاحب نے بڑی شدو مد کے ساتھ یہ تو دعویٰ کر دیا ہے کہ قراءات کے بدلنے سے معنی ومفہوم اور شریعت کا حکم بدل جاتا ہے لیکن اس کے لیے کسی ایک بھی قراءت کو بطور دلیل نقل کرنا گوارا نہیں کیا۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ کسی بھی ایسی متواتر، حتیٰ کہ شاذ قراءت کا بھی وجود نہیں ہے جس سے شریعت کا حکم بدل جاتا ہو۔ امت کے ہر دور میں اَحکام فقہ اور قواعد نحو میں مختلف قراءاتِ قرآنیہ سے بھرپور مدد لی گئی ہے، قرآن کریم کی تفسیر کے سلسلہ میں تو قراءات کو ایک اَہم ماخذ کی حیثیت حاصل رہی ہے۔ اور اس بات پر اِجماع نقل کیا گیا ہے کہ ہر ایک قراءت کو مستقل آیت شمار کیا جائے گا اور اگر ان کے مابین تعارض ہوتا ہے تو ان کا تعارض بالکل اسی طرح حل کیا جائے گا جیسا کہ دو آیات کا کیا جاتا ہے۔ اَحکام القرآن للجصاص میں ہے:

"وهاتان القراءتان قد نزل بهما القرآن جميعا ونقلتهما الأمة تلقيا من رسول الله ﷺ."

''یہ دونوں قراءتیں ایسی ہیں کہ قرآن ان دونوں کے ساتھ نازل ہوا ہے اور امت نے ان کو رسول اللہ ﷺ سے حاصل کیا ہے۔'' [احکام القرآن للجصّاص:۳۲۵/۲]

◉ علامہ قنوجی لکھتے ہیں:

"وقد تقرّر أن القراءتين بمنزلة الآيتين فكما أنه يجب الجمع بين الآيتين المشتملة إحداهما على زيادة بالعمل بتلك الزيادة، كذلك يجب الجمع بين القراءتين."

[نيل المرام:۳۵]

''یہ بات ثابت شدہ ہے کہ دو قراءتیں دو آیتوں کی طرح ہیں، تو جس طرح ایسی دو آیتوں کے درمیان تطبیق کرنا ضروری ہے، جن میں سے ایک آیت کسی زائد معنی پر مشتمل ہو، اسی طرح دو قراءتوں میں بھی جمع وتطبیق واجب ہے۔''

◉ علامہ سیوطی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

"وتعارض القراءتين بمنزلة تعارض الآيتين." [الإتقان:۳۰/۲]

''دو قراءتوں کا تعارض دو آیتوں کے تعارض کی طرح ہے۔''

◉ تفسیر روح المعانی میں ہے:

"ومن القواعد الأصولية عند الطائفتين أن القراءتين المتواترتين إذا تعارضتا في آية واحدة فلهما حكم آيتين." [۶۶/۶]

''اصولی قواعد میں سے ایک یہ ہے (دونوں طائفوں کے نزدیک) کہ متواتر قراءتیں جب ایک آیت میں متعارض ہو

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائیں تو ان کا حکم دو آیتوں کی طرح ہے۔''

مزید برآں قرآن کریم کا متنوع حروف پر نازل ہونا اُمت محمدیہ کے فضائل وخصائص میں سے ہے، کیونکہ پہلی کتبِ سماویہ ایک حرف پر نازل ہوئیں اور وہ امتیں ان کتب کو صرف ایک ہی حرف پر پڑھ سکتی تھیں اور ان متعدد اَحرف سے جہاں قرآن کریم کی تلاوت میں آسانی مقصود تھی وہاں ان میں بہت سے فوائد اور حکمتیں بھی پنہاں تھیں۔

تمام قراءات اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہیں۔ قراءات کا تعدد تحریف وتغییر کا نتیجہ ہے اور نہ ہی ان سے معانی میں التباس، تناقض یا تضاد پیدا ہوتا ہے۔ بلکہ بعض قراءات بعض قراءات کے معانی کی تصدیق کرتی ہیں۔

بعض قراءات سے متنوع معانی سامنے آتے ہیں۔ جن میں سے ہر ایک معنی مقاصد شریعت اور بندوں کی مصلحتوں میں سے کسی مصلحت کو محقق کرنے والے حکم پر دلالت کرتا ہے۔

ایسی قراءات میں سے ایک، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَكُلَّ اِنْسٰنٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ۭ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ﴾ [الاسراء:۱۳]

اس آیت مبارکہ میں لفظ 'یَلْقٰهُ' میں دو قراءات ہیں۔

① 'یَلْقٰهُ' (بفتح الیاء والقاف مخففة) اس قراءت کی صورت میں اس آیتِ مبارکہ کا معنی ہوگا کہ ہم روزِ قیامت انسان کے لئے ایک کتاب نکالیں گے جو اس کے اعمال کا صحیفہ ہوگا اور وہ آدمی اس صحیفے کے پاس اس حال میں پہنچے گا کہ وہ مفتوح (کھلا ہوا) ہوگا۔ اگر وہ شخص جنتی ہوگا تو اسے اپنے دائیں ہاتھ سے پکڑے گا اور اگر جہنمی ہوگا تو اسے اپنے بائیں ہاتھ سے پکڑے گا۔

② 'یُلَقّٰهُ' (بضم الیاء وتشدید القاف) اس قراءات کی صورت میں اس آیت مبارکہ کا معنی ہوگا کہ ہم روزِ قیامت انسان کے لئے ایک کتاب نکالیں گے جو اس کے اعمال کا صحیفہ ہوگا اور وہ کتاب انسان کو اس حال میں دی جائے گی کہ وہ مفتوح (کھلی ہوئی) ہوگی۔

مذکورہ دونوں قراءات کے معانی معمولی سے فرق سے واضح ہوتا ہے کہ بالآخر دونوں کا ایک ہی معنی ہے، کیونکہ کتاب کے پاس جانا یا کتاب کا دیا جانا ایک ہی شے ہے۔ اور دونوں صورتوں میں ہی وہ کتاب مفتوح (کھلی ہوئی) ہوگی۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ڏ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ﴾ [البقرة:۱۰]

اس آیتِ مبارکہ میں لفظ 'یَکْذِبُوْنَ' میں دو قراءاتیں ہیں۔

① 'یَکْذِبُوْنَ' (بفتح الیاء وسکون الکاف وکسر الذال) اس قراءات کی صورت میں اس کا معنی ہوگا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور مومنوں کی طرف سے جھوٹی خبریں دیتے ہیں۔

② 'یُکَذِّبُوْنَ' بضم الیاء وفتح الکاف وتشدید الذال المکسورة) اس قراءات کی صورت میں اس کا معنی ہوگا کہ وہ رسولوں اور ان کی لائی ہوئی شریعت کو جھٹلاتے ہیں۔

مذکورہ دونوں قراءات کے معنی میں نہ تو تناقض ہے اور نہ ہی تضاد ہے بلکہ دونوں قراءات میں سے ہر ایک نے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منافقین کے اَوصاف میں سے ایک ایک وصف بیان کیا ہے۔

پہلا وصف: وہ اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ اور لوگوں کی خبروں میں جھوٹ بولتے ہیں۔

دوسرا وصف: وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسولوں کی دی گئی شریعت کو جھٹلاتے ہیں۔

اورمنافقین کے بارے میں یہ دونوں صفات ہی برحق ہیں۔ کیونکہ انہوں نے ان دونوں صفات (کذب اور تکذیب) کو ہی اپنے اَندر جمع کرلیا تھا۔

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعددِ قراءات اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی حکمت کی بناء پر ہے۔تحریف وتغیر کا نتیجہ نہیں ہے۔ اور نہ ہی قراءات سے معانی میں التباس، تناقض یا تضاد پیدا ہوتا ہے، بلکہ بعض قراءات بعض قراءات کی تصدیق کرتی ہیں۔

◉ مفتی صاحب کا یہ بھی کہنا ہے کہ تمام لوگ قراءتِ عامہ کے مطابق قرآن پڑھتے رہے ہیں اور یہ وہی قراءت ہے جو عرضۂ اَخیرہ میں پڑھی گئی۔اور زرکشی رحمہ اللہ کے حوالے سے ابوعبدالرحمٰن السلمی کا یہ قول بھی نقل کیا ہے:

''ابوبکر وعمر، عثمان، زید بن ثابت رضی اللہ عنہم اور تمام مہاجرین وانصار کی قراءت ایک ہی تھی۔ وہ قراءتِ عامہ کے مطابق قرآن پڑھتے تھے۔ یہ وہی قراءت ہے جس پر رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات کے سال جبریل امین علیہ السلام کو دومرتبہ قرآن سنایا۔عرضۂ اَخیرہ کی اس قراءت میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ دنیا سے رخصت ہونے تک وہ لوگوں کو اسی کے مطابق قرآن پڑھاتے تھے۔'' [الاتقان فی علوم القرآن:۱/۳۳۱]

حلقۂ اِشراق کی طرف سے پیش کی جانے والی قراءتِ عامہ کی دلیل اور زرکشی رحمہ اللہ کے حوالے سے ابوعبدالرحمٰن السلمی کے قول کی حقیقت تو حافظ زبیر صاحب اپنے مضمون 'قراءتِ متواترہ ..... غامدی مؤقف کا تجزیہ' میں واضح کر چکے ہیں۔ہم 'شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات' کے مصداق مکرر عرض کیے دیتے ہیں۔

غامدی صاحب قرآن کو ثابت کرنے چلے ہیں اور اس کے ثبوت کی دلیل کے طور پر اُن کے پاس اگر کچھ ہے تو وہ ایک تابعی کا قول ہے کہ جس کی کوئی سند بھی موجود نہیں ہے۔امام زرکشی رحمہ اللہ نے 'البرھان' میں اس قول کی کوئی سند بیان نہیں فرمائی ہے۔اگر تو ایک تابعی کا یہ قول ایک سے زائد قراءات کے اِنکار پر مبنی ہے جیسا کہ غامدی صاحب کا گمان ہے تو تابعی کے ایک ایسے قول کو، کہ جس کی سند بھی موجود نہ ہو، صحاح ستہ کی قراءات متواترہ کے ثبوت میں موجود صحیح، مستند، مرفوع اور اُمت میں معروف ومقبول روایات پر ترجیح دینا، ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔

امام قراءت، امام اَبوعبدالرحمٰن سلمی رحمہ اللہ کی طرف اس قول کی نسبت کو درست تسلیم کر بھی لیا جائے تو پھر بھی اس کا معنی ومفہوم وہ نہیں ہے جو کہ غامدی صاحب سمجھ رہے ہیں ۔امام زرکشی رحمہ اللہ نے جب اس قول کو اپنی کتاب 'البرھان' میں بیان کیا ہے تو انہیں تو وہ بات سمجھ میں نہ آئی جو کہ غامدی صاحب اِس قول سے نکال رہے ہیں۔اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بعض روایات میں 'قراءتِ عامہ' کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے جیسا کہ صحیح بخاری کی ایک روایت کے الفاظ ہیں:

عن عبد الله بن مسعود أن رسول الله ﷺ قرأ ﴿ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ﴾ [القمر:۱۷] مثل القراءة العامة . [صحيح البخاري، كتاب الأنبياء، حديث: ۳۳۴۱]

''عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ﴿ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ﴾ کو قراءتِ عامہ کے مطابق

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑھا ہے۔''

جامعہ دمشق کے استاذ الحدیث ڈاکٹر مصطفیٰ دیب البغا، اس روایت کی تشریح میں لکھتے ہیں:

'قراءة العامة' أي القراءة المشهورة التي يقرأ بها عامة القراء الذين رووا القراءات المتواترة . "[صحيح البخاري: ۱۲۱۶/۳، دار ابن كثير اليمامة، بيروت]

''قراءاتِ عامہ سے مراد وہ مشہور قراءت ہے کہ جس کے مطابق ان عام قراء نے، کہ جنہوں نے قراءاتِ متواترہ کو نقل کیا ہے، قرآن کو پڑھا ہے۔''

پس اہل سنت کے نزدیک 'قراءتِ عامہ' سے مراد بھی معروف ومتواتر قراءات ہی ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ کے زمانے میں بعض لوگوں کا خیال یہ تھا کہ ﴿ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ﴾ میں 'مُدَّكِر' کو اہلِ عرب کے استعمالات کی رعایت رکھتے ہوئے 'مذکر' پڑھنا چاہیے، کیونکہ اس لفظ کا مادہ بھی 'ذکر' ہی ہے، لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں دو اَساسی باتوں کو واضح کیا ہے ایک تو یہ کہ قرآن کی قراءت میں اصل، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا سماع ہے نہ کہ عرب کا محاورہ، دوسری بات انہوں نے یہ بیان کی کہ مسلمانوں نے جن طرق سے قرآن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا ہے، ان سب میں یہ لفظ 'مُدَّكِر' ہی پڑھا گیا ہے۔ اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ قراءاتِ عشرہ متواترہ کے دس اَئمہ نے بھی اسے 'مُدَّكِر' ہی پڑھا ہے۔

اِمام بخاری رحمہ اللہ نے ﴿ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ﴾ کی قراءت کو واضح کرنے کے لیے 'کتاب التفسیر' میں چار اَبواب باندھے ہیں، جن میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی چھ اَحادیث بیان کی ہیں، انہی میں سے ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ آپ سے یہ سوال بھی ہوا تھا کہ اس لفظ کو 'مذکر' پڑھنا چاہیے یا 'مدکر'؟

پس اہل سنت کے نزدیک 'قراءتِ عامہ' سے مراد وہ قراءت ہے' جو قراءت شاذہ نہیں ہے یعنی قراءاتِ متواترہ۔ 'قراءاتِ شاذہ کے بالمقابل 'قراءتِ عامہ' ایک ہی ہے لیکن اپنی اَصل کے اعتبار سے یہ کئی ایک روایات پر مبنی ہے۔

علاوہ اَزیں امام ابوعبدالرحمٰن سلمی رضی اللہ عنہ سے صحیح اور متصل سند کے ساتھ مروی ہے کہ انہوں نے امام عاصم رحمہ اللہ کو جو قراءت پڑھائی تھی وہ دو روایتوں، روایتِ حفص اور روایتِ شعبہ پر مشتمل تھی۔ جبکہ غامدی صاحب کی قراءتِ عامہ صرف روایت حفص کو شامل ہے۔ پس اِمام ابوعبدالرحمٰن السلمی سے صحیح اور متصل سند کے ساتھ روایت شعبہ کا ثبوت اس بات کی دلیل کے طور پر کافی ہے کہ امام صاحب کی قراءتِ عامہ صرف روایتِ حفص پر مشتمل نہ تھی۔ اس رسالہ کے بعض دوسرے مضامین میں ان اَسناد کے بارے میں تفصیلاً بحث موجود ہے۔ [رشد قراءات نمبر: ۵۱۱/۱]

ضرورت تو اس بات کی تھی کہ اپنے مؤقف کے اِثبات کے لیے حافظ صاحب کے مضمون کا علمی طور پر محاکمہ پیش کیا جاتا اور اس کا کافی وشافی جواب دیا جاتا، لیکن چونکہ حلقۂ اشراق روز اول سے اپنے مؤقف کے خلاف محکم براہین کے ہوتے ہوئے بھی 'میں نہ مانوں' کی پالیسی پر بڑی جرأت کے ساتھ کاربند رہا ہے لہٰذا یہاں بھی اپنے اُصول کی خلاف ورزی کو مناسب خیال نہیں کیا۔ بہرحال ہم علامہ زرکشی رحمہ اللہ کے حوالے سے مزید چند ایک گزارشات پیش کرتے ہیں۔

اولاً: یہ کہ اِمام زرکشی رحمہ اللہ نے ابوعبدالرحمٰن السلمی کا مذکورہ قول جمع قرآن کی بحث میں ذکر کیا ہے جس سے ان کا مقصود ترتیبِ سور اور آیات کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یکساں عمل نقل کرنا ہے نہ کہ قرآن کی قراءات کے متعلق بحث

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنا کہ قراءتِ عامہ سے مراد صرف روایتِ حفص ہے۔

ثانیاً: یہ کہ غامدی صاحب کے اِس قول سے استدلال کے مطابق تو تمام مہاجرین وانصار کی ایک ہی قراءت یعنی روایتِ حفص ہونی چاہیے تھی اور اگر فی الواقع ایسا ہی ہے تو پھر لوگوں میں قراءت کے حوالے سے اختلاف ہی کیوں رونما ہوا تھا ایک شخص قراءت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو ترجیح دے رہا تھا تو دوسرا قراءت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو، حالانکہ آپ کے بقول تو ان سب کی قراءت ایک تھی۔اس سلسلے میں علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"إن حذيفة قدم من غزوة فلم يدخل في بيته حتى أتى عثمان فقال: يا أمير المؤمنين! أدرك الناس . قال: وما ذاك؟ قال: غزوت أرمينية فإذا أهل الشام يقرءون بقراءة أبي بن كعب فيأتون بما لم يسمع أهل العراق وإذا أهل العراق يقرءون بقراءة عبدالله بن مسعود فيأتون بما لم يسمع أهل الشام فيكفر بعضهم بعضاً ."

''حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی ایک غزوہ سے واپسی ہوئی تو وہ واپسی پر وہ اپنے گھر میں داخل نہیں ہوئے تا آنکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ،اور عرض کیا: اے امیر المؤمنین ! لوگوں کی خبر لیجئے۔انہوں نے پوچھا کیا بات ہے؟ کہا میں لڑائی کے سلسلے میں آرمینیا گیا ہوا تھا وہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ اہل شام اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءت پڑھتے ہیں جسے اہلِ عراق نے نہیں سنا ہوا تھا اور اہلِ عراق عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں پڑھتے ہیں جسے اہل شام نے نہیں سنا اس اِختلاف کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کو کافر قرار دے رہے ہیں۔'' [عمدۃ القاری:۱۶]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی شاید خود اس خطرے سے آگاہ تھے۔انہیں اس بات کی اِطلاع ملی تھی کہ خود مدینہ طیبہ کے اَندر ایسے واقعات پیش آئے کہ جب مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شاگرد اکٹھے ہوئے تو اِختلاف کی سی ایک کیفیت پیدا ہو رہی تھی۔ [الاتقان فی علوم القرآن:۱/۶۱]

اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین قراءات کے اختلافات موجود تھے اور انہوں نے اپنے اپنے اختیارات اپنا رکھے تھے اور قراءتِ عامہ صرف روایتِ حفص کو ہی نہیں بلکہ دیگر متواتر قراءات کو بھی شامل تھی۔اس سلسلہ میں ہم علامہ زرکشی رحمہ اللہ کے ان اَقوال کو پیش کرتے ہیں جو متعدد قراءات قرآنیہ سے متعلق ان کا مؤقف واضح کرنے اور نا قابل تردید دلائل کے ساتھ پنجہ آزمائی کر کے ثابت شدہ قراءات کا اِنکار کرنے والوں کے لیے کافی ہوں گے۔

- امام صاحب فرماتے ہیں:

"إن القراءات توقيفية وليست اختيارية ."

''قراءات توقیفی ہیں نہ کہ کسی کی اپنی اختیار کردہ ہیں۔''

- مزید فرماتے ہیں:

"وقد انعقد الإجماع على صحة قراءة هؤلاء الأئمة وأنها سنة متبعة لا مجال للإجتهاد فيها ."[البرهان فی علوم القرآن: ۱/۳۲۲]

''قراءِ عشرہ کی قراءت کی حجیت پر اِجماع منعقد ہو چکا ہے، یہ قراءات، سنت متبعہ (یعنی توقیفی) ہیں اور ان میں اجتہاد کی گنجائش موجود ہے۔

- قاضی ابوبکر رحمہ اللہ کے حوالہ سے ذکر کرتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"أن هذه الأحرف السبعة ظهرت واستفاضت عن رسول الله ﷺ وضبطها عنه الأئمة وأثبتها عثمان والصحابة في المصحف ."[البرهان فی فی علوم القرآن:۲۲۳/۱]

''یہ سبعہ حروف نبی کریم ﷺ سے بڑے مشہور ومعروف ہیں۔ائمہ نے سبعہ حروف کو ضبط کیا ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی انہیں مصاحف میں ثابت رکھا۔''

ایک جگہ پر اَحرف سبعہ سے متعلق اپنے خیالات کا اظہار یوں فرماتے ہیں:

''سبعہ اَحرف پر انزال قرآن کی اجل حکمت اور اہم غرض یہ ہے کہ تلاوتِ قرآن کی بابت عرب پر تیسیر وآسانی پیدا کر دی جائے۔ اَحرف سبعہ پر انزالِ قرآن منجانب اللہ امت محمد یہ پر توسع ورحمت اور تخفیف وتیسیر کا معاملہ ہے، کیونکہ اگر عرب کا ہر قبیلہ فتح وامالہ، تحقیق وتخفیف، مد وقصر وغیرہ کے متلق اپنی عادی وطبعی لغت کو چھوڑ کر چار وناچار دوسرے قبیلہ کے لغت کے موافق پڑھنے کا مکلّف قرار دیا جاتا تو اس میں بہت تنگی ومشقت لازم آتی۔''

[البرهان فی علوم القرآن:۲۷۷/۱]

لہٰذا اِمام زرکشی رحمہ اللہ کا کہنا کہ 'تمام مہاجرین وانصار قراءتِ عامہ کے مطابق قرآن پڑھتے تھے' اس میں صرف روایتِ حفص داخل نہیں تھی بلکہ قراءتِ عامہ تمام متواتر قراءات کو شامل تھی اور اسی کے مطابق صحابہ وتابعین اور مابعد اَدوار کے تمام لوگ متنوع قراءاتِ قرآنیہ کو سیکھتے اور سکھاتے چلے آرہے ہیں۔

اس تمام تر وضاحت کے بعد ہم اس قدر ہی کہہ سکتے ہیں خدا تعالیٰ مفتی موصوف اور ان کے کارپردازان کو نفس مسئلہ سمجھنے کی توفیق دے اور حقائق کے ادراک کے بعد کھلے دل سے تسلیم کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔آمین

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر محمود اختر

جمع عثمانی رضی اللہ عنہ اور مستشرقین

قرآن مجید وہ واحد کتاب ہے جس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لی ہے۔[1] اسی طرح صرف قرآن حکیم کا دعویٰ ہے کہ وہ ایک محفوظ کتاب ہے۔[2] اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری کے باوجود مسلمانوں نے اس کی حفاظت کی ضرورت سے آنکھیں بند نہیں کیں۔ نہ صرف اس کا ایک ایک حرف اور حرکت محفوظ ہے بلکہ اس کے الفاظ کی ادائیگی کے طریقے بھی تسلسل اور تواتر سے پوری صحت کے ساتھ ہم تک پہنچے ہیں۔ قرآن کے نزول کے ساتھ ہی اس کی کتابت کا اہتمام کیا گیا۔ اس کی ترتیب بھی وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی تھی۔ لیکن مستشرقین نے قرآن کو اپنی کتابوں کے برابر لانے کے لئے قرآن کے متن کے غیر معتبر ہونے کے نقطہ نگاہ کو ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور صرف کیا ہے۔ زیرِ نظر مضمون میں عہدِ عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ میں جمع قرآن کے بارے میں مستشرقین کے نقطہ نگاہ کی حقیقت پر روشنی ڈالی جائے گی۔

① مصحفِ عثمان رضی اللہ عنہ پر مستشرقین کے اعتراضات میں سے نمایاں یہ ہیں۔

مصحفِ عثمانی رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کے سلسلے میں نولڈیکے (Noldeke) کے نقطہ نگاہ کو دیگر لوگوں نے اپنایا ہے اور یہ نقطہ نگاہ اختیار کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے قبل قرآن مجید کا کوئی معیاری اور مرتب نسخہ موجود نہ تھا اور مصحفِ عثمان رضی اللہ عنہ، مصحفِ صدیق رضی اللہ عنہ کی نقل ہی تھا۔ لہٰذا اگر مصحفِ صدیق رضی اللہ عنہ صحیح نہ تھا تو مصحفِ عثمان رضی اللہ عنہ کی بھی کوئی حیثیت نہیں۔[3] رچرڈ بل (Richard Bell) نے کہا ہے کہ قرآن مجید عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور عہدِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں اختلافات کا شکار تھا اور مصحفِ عثمانی رضی اللہ عنہ، مصحفِ صدیق رضی اللہ عنہ کی نقل ہونے کی وجہ سے ناقص ہی ہے۔[4]

منٹگمری واٹ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد میں قرآن مجید کے متفرق اجزاء کو اکٹھا نہیں کیا جا سکا تھا۔[5]

S.E. Frost کہتے ہیں کہ قرآن مجید، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بارہ برس بعد تک بھی جمع نہیں ہو سکا تھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس مسئلے کے حل کا حکم دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل تعلیمات کا کھوج لگایا جائے۔[6] اس وقت جو نسخہ معرضِ وجود میں آیا وہ دیگر مذاہب، زرتشت۔ یہودیت اور عربی روایات کے علاوہ عوامی داستانوں کے ردی ٹکڑوں پر مشتمل تھا۔[7]

Encyclopaedia of Islam میں Koran کے مقالہ نگار BUHL کا بھی نقطہ نگاہ یہی ہے کہ مصحفِ عثمان رضی اللہ عنہ، مصحفِ صدیق رضی اللہ عنہ کی نقل تھا لیکن ساتھ ہی کہتا ہے کہ مصحفِ صدیق رضی اللہ عنہ کوئی باقاعدہ مرتب نسخہ نہ تھا۔[8] آرتھر جیفری کہتے ہیں کہ ایک طویل عرصے تک قرآن مجید کے اصل متن کا تعین نہ ہو سکا۔ لوگ مختلف طریقوں سے قرآن مجید پڑھتے رہے۔ حتیٰ کہ ایک لمبا عرصہ گزرنے کے بعد مجاہد رحمہ اللہ نے متنِ قرآن مجید کا تعین کیا وہ

☆ ڈائریکٹر شیخ زاید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ تاثر دیتا ہے کہ ایک طویل عرصہ تک متن متعین نہ ہونے کی وجہ سے اس میں سے بہت کچھ ضائع ہوگیا ہوگا۔ یہ مستشرق لکھتے ہیں کہ متنِ قرآن مجید کے تعین کا مسئلہ ابھی تک مسلمانوں کے ہاں اپنے بچپن کے دور میں ہے۔(9) بہل یہ اعتراض بھی کرتا ہے کہ نوآموز اور ناتجربہ کار کاتبوں کی طرف سے کچھ لاپرواہیاں اور غلطیاں ہوئیں۔(10)

④ نولڈیکے (Noldeke)، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تدوین قرآن کی ساری کاروائی کو مشکوک بناتے ہوئے کہتا ہے:

....As to how they were conducted we have no trustworthy information, tradition being here too much under the influence of dogmatic presuppositions(11)

⑤ مستشرقین، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے تیار کروائے ہوئے نسخے کی حیثیت کم کرنے کے لئے یہ موقف اختیار کرتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ساری کاروائی سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے کی۔ ورنہ جمع قرآن کی کوئی حقیقی ضرورت نہ تھی۔

..... But essentially political object of putting an end to controversies by admitting only one form of the common book of religion and of law this measures was necessary.(12)

بلاشر(13) (Blachere) اور آرتھر جیفری(14) (Arthur Jeffery) نے بھی یہی نقطہ نگاہ اختیار کیا ہے۔

⑥ اس طرح کا ایک اعتراض یہ ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے علاوہ اس کمیٹی کے باقی تینوں ممبران قریشی تھے۔ یہ تینوں حضرات طبقہ امراء سے تعلق رکھتے تھے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے رشتہ دار تھے۔ اس لئے یہ سب لوگ ایک مشترکہ مصلحت کی خاطر متحد ہو گئے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ مکہ کے علاوہ کسی اور جگہ کا تلفظ قرآن کا معیار بنے۔ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ان کے ہم نوا بن گئے اور وہ ان کی خوشامد کیا کرتے تھے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ وہ قریش کے خواص میں سے نہیں ہیں۔(15)

⑤ اس مصحف پر یہ اعتراض بھی کیا گیا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مخصوص مقاصد کے سلسلے میں قرآن مجید کے کچھ حصے اس سے خارج کر دیئے۔

نولڈیکے (Noldeke) لکھتا ہے۔

It seems to me highly probable that this second redaction took this simple form, Zaid read off from the codex which he had previously written.....(16)

اسی بنیاد پر وہ قرآن مجید کے موجودہ نسخے کو نامکمل قرار دیتا ہے۔ وہ لکھتا ہے۔

Othman's Koran was not complete some passages are evidently fragmentry and few detached pieces are still extent which were originally part of the Koran. although have been omitted by Zaid. Amongst these are some which there is no reason to suppose Mohammad desired to suppress.(17)

وہ مزید لکھتا ہے۔

Zaid may easily have overlooked a few stray fragments , but he purposly ommited any

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

thing he believed to belong to the Koran is very unlike.(18)

تاویل القرآن کے مؤلف، ضربت عیسوی نے اسی بات کو دہراتے ہوئے کہا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وہ تمام آیات قرآن سے خارج کر دیں جن میں اہل بیت کے مناقب بیان کئے گئے تھے۔اسی طرح کہا گیا کہ قرآن مجید میں کچھ منافقین کے نام تھے۔ اب ان لوگوں کی اولادیں مسلمان ہوگئیں تو مصلحت کی خاطر ان کے نام قرآن سے نکال دئے گئے۔(19)

یہ روایت بھی موجود ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سورۃ التوبۃ کی آیت ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ...﴾ [التوبۃ: ۱۲۸] حضرت ابوخزیمہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کے پاس سے نہ ملی (20)

اس روایت سے بھی مستشرقین یہی نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ شاید اس طرح کی اور بھی آیات شاملِ قرآن ہونے سے رہ گئیں ہوں۔ Tritton لکھتا ہے کہ دو ایسی سورتیں ہیں جو اس سے قبل موجود تھیں لیکن اب نہیں ہیں (21)

مستشرقین کہتے ہیں کہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے نسخے کے علاوہ دیگر تمام مصاحف جلوا ڈالے اس طرح قرآن مجید کا بہت سا حصہ اس عمل میں ضائع ہوگیا اور قرآن کا حقیقی متن اگر ہم جاننا چاہیں بھی تو نہیں جان سکتے۔(22)

اس سلسلے میں آرتھر جیفری نے ابن ابی داؤد کی کتاب المصاحف کی روشنی میں ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ 'ما قبل عہد عثمان' کی قرأتیں اب ضائع ہوچکی ہیں (23) یہی موقف Encyclopaedia of Islam کے مقالہ نگار نے اختیار کیا ہے (24) پادری فنڈر (Funder) نے میزان الحق میں اسی نقطہ نگاہ کو اپنایا ہے (25)

مارگولیتھ (Margoliuth) کا خلاصہ تحقیق بھی یہی ہے (26)

یہ نقطہ نگاہ بھی ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تو ایک متفقہ متن اور متفقہ تلفظ تیار نہ کرسکے۔(27) اگرچہ کہا جاتا ہے کہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے اختلافات ختم کرنے کے لیے باقی نسخے جلوا دئے تھے۔لیکن اختلافات ختم کرنے کے لیے جلانے یا ضائع کرنے کا یہ عمل بالکل بے اثر تھا۔ کیونکہ قرآن مجید تو لوگوں کے حافظے میں موجود تھا(28)

الف اس مصحف کی تیاری کے بعد بھی دیگر مصاحف موجود رہے۔(29)

ب اس طرح قرآن مجید کے متن میں اختلافات بھی موجود رہے۔(30)

یہی شخص لکھتا ہے کہ مصحفِ عثمان غنی رضی اللہ عنہ حقیقی قرآن نہیں ہے (31) وہ لکھتا ہے کہ اس مصحف کی کوئی ترتیب بھی نہ تھی۔(32) جو مصاحف دیگر ممالک کو روانہ کئے گئے ان میں بھی ہم آہنگی نہ تھی۔(33)

In this way there arose a perplexing confusion of readings and in place of the striving for uniformity that one would have expected people became accustomed to unlimited liberty in these matters so that did not hesitate to substitute for particular words their synonyms or to insert short explanatory additions. This freedom was all the more unbredled in its development as the unmayed caliphs had little feeling on such question and preferred to take care that passions were not aroused by state interference in such matters.(34)

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑦ Encyclopaedia of Islam کے مقالہ نگار نے تفسیر طبری کے حوالے سے لکھا ہے کہ
حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خود بھی اپنے تیار کروائے ہوئے نسخے کو مستند اور صحیح نہیں سمجھتے تھے۔ انہوں نے سورۃ 3 کی آیت نمبر ۱۰۰ پڑھی جس میں اصل متن کے علاوہ کچھ اضافی الفاظ بھی تھے۔[35] اس بنا پر مقالہ نگار لکھتا ہے

If this is correct it is no wonder that others took still greater liberties. Various circumstances contributed to the continual variations in the form of the text.[36]

نولڈیکے لکھتا ہے کہ اس میں slight clerical errors باقی رہ گئیں تھیں[37]

مارگولیتھ (Margoliuth) (بقول اس کے) اس ابہام اور اغلاط کے بارے میں لکھتا ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس لئے کام پر لگایا کہ انتہائی ابہام کی موجودگی میں وہی اس متن کی وضاحت کر سکتے تھے۔ اس کے الفاظ میں :

Perhaps because in the extreme ambiguity and imperfection of the arabic script he alone could interpret the first edition with certainity.[38]

⑧ پادری فنڈر نے یہ اعتراضات نقل کئے ہیں۔

❶ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن کا متن تیار کروایا۔ حالانکہ شیعہ انہیں کافر قرار دیتے ہیں۔

❷ اگر اصل قرآن اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا قرآن ایک ہی تھا تو دوسرے قرآنوں کو جلایا کیوں گیا؟

❸ شیعہ کہتے ہیں کہ قرآن کو خود گم کر دیا گیا۔[39]

ان تمام افکار و آراء کا بنیادی نقطہ نگاہ یہی ہے کہ مصحفِ عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی ناقص ہی تھا۔ اس میں تصرفات بھی کر دئے گئے اور اس کی ترتیب بھی بدل دی گئی۔

مستشرقین کے نقطہ نگاہ کا جائزہ ہم مندرجہ ذیل پہلوؤں سے لیں گے۔

① ان کی تحقیقات کے ذہنی فکری اور مذہبی پس منظر، ان کے مقاصدِ تحقیق اور ان کی تحقیقات کے مآخذ کا جائزہ لے کر واضح کیا جائے گا کہ ان کی تحقیقات کی اصلیت کیا ہے؟

② تاریخی شواہد کی روشنی میں واضح کیا جائے گا کہ ان لوگوں کے نتائجِ تحقیق محض ان کے خود ساختہ خیالات ہی ہیں۔ تاریخی حقائق ان کے نقطہ نگاہ کی تائید نہیں کرتے۔

③ عقلی و منطقی دلائل سے ان کے نقطہ نگاہ کا ردّ کیا جائے گا۔

صحتِ قرآن کے بارے میں مستشرقین کے نقطہ نگاہ کا تجزیہ

قرآن حکیم یا اسلام کے بارے میں مستشرقین کے نقطہ نگاہ کی حقیقت کا جائزہ لیتے ہوئے ہمیں ان لوگوں کے ذہنی پس منظر اور طریق کار کے بارے میں کچھ حقائق کو ملحوظ رکھنا ہوگا ورنہ ہم ان کے نقطہ نگاہ کی حقیقت کو سمجھ نہیں سکیں گے۔ جہاں تک اسلامی تحقیق کے دوران ان کے رویے اور ذہنی پس منظر کا تعلق ہے مستشرقین نے خود اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ وہ مسلمانوں کو اپنا بدترین دشمن سمجھتے ہیں اور وہ اس وقت 'قلمی صلیبی جنگ' (Crusade by Pen) میں مصروف ہیں۔[40]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

✳ یہ لوگ خالی الذہن ہو کر تحقیق نہیں کرتے بلکہ مسلمانوں کے خلاف تعصب سے بھرے ہوئے ہیں۔ وہ خود اعتراف کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے بارے میں تحقیقات کرتے ہوئے ہم غیر جانبدرانہ نہیں رہ سکے۔ اس صورت میں ہم فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ان کی تحقیقات کی حقیقت کیا رہ جاتی ہے۔[41]

✳ تحقیق کا بین الاقوامی مسلمہ اصول ہے کہ تحقیق شروع کرنے سے قبل اور تحقیق کے دوران محقق خالی الذہن اور غیر جانبدار رہے۔ پہلے سے طے شدہ کسی مقصد کو ذہن میں رکھے بغیر تحقیق کی جائے۔ اگر پہلے سے طے شدہ کوئی مقصد ذہن میں رکھ کر تحقیق کی جائے گی تو اسے تحقیق نہیں کہا جا سکتا۔ جبکہ مستشرقین کے ہاں اس بات کا مکمل فقدان ہے۔ وہ پہلے ایک مقصد طے کرتے ہیں پھر ہر طرح کے مآخذ سے اپنے مقصد کے لیے ڈھونڈ ڈھونڈ کر دلائل تلاش کرتے ہیں۔[42] ان کے ذہن میں مقصد یہ ہے کہ قرآن کے بارے میں ثابت کریں کہ قرآن ایک طویل عرصے تک جمع نہیں کیا گیا اس کے لیے وہ محض اپنے ظن وگمان کی بنیاد پر کہتے ہیں کہ مسلمان، متنِ قرآن کو محفوظ کرنے کے بارے میں غیر محتاط اور بے نیاز رہے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور تک قرآن جمع نہیں کیا گیا[43] اس بات کو ثابت کرنے کے لیے وہ ان تمام بنیادی حقائق و مسلمات کو بھول جاتے ہیں کہ نزولِ قرآن کے ساتھ ہی قرآن کو سینوں اور کتابت کی صورت میں محفوظ کرنے کا بہترین اہتمام موجود تھا۔[44] ایک طرف مستند مآخذ کی روشنی میں ثابت شدہ یہ حقیقت ہے کہ قرآن پہلے دن ہی سے محفوظ چلا آ رہا ہے، دوسری طرف بغیر کسی دلیل کے صرف ایک فقرے میں کہہ دینا کہ قرآن محفوظ نہیں ہے کسی طرح قرین انصاف نہیں ہے۔ عقل اور انصاف کا تقاضا ہے کہ حفاظتِ قرآن کے قابلِ اعتماد اہتمام اور مستشرقین کے ظن وگمان کو ہم پلہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اگر کوئی شخص تمام سائنس دانوں اور محققین کی تحقیقات کے بارے میں کہہ دے کہ میں ان کو نہیں مانتا تو اسے نہ ماننے کی کوئی دلیل بھی تو دینی چاہئے۔ بغیر کسی دلیل کے اس کا دعویٰ ماننا قرین انصاف نہیں ہے۔ مثلاً اگر تاریخی واقعات کی بنیاد پر کوئی دعویٰ کیا گیا ہو تو اسے جھٹلانے کے لیے تاریخی شواہد پیش کرنے چاہئیں۔ اگر عقلی بنیاد پر کوئی دعویٰ کیا جائے تو اس کا توڑ بھی عقلی بنیاد پر کیا جانا چاہئے۔ کسی شخص یا گروہ کا عقلی ونقلی شواہد کو جھٹلا دینا اور کہنا کہ میں ان دلائل کو نہیں مانتا، کسی صورت بھی قابلِ فہم نہیں ہے۔

مستشرقین کا قرآن کی عدم صحت کے بارے میں نقطہ نگاہ اس لئے بھی قابل قبول نہیں ہے کہ ان کے نقطہ نگاہ میں کوئی اتفاقِ رائے نہیں پایا جاتا۔ جس طرح مشرکینِ مکہ میں کوئی تو قرآن کو شاعر کا کلام کہتا تھا کوئی آپ ﷺ کو ساحر کہتا، کوئی مجنون کہتا۔ علماء نے لکھا ہے کہ مشرکین کے اعتراضات کے بے بنیاد ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ یہ کسی ایک موقف پر اکٹھے نہیں ہو سکے تھے سب کی زبانیں مختلف تھیں۔ مستشرقین کی حالت بھی بالکل ایسی ہی ہے۔ قرآن کی محفوظیت کے حوالے سے یہ لوگ تضادات کا شکار ہیں۔ مستشرقین کا ایک گروہ کہتا ہے کہ قرآن عہدِ نبوی سے ہی غیر محفوظ ہے اور لکھا نہیں گیا لہٰذا بعد میں اس کے اکٹھا ہونے کا سوال ہی باقی نہیں رہتا۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ عہدِ نبوی ﷺ میں تو اکٹھا ہو گیا تھا لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کے اصل متن کو باقی نہیں رہنے دیا۔ ایک تیسرا گروہ کہتا ہے کہ پہلے دونوں ادوار میں تو قرآن مکمل طور پر موجود تھا لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کا بہت سا حصہ ضائع کر دیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ بات تو صاف ظاہر ہے کہ جن مآخذ کی مدد سے ان لوگوں نے تاریخ تدوینِ قرآن پر تحقیق کی وہ ان سب کے ہاں مشترک ہیں لیکن ان میں سے ایک نے ان مآخذ سے ایک موقف اختیار کیا ہے دوسرے نے اس کے بالکل برعکس نقطہ نگاہ اختیار کر لیا۔ یہ کیا تماشا ہے کہ ان میں سے ہر ایک گروہ کو قرآن عہد نبوی میں محفوظ ہوتا دکھائی دیتا ہے جبکہ انہی مآخذ سے دوسرا گروہ یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ قرآن عہد نبوی اور زمانہ مابعد میں مکمل طور پر محفوظ نہیں ہو سکا۔ ایک ہی عینک سے ایک گروہ کو ایک تصویر سیدھی نظر آتی ہے اور دوسرے کو ٹیڑھی دکھائی دیتی ہے۔ درحقیقت عینک ایک ہی ہے فرق بینائی کا ہے۔ جس کے اندر حقائق کو تسلیم کرنے کی صلاحیت و استعداد موجود ہے، اس عینک سے ان کی بینائی تیز ہو جاتی ہے اور جس کی آنکھوں میں بصارت کی قوت ہی نہیں ہے ان کے سامنے اندھیرا ہی رہتا ہے عینک کا شیشہ تو محض شیشہ ہے فرق تو دیکھنے والے کی بینائی کا ہے۔

✳ تاریخ تدوینِ قرآن کے بارے میں مستشرقین کے نقطہ نگاہ کے ردّ کے لیے یہی دلیل کافی ہے کہ وہ خود تضادات کا شکار ہیں۔ قرآن کی صحت کے حق میں یہ بہت بڑی دلیل دی جا سکتی ہے کہ اس کے مخالفین اس کے بارے میں باہم متصادم و متضاد ہیں۔ اگر وہ سچے ہوتے تو وہ متفق الخیال ہوتے۔ باہم متصادم اعتراضات کر کے وہ محض دل کی بھڑاس نکالتے ہیں۔

✳ یہ لوگ ایک طرف کہتے ہیں کہ ماقبل عہدِ عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں جو قراءات مروج تھیں، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وہ نکال دیں۔ اسی طرح قرآن کے بہت سے حصے جن میں اہلِ بیت کے مناقب تھے وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نکال دیئے۔ اس کے علاوہ بھی کئی حصے نکال دیئے گئے۔ دوسری طرف وہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا نسخہ وہی تھا جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تیار کروایا تھا۔

✳ ایک طرف کہتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے تیار کردہ مصحف کے علاوہ باقی مصاحف جلوا دیئے دوسری طرف کہتے ہیں کہ اس مصحف کے بعد بھی دیگر مصاحف مروّج رہے۔ پھر تو یہ کہا جا سکتا ہے اگر بالفرض حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن میں سے کچھ حصے نکال بھی دیئے تھے تو اس کے باوجود قرآن تو محفوظ ہی رہا کیونکہ ان حصوں کو نکالنے کے باوجود لوگ باقی بچ جانے والے مصاحف سے ان حصوں کو دوبارہ حاصل کر سکتے تھے۔

مستشرقین، اسلام کے بارے میں تحقیق کرتے ہوئے تشکیک کا ہتھیار استعمال کرتے ہیں۔ وہ اپنی کتابوں میں اسلامی تاریخ سے ثابت شدہ مسلمات کے بارے میں محض اپنے ظن و گمان کی بنیاد پر شکوک و شبہات پیدا کرتے ہیں مسلّمہ حقائق کے مقابلے میں ان کی کتابوں میں (Might be, Perhaps, may be, It may have so, It is assumed) کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ گویا ظن و تخمین اور قیاس آرائیوں سے کام لیتے ہیں۔ اگر ہم خالص عقل اور انصاف کی بنیاد پر ہی فیصلہ کریں تو عقل و انصاف یہی کہتا ہے کہ ایک طرف مسلمہ حقائق اور نصوص ہوں دوسری جانب اس طرح کا ظن و گمان ہو تو یقینی بات کو تسلیم کرنا چاہئے یا ظنی اور تصوراتی بات کو؟

یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ مستشرقین کے بارے میں اگرچہ یہ چرچا ہے کہ وہ معروضی اور غیر جانبدرانہ تحقیق کرتے ہیں لیکن درحقیقت یہ لوگ تقلید کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ایک شخص ایک مخصوص مقصد کے تحت ایک نظریہ پیش کرتا ہے تو ان کی بہت بڑی تعداد اس کی تقلید میں وہی نظریہ اختیار کر لیتی ہے بظاہر یہ تاثر ملتا ہے کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مستشرقین کی اتنی بڑی تعداد نے یہ نقطہ نگاہ پیش کیا ہے حالانکہ یہ نقطہ نگاہ ایک فرد کا ہوتا ہے ایک جماعت کا نہیں ہوتا۔

* یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ اکثر مستشرقین اسلامیات کے بنیادی مأخذ سے واقف نہیں ہیں۔ وہ عربی زبان جانے بغیر اسلام کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہیں۔ تحقیق کا مسلمہ اصول ہے کہ کوئی بھی نقطہ نگاہ بنیادی مآخذ پر مبنی ہونا چاہئے۔ خصوصاً قرآن کی صحت جیسے اہم ترین موضوع پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے وہی بات کرنی چاہئے جو واضح، قطعی اور ناقابلِ تردید ہو۔

* کسی مسئلہ پر مستشرقین کے نقطہ نگاہ کی صحت یا عدم صحت کے بارے میں فیصلہ کرتے وقت ہمیں اس اصولی بات کو بھی ذہن میں رکھنا ہوگا کہ وہ کس معیار کے مآخذ سے استفادہ کرتے ہوئے کوئی نقطہ نگاہ اختیار کرتے ہیں۔ مستشرقین کے ہاں مآخذ کی تقسیم اور درجہ بندی کا کوئی اصول موجود نہیں ہے۔ مسلمانوں نے قرآن، حدیث، سیرت اور تاریخ میں باضابطہ طور پر مآخذ کی درجہ بندی کی ہے۔ شیخ عبدالحق اور دیگر لوگوں نے طبقاتِ کتب حدیث کا تعین کیا ہے۔ جو مقام پہلے اور دوسرے درجہ کی کتبِ حدیث کو حاصل ہے تیسرے اور چوتھے درجہ کی کتب کو حاصل نہیں ہے۔ احادیث و روایات کی قبولیت کے لئے معیار مقرر کیا ہے۔ محدثین نے قبول حدیث کے لیے کڑی شرائط رکھی ہیں۔ جرح و تعدیل کے واضح اصول موجود ہیں۔ اسماء الرجال کا علم محض اس لئے منظّم و مرتب ہوا کہ جن لوگوں کے ذریعہ سے احادیث نقل ہوئی ہیں ان کے احوال کو جانا جاسکے۔ مستشرقین اس قسم کی کسی درجہ بندی سے نہ تو واقف ہیں نہ وہ تحقیق کے دوران اس طرح کی کوئی تمیز ملحوظ رکھتے ہیں۔ ان کے ہاں بخاری شریف اور الجاحظ اور الاغانی میں کوئی فرق نہیں۔ اگر ان کے مطلب کی بات الاغانی جیسی غیر معتبر کتاب سے ملتی ہے اور بخاری شریف میں اس سے مختلف بات موجود ہے تو وہ الاغانی سے استفادہ کرنے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کریں گے۔

مستشرقین ایک طرف کہتے ہیں کہ قرآن کا متن ایک طویل عرصے تک محفوظ نہیں کیا گیا دوسری طرف ولیم میور (Willium Muir) جیسا شخص پورے شد و مدّ سے ثابت کرتا ہے کہ قرآن عہدِ نبوی ﷺ میں مکمل طور پر محفوظ کر لیا گیا تھا۔ مستشرقین کے بارے میں ان بنیادی حقائق کے ذکر کے بعد اب ان کے نقطہ نگاہ کا حقائق کی روشنی میں جائزہ لیا جائے گا۔ سب سے پہلے اس پہلو پر روشنی ڈالی جائے گی کہ جمع عثمانیؓ کی بنیاد بننے والا 'مصحفِ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ' ناقص تھا یا ایک کامل نسخہ تھا۔

جیسا کہ گزشتہ سطور میں بیان کیا گیا ہے کہ مستشرقین نے عہدِ عثمان رضی اللہ عنہ میں تیار ہونے والے نسخے کو مشکوک بناتے ہوئے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ یہ نسخہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نسخہ کی نقل تھا دوسری طرف مصحف صدیق کے بارے میں بھی کہہ دیتے ہیں کہ یہ بھی ناقص تھا۔ اس کے ساتھ ہی ان کا نقطہ نگاہ یہ بھی ہے کہ عہدِ نبوی ﷺ میں قرآن مجید کو محفوظ کرنے کا کوئی مناسب بندوبست نہیں تھا اور اس دور میں قرآن مجید کا کوئی مکمل نسخہ تیار نہیں ہوسکا تھا۔ آئندہ سطور میں اس پہلو پر حقائق پیش کئے جائیں گے کہ قرآن عہدِ نبوی ﷺ میں بھی ہر اعتبار سے مکمل اور محفوظ تھا اس سلسلے میں چند حقائق ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں۔

زبدۃ البیان فی رسوم مصاحفِ عثمان رضی اللہ عنہ میں روایت ہے:

"كان دأبُ الصحابة من أوّل نزول الوحي إلى اٰخره المسارعة إلى حفظه. (46)

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی نزولِ قرآن کے آغاز ہی سے صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ معمول تھا کہ جو حصہ نازل ہوتا اسے حفظ کرلیا جاتا۔ اگر ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معاشرے کے ذہنی رجحانات کا جائزہ لیں تو یہ بات آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے کہ اس دور میں قرآن اور صحابہ رضی اللہ عنہم لازم وملزوم تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان لوگوں کے حالاتِ زندگی بیان کرتے وقت الگ سے ان کے حافظ قرآن ہونے کی صفت کو بیان کرنے کی ضرورت محسوس ہی نہیں کی جاتی تھی۔ کیونکہ اکثر لوگ کسی نہ کسی طرح حافظ قرآن تھے۔ حفاظ صحابہ رضی اللہ عنہم کی کثرت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ جب اُحد کی لڑائی کے بعد شہدائے اُحد کو دفن کرنے کا مرحلہ آیا تو کپڑے کی قلت کی وجہ سے ایک ہی کپڑے میں کئی کئی صحابہ رضی اللہ عنہم کو اکٹھے لپیٹ کر دفن کیا گیا۔ ایک کپڑے میں ایک سے زیادہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو لپیٹتے وقت آپ دریافت فرماتے کہ ان میں سب زیادہ قرآن کس کو آتا تھا۔ ترمذی شریف میں اس کی تفصیل یوں بیان کی گئی ہے:

فكثر القتلى وقلّت الثّياب قال: فكفن الرجل والرجلان والثلثة في الثوب الواحد ثم يُدفنون في قبر واحد. قال فجعل رسول الله ﷺ يسأل عنهم «أَيُّهُمْ أَكْثَرُ قُرْآنًا». فيقدمه إلى القبلة (47)

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بہت سے شہید ہوئے اور کفن کے لیے کپڑوں کی قلّت ہوگئی تو ایک دو یا تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایک ہی کپڑے میں لپیٹ کر ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔ اس وقت حضور ﷺ دریافت فرماتے کہ ''ان میں سے سب سے زیادہ قرآن کس کو یاد تھا؟'' پس جس شخص کو قرآن سب سے زیادہ یاد ہوتا اسے قبلہ کی طرف رکھتے''

حضور ﷺ کا اس انداز سے سوال فرمانا 'أيهم اكثر قرانا' اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ شہدائے اُحد میں قرآن سب کو یا اکثر کو یاد تھا۔ کسی کو کم اور کسی کو زیادہ یاد تھا۔ ورنہ آپ محض کمی زیادتی ہی کے دریافت فرمانے پر اکتفانہ فرماتے بلکہ یہ بھی دریافت فرماتے کہ ''ان میں سے کس کو قرآن یاد ہے اور کس کو یاد نہیں''

✳ اس استفسارِ نبوی ﷺ سے یہ بات بھی عیاں ہے کہ حفظِ قرآن اور تعلیم کتاب اس طرح صحابہ رضی اللہ عنہم میں عام تھی کہ وہ ہر ایک کی حالت سے بخوبی آگاہ تھے کہ کس کو کتنا قرآن آتا ہے۔

✳ بیئرِ معونہ کا واقعہ ایک معمولی سا واقعہ ہے۔ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن کی تعلیم کے لیے جارہے تھے کہ ان کو شہید کر دیا گیا۔ یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ ایک چھوٹی سی جماعت کے لیے مسلمانوں میں سے ستر حفاظ کو بھیجا گیا کہ وہ انہیں قرآن کی تعلیم دیں۔ کیا یہ بات اس کی دلیل نہیں کہ اس وقت اس سوسائٹی میں حُفّاظ کی تعداد کس قدر زیادہ تھی۔ ایک مقام پر لوگوں کی تعلیم کے لیے بھیجے جانے والوں کی تعداد ستر تھی تو روزانہ جو جماعتیں اور وفود تعلیم قرآن کے لیے مختلف قبائل کو جاتے تھے انہیں نگاہ میں رکھیں تو اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس سوسائٹی میں حُفّاظ کی تعداد کس قدر زیادہ تھی۔ مدینہ طیبہ کے اندر بھی تو مقامی ضرورت کے لیے حفاظ موجود ہوتے ہوں گے۔

✳ ۱۱ ہجری میں مسیلمہ کے مقابلے میں مہاجرین و انصار کے کل ۳۰۰۔ افراد شہید ہوئے جن میں سے ستر صحابہ رضی اللہ عنہم حافظ قرآن تھے (48)

✳ ابن الندیم نے ایک طویل فہرست پیش کی ہے جن میں حفاظ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسمائے گرامی کا ذکر ہے۔ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں یہ حضراتِ گرامی شامل ہیں:

عبداللہ بن عمرو بن العاص، قیس بن صعصعہ، سعد بن منذر بن اوس، عبداللہ بن عمر، عقبہ بن عامر الجہنی، ابوالدّرداء، تمیم داری، معاذ بن الحارث الانصاری، عبداللہ بن سائب، سلیمان بن ابی حشمہ، ابی بن کعب، زید بن

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثابت، معاذ بن جبل، سعد بن عبید بن نعمان انصاری، مسلمہ بن مخلد بن الصامت، عثمان بن عقان، عبداللہ بن طلحہ، ابوموسیٰ الاشعری، عمرو بن العاص، ابوہریرہ، سعد بن ابی وقاص، حذیفہ بن الیمان، عبادہ بن صامت، ابوحلیمہ، مجمع بن حارثہ، فضالہ بن عبید، سعد بن عبادۃ، ابن عباس، ابوایوب انصاری، عبداللہ بن ذوالجناوین، عبید بن معاویہ، ابوزید رضوان اللہ علیہم اجمعین (49)

عبداللہ ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ (م 65ھ) جن کے بارے میں روایات بیان کی گئی ہیں کہ انہوں نے قرآن لکھا بھی تھا اور وہ حافظِ قرآن بھی تھے۔ انہوں نے حضور ﷺ سے شکایت کی تھی کہ میرا حافظہ کمزور ہے اور انہوں نے حضور ﷺ سے اجازت مانگی تھی کہ انہیں احادیث لکھنے کی اجازت دیں۔ (50) اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ایک ضعیف الحافظہ شخص قرآن کا حافظ تھا تو تیز حافظے والوں کا کیا عالم ہوگا۔ ابنِ سعد نے طبقات میں بھی ان کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ رات کو پڑھا جانے والا قرآن دن کو دوسروں کو سناتے تھے۔ (51) سعد بن منذر رضی اللہ عنہ کے بارے میں فتح الباری میں روایت ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ سے درخواست کی کہ انہیں تین روز میں قرآن ختم کرنے کی اجازت دی جائے۔ (52) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نسائی شریف میں روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ مجھے قرآن یاد تھا اور ایک رات میں اسے ختم کیا کرتا تھا۔ حضور ﷺ نے انہیں منع فرما دیا اور ایک ماہ میں ختم کرنے کی اجازت دی۔ (53)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نسائی شریف میں روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ مجھے قرآن یاد تھا اور ایک رات میں اسے ختم کیا کرتا تھا۔ حضور ﷺ نے انہیں منع فرما دیا اور ایک ماہ میں ختم کرنے کا حکم فرمایا۔ (54) مشہور صحابی تمیم داری رضی اللہ عنہ بھی حافظِ قرآن تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں تراویح میں قرآن پڑھاتے تھے۔ طبقات میں روایت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ نمازِ تہجد میں سات راتوں میں قرآن ختم فرمایا کرتے تھے۔ (55) علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے، جو فن رجال و تاریخ کے بہت ماہر تھے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے احوال سے بہت گہری واقفیت رکھتے تھے۔ طبقات القراء میں لکھتے ہیں:

"فأما من حفظه كله منهم وعرض على النبي ﷺ فجماعة من نجباء أصحاب محمد ﷺ انتدبوه قراءة وانتصبوا لأداءه فكان من حملتهم سبعة أئمة أعلام قرأت عليهم أسانيد القرآن." (56)

ان کے اس کلام سے واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں بہت سے لوگ حافظِ قرآن تھے۔ گذشتہ سطور میں ابن الندیم کے حوالے سے حفاظ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اسمائے گرامی بیان کئے گئے ہیں اس کے علاوہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فتح الباری میں علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے شرح بخاری میں اور علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے الاتقان میں دیگر بہت سے حفاظ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ذکر کیا ہے۔ (57)

کنز العمال میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کے سرداروں کو لکھا تھا کہ وہ اپنے اپنے علاقے سے حفاظِ قرآن کے ناموں پر مبنی فہرستیں مرکز کو روانہ کریں تاکہ بیت المال سے ان کے وظائف مقرر کئے جائیں۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے تنہا اپنے علاقے سے تین سو سے کچھ اوپر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اسمائے گرامی پر مشتمل فہرست ارسال کی۔ (58)

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مفتاح السعادۃ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے۔

"علي ابن أبي طالب رضى الله عنه عرض القرآن على النبي ﷺ وهو من الذين حفظوا القرآن أجمع بلا شك عندنا . وقد أبعد الشعبي في قوله إنه لم يحفظه . قال يحيٰى ابن آدم: قلت لأ بي بكر بن عياش: يقولون إن عليًّا لم يقرأ القرآن . فقال: أبطل من قال هذا .(59)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے تمام قرآن پڑھا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جنہیں قرآن مکمل طور پر یاد تھا۔ امام شعبی رحمہ اللہ کو اس شخص پر بہت حیرت ہے کہ جو یہ کہتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قرآن پورا یاد نہ تھا یحییٰ بن آدم کہتے ہیں کہ میں نے ابو بکر بن عیاش رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پورا قرآن یاد نہ تھا۔ انہوں نے کہا کہ یہ قول باطل ہے''

◉ علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"إن الذين جمعوا القرآن على عهد النبي ﷺ لا يحصيهم عدد ولا يضبطهم أحد .(60)

''بیشک جن لوگوں نے عہدِ نبوی ﷺ میں قرآن جمع کیا تھا ان کی تعداد شمار کرنا مشکل ہے''

گذشتہ سطور میں جن اصحاب رضی اللہ عنہم کے نام ذکر کئے گئے ہیں علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے ان میں ابوموسٰی اشعری، مجمع بن جاریہ، قیس بن ابی صعصعہ، قیس بن سکن، ام ورقہ بن نوفل، اور ابنتہ عبداللہ بن حارث رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ناموں کا اضافہ کیا ہے۔(61)

مذکورہ بالا جن اصحاب رضی اللہ عنہم کے اسمائے گرامی پیش کئے گئے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے قرآن کریم لکھ کر محفوظ کیا تھا۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ان کے جمع قرآن پر جمع فی الصدر کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس شبہ کا ازالہ اس طرح ہو جاتا ہے کہ حفاظِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعداد تو شمار میں لانا مشکل ہے۔ جنگ یمامہ میں ستر حفاظ شہید ہوئے۔ بئیر معونہ کے موقع پر ستر حفاظ شہید ہوئے۔ عہدِ نبوی ﷺ کے حفاظ کی تعداد تیس تک تو فتح الباری اور عمدۃ القاری میں موجود ہیں۔(62)

لہٰذا یہاں جمع کتابی مراد ہے۔ اس سلسلے میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کا بیان قابل ذکر ہے۔

المراد بالجمع الكتابة فلا ينفي أن يكون غيرهم جمعه حفظا عن ظهر قلب وأما هٰؤلاء فجمعوه كتابة وحفظوه عن ظهر قلب .(63)

کتابتِ وحی کے سلسلے میں تفصیلی روایات ملتی ہیں کہ نزول وحی کے فوراً بعد اس کو لکھ لیا جاتا تھا۔ اس کی وضاحت حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت سے بھی ہوتی ہے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كنت أكتب الوحي لرسول الله ﷺ وكان إذا نزل عليه الوحي أخذته برَحَاءٌ شديدة وعرقا مثل الجمان، ثم سرّي عنه، فكنت أدخل عليه بقطعة الكتف أو كسوة، فأكتب وهو يملي عليّ، فما أفرغ حتّٰى تكاد رجلي تنكسر من ثقل القرآن حتّٰى أقول لا أمشي علىٰ رِجلَيّ أبداً، فإذا فرغت، قال: اقرأه فإن كان فيه سقط أقامه ثم أخرج به إلى الناس .(64)

''میں رسول اللہ ﷺ کے لیے وحی کی کتابت کرتا تھا۔ جب آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو آپ ﷺ کو سخت گرمی لگتی تھی۔ اور آپ ﷺ کے جسم اطہر پر پسینہ کے قطرے موتیوں کی طرح ڈھلکنے لگتے تھے پھر آپ ﷺ سے یہ کیفیت ختم ہو جاتی تو میں مونڈھے کی کوئی ہڈی یا کسی اور چیز کا ٹکڑا لے کر خدمت میں حاضر ہوتا۔ آپ ﷺ لکھواتے رہتے اور میں لکھتا رہتا۔ یہاں تک کہ جب میں لکھ کر فارغ ہو جاتا تو قرآن کو نقل کرنے کے بوجھ سے مجھے ایسا محسوس ہوتا جیسے میری ٹانگ ٹوٹنے والی ہے اور میں کبھی نہیں چل سکوں گا۔ جب میں فارغ ہو جاتا تو آپ ﷺ فرماتے: پڑھو! میں پڑھ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرسناتا۔ اگر اس میں کوئی فروگذاشت ہوتی تو آپؐ اس کی اصلاح فرما دیتے پھر اسے لوگوں کے لئے لے آیا جاتا''

* عہدِ نبوی ﷺ میں قرآن کے مکمل شکل میں موجود ہونے پر مزید دلائل دیئے جاسکتے ہیں۔ مثلاً نبی کریم ﷺ کے بارے میں لاتعداد روایات موجود ہیں کہ آپؐ مختلف نمازوں میں کون کون سی سورتیں تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے متعدد سورتوں کے فضائل بیان فرمائے۔ مختلف مواقع پر مختلف مقاصد کے لیے قرآن کی مخصوص سورتیں تلاوت کرنے کی ترغیب دی۔ فضائلِ سورت پر متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں۔ یہ سب باتیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ قرآن کا متن عہدِ نبوی ﷺ میں مرتب شکل میں مکمل طور پر موجود تھا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ سورتوں میں آیات کی تعداد، ان کی طوالت اور ان کے نام عہدِ نبوی ﷺ میں معروف تھے۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ، جبریل علیہ السلام کے ساتھ قرآن کا دور کیا کرتے تھے۔ اور آخری سال آپ ﷺ نے دو مرتبہ دور فرمایا جسے عرضۂ اخیرہ کہا جاتا ہے۔ اگر مفروضے کے طور پر مستشرقین کی بات ایک لمحہ کے لیے مان لی جائے کہ قرآن مکمل حالت میں عہدِ نبوی ﷺ میں ہی موجود نہیں رہا تھا، تو اس صورت میں جبریل علیہ السلام، حضور ﷺ کو یاد دلا دیتے کہ قرآن کے فلاں فلاں حصے غائب ہوگئے ہیں۔ اس حوالے سے Rodwell نے بھی یہ بات تسلیم کی ہے کہ نبی کریم ﷺ جو کچھ لکھواتے تھے وہ ایک صندوق کے اندر جمع کرتے جاتے تھے اور آپ ﷺ کی وفات کے وقت وہ سارا کچھ ایک جگہ اکٹھا موجود تھا۔[64(a)]

جمع القرآن فی عہد النبی ﷺ کے لئے مزید تفصیلات کے لئے بخاری، كتاب فضائل القرآن ، باب جمع القرآن، باب كاتب النبي ﷺ باب أنزل القران علىٰ سبعة أحرف، باب تأليف القران، باب كان جبريل يعرض القران على النبي ﷺ، باب القراء من أصحاب رسول الله ﷺ احادیث نمبر 4978 تا 5005 کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ نزول وحی کے فوراً بعد کتابت قرآن کے بارے میں مزید تفصیلات مسند احمد، ترمذی، نسائی، ابوداؤد، ابن حبّان، حاکم کی مستدرک کے علاوہ فتح الباری میں موجود ہیں۔[(65)] علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے بخاری شریف کی شرح عمدۃ القاری میں بھی تفصیلات بیان کی ہیں۔[(66)] طبرانی نے بھی عہدِ نبوی ﷺ میں قرآن مجید کے مکمل طور پر لکھے جانے اور حافظوں میں محفوظ ہونے پر اپنی اوسط میں ثقہ رجال سے روایت بیان کی ہے۔[(67)]

اس سلسلے میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ایک روایت مروی ہے:

قال عثمان رضى الله عنه كان رسول الله ﷺ مما يأتي عليه الزّمان وهو ينزل عليه السور ذوات العدد فكان إذا نزل عليه الشيء دعا بعض من كان يكتب فيقول: «ضَعُوْا هٰؤلَاءِ الْاٰيَاتِ فِيْ السُّوْرَةِ الَّتِي يُذْكَرُ فِيْهَا كَذَا وَكَذَا» . فَإِذَا أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ الْاٰيَةُ فَيَقُوْلُ:«ضَعُوْا هٰذِهِ الْاٰيَةَ فِيْ سُوْرَةٍ يُذْكَرُ فِيْهَا كَذَا وَكَذَا» .[(68)]

''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کا معمول یہ تھا کہ جب بھی ایک یا ایک سے زائد سورتیں نازل ہوتیں تو آپ ﷺ کسی کاتب کو بلاتے اور فرماتے کہ یہ آیات فلاں سورت میں شامل کر دیں۔ اسی طرح جب کوئی آیت نازل ہوتی تو اس کے بارے میں بھی فرماتے کہ اسے فلاں سورت میں شامل کردیں۔''

مسند احمد حنبل میں عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

«أَتَانِي جِبْرِيْلُ فَأَمَرَنِي أَنْ أَصْنَعَ هٰذِهِ الْآيَةَ هٰذَا لِمَوْضِعِ مِنْ هٰذِهِ السُّوْرَةِ ﴿ إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَالْاِحْسٰنِ ...﴾ ».[69]

''میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے مجھے حکم دیا کہ میں اس آیت کو جو فلاں سورت کی ہے۔ فلاں مقام پر درج کر دوں۔ اور وہ آیت یہ تھی۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسٰنِ...﴾ [النحل:۹۰]

بخاری شریف میں روایت ہے کہ:

لما نزلت ﴿لَا يَسْتَوِى الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ أُولِى الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ قال النبي ﷺ: «اُدْعُ لِي زَيْدًا وَيَجِيءُ بِاللَّوْحِ وَالْقَلَمِ وَالْكَتِفِ -أَوْ الْكَتِفِ وَالدَّوَاةِ-». ثُمَّ قَالَ: اُكْتُبْ 'لَا يَسْتَوِى الْقٰعِدُوْنَ......'» .[70]

''جب آیت ﴿لَا يَسْتَوِى الْقٰعِدُوْنَ......﴾ [النساء: ۹۵] نازل ہوئی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ زید کو میری طرف بلایا جائے اور وہ تختی اور قلم اور کتف اور دوات لے کر آئیں پھر فرمایا ﴿لَا يَسْتَوِى الْقٰعِدُوْنَ﴾ لکھو''

ان روایات میں غور کریں تو دو اہم باتیں سامنے آتی ہیں کہ

① نزول وحی کی کیفیت جوں ہی ختم ہوتی۔ حضور ﷺ فوراً نازل شدہ وحی کو لکھوا لیتے۔

② یہ کتابت اس انداز سے ہوتی تھی کہ ایک مکمل نسخہ معرض وجود میں آ رہا تھا۔ اوّل الذکر کے متعلق مجمع الزوائد کی روایت پیش کی جا سکتی ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کیفیت وحی ختم ہو جاتی ہے تو فکنت أدخل عليه بقطعة الكتف ...... کہ میں لکھنے کا سامان قلم، دوات اور سلیٹ وغیرہ لے کر حاضر ہو جاتا۔[71]

محققین نے بہت سی ایسی روایات کا ذکر کیا ہے جن سے واضح ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نزولِ وحی کے بعد جس کام کے لئے سب سے زیادہ مستعد و بے قرار رہتے تھے وہ کتابتِ وحی کا فریضہ ہی ہوتا تھا۔

یہ حقائق اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ قرآن کے کسی حصے کا ضائع ہو جانا محال تھا اس قسم کے شواہد یہ واضح کرنے کے لیے کافی ہیں کہ جو ہستی اس سلسلے میں اس قدر محتاط ہو کیا اس نے قرآن غیر مربوط اور نامکمل شکل میں ہی امت کو دیے دیا ہوگا؟ حفاظتِ قرآن کی ذمہ داری اگرچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے تاہم عالمِ اسباب میں بھی حضور ﷺ کے ذریعے اس کی حفاظت کا اہتمام کیا گیا۔ عرضہ اخیرہ میں حضور ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دو مرتبہ قرآن سنایا اس کے بعد چھ ماہ کے عرصے میں کیا حضور ﷺ کی توجہ اس طرف مبذول ہی نہ ہوئی کہ جو کتاب میں دے کر جا رہا ہوں کیا وہ مکمل شکل میں موجود بھی ہے یا نہیں؟ جبکہ آپ ﷺ کو حضرِ اجل کا خیال ذہن میں ڈال دیا گیا ہو۔ اس قسم کی فروگذاشت تو ایک معمولی ذمہ دار شخص بھی نہیں کر سکتا۔

نزولِ قرآن کی کیفیت بھی یہی ظاہر کرتی ہے کہ قرآن مجید کو حضور ﷺ نے ترتیب بھی دیدی تھی۔ مثلاً سورۃ البقرۃ کی کچھ آیات ایک ہی دن نازل ہوئیں اور حضور ﷺ نے یہ آیات ایک کاتب مثلاً زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو لکھوا دیں۔ انہیں لکھوانے کے بعد آپ ﷺ نے معمول کے مطابق پڑھوا کر سن بھی لیا۔ اس کے بعد باقی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی ان آیات کو لکھ لیا۔ پھر اس کے بعد کچھ اور آیات نازل ہوئیں۔ جن میں کچھ سورۃ بقرہ اور کچھ سورۃ آل عمران کی تھیں۔ آپ ﷺ کو وحی کے ذریعے ان کا مقام بتا دیا گیا اور آپ ﷺ نے اس کے مطابق ان آیات کو لکھوا دیا۔ پڑھوا کر سنا اور پھر ان کی اشاعت فرما دی۔ ہم فرض کرتے ہیں کہ جب سورۃ البقرۃ کی گیارھویں آیت لکھی گئی تو حضور ﷺ نے اسے سنا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا آپ ﷺ نے صرف اسی ایک آیت کو سنا۔ یا اس سے پہلے کی دس آیات بھی سنیں

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا کم از کم وہ آیت سنی جو گیارھویں آیت کے متصل واقع ہے۔ اس کو بھی سنا۔ ظاہر ہے کہ صرف گیارھویں آیت سننے سے یہ تو واضح ہو جائے گا کہ یہ آیت گیارھویں یعنی اپنے نمبر پر لکھی گئی ہے یا نہیں؟ جب تک کہ کاتب کے پاس پہلے کی نازل شدہ اس سورت کی تمام کی تمام دس آیات لکھی ہوئی موجود نہ ہوں اور ان کا ربط ان آیات کے ساتھ نہ ہو۔

اس کے ساتھ اس روایت کو ذہن میں رکھیں جس میں سورۃ النساء کی آیت

﴿ لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ کے نزول کا ذکر کیا گیا ہے۔

اس بات کا اطلاق اگر ہم تمام کاتب صحابہ رضی اللہ عنہم پر کریں تو یہ بات سمجھنے میں کوئی دقت باقی نہیں رہ جاتی کہ ان تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس قرآن مجید کے مکمل (Up to date) نسخے تیار ہو رہے تھے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كنا نؤلف القرآن من الرقاع .(72)

اس بیان کی تشریح امام بیہقی رحمہ اللہ یوں کرتے ہیں۔

" المراد بالتأليف ما نزل من الآيات المفردة في سورها وجمعها .(73)

یعنی جن سورتوں کی جو جو آیات اس وقت تک نازل ہو چکی ہوتی تھیں ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ان کو سورتوں کے ان ان مقامات پر ترتیب دے کر لکھا کرتے تھے جہاں جہاں انہیں ہونا چاہئے تھا۔ مختلف سورتوں میں جو جدید اضافے وحی کے ذریعے ہوتے رہتے تھے انہیں ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ کر جوڑتے تھے اور یوں قرآن کی ان سورتوں کے وہ نسخے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس جمع ہوتے جاتے تھے تدریجاً مکمل ہوتے رہے۔

اس روایت کے بارے میں امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ."

''یہ شیخین کی شرط پر صحیح حدیث ہے''

امام بیہقی رحمہ اللہ نے بھی لکھا ہے کہ تالیف سے مراد یہ ہے کہ ہم آیات کو ان کے اصل مقام پر رکھ رکھ کر جوڑا کرتے تھے جہاں جہاں ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم رکھنے کا حکم فرماتے تھے۔(74)

عہدِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں قرآن جمع کرتے وقت حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ 'سورۃ برأۃ کی آخری آیات کسی سے نہ مل سکیں' بھی اس بات کی دلیل ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جانتے تھے کہ یہ آیات کس سورت کی ہیں اور انہیں کس جگہ لکھنا ہے۔ ورنہ تو یہ عبارت یوں ہونی چاہئے تھی۔

''دو آیات مل نہیں رہی تھیں جب وہ مل گئیں تو ہم نے انہیں سورۃ برأۃ کے آخر میں لکھ دیا۔''

عہد صدیق رضی اللہ عنہ میں جمع قرآن .....مقصد اور نوعیت

عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور عہد صدیقی رضی اللہ عنہ میں قرآن کی کتابت اور جمع قرآن کی کاروائی میں مقصد اور نوعیت کے اعتبار سے نمایاں فرق ہے ۔ اس دور میں جمع قرآن کے اقدام کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں قرآن لکھا ہوا موجود ہی نہ تھا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ قرآن عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں لکھا ہوا موجود تھا۔ اس کے لاتعداد نسخے مکمل شکل میں

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موجود تھے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر عہدِ نبوی ﷺ میں قرآن لکھا ہوا مرتب شکل میں موجود تھا تو پھر عہدِ صدیقی رضی اللہ عنہ میں دوبارہ اس کاروائی کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ اس بات کو ہم روایات کی روشنی میں واضح کریں گے۔

الاتقان میں خطابی کا قول نقل کیا گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

"إنما لم يجمع ﷺ القرآن في المصحف ... وقد كان القرآن كتب كله في عهد رسول الله ﷺ لكن غير مجموع في موضع واحد." (75)

''نبی کریم ﷺ نے قرآن مجید کو ایک مصحف کی شکل میں جمع نہیں فرمایا تھا۔ نبی کریم ﷺ کے عہد میں قرآن مجید مکمل طور پر لکھا تو جا چکا تھا۔ لیکن وہ یکجا نہیں تھا''

اسی طرح ایک اور روایت بھی الاتقان میں ہے:

وقال الحارث المحاسبي في كتاب فهم السنن كتابة القرآن ليست بمحدثة فإنه ﷺ كان يأمر بكتابته ولكنه كان مفرقا في الرقاع والأكتاف والعسب فإنما أمر الصديق بنسخها من مكان إلى مكان مجتمعا وكان ذلك بمنزلة أوراق وجدت في بيت رسول الله ﷺ فيها القرآن منتشر فجمعها جامع وربطها بخيط حتى لا يضيع منها شيءٌ. (76)

''حارث محاسبی فہم السنن میں لکھتے ہیں کہ قرآن کی کتابت کوئی نئی بات نہ تھی اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے اس کے لکھنے کا حکم فرمایا تھا۔ لیکن اس وقت یہ رقاع، اکتاف اور عسیب میں متفرق و منتشر حالت میں تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے مرتب طریقے سے یکجا کرنے کا حکم دیا۔ اور یہ ان اوراق کی طرح تھا جو حضور ﷺ کے گھر سے پائے گئے تھے ان میں قرآن منتشر طور پر لکھا ہوا تھا۔ اسی کو جامع نے جمع کر دیا۔ اور ایک دھاگے کے ساتھ اس طرح پرو دیا کہ اس میں سے کوئی حصہ ضائع نہیں ہوا''

امام حاکم رحمہ اللہ نے مستدرک میں روایت بیان کی ہے:

جمع القرآن ثلاث مرات إحداها بحضرة النبي ﷺ ثم أخرج بسند على شرط الشيخين عن زيد ابن ثابت قال: كنا عند رسول الله ﷺ نؤلف القرآن من الرقاع ..... الثانية بحضرة أبوبكر. (77)

''قرآن تین مرتبہ جمع کیا گیا ہے۔ پہلی مرتبہ رسول اللہ ﷺ ہی کے عہد میں جمع ہوا تھا۔ پھر انہوں نے ایک سند پر جو شیخین کی شرط کے مطابق ہے، بیان کیا ہے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھ کر قرآن کو مختلف پرچوں سے مرتب کیا کرتے تھے۔ دوسری مرتبہ قرآن جمع کرنے کا کام عہد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں ہوا۔ تیسری مرتبہ یہ کام عہدِ عثمانی رضی اللہ عنہ میں ہوا۔

نبی کریم ﷺ نے قرآن کو کتابی شکل میں اس لئے نہیں دیا تھا کہ آپ ﷺ کی زندگی میں قرآن ابھی نازل ہو رہا تھا۔ ظاہر ہے کتابی شکل تو اسی وقت دی جا سکتی تھی جب یہ یقین ہو جاتا کہ اب مزید وحی نازل نہیں ہونی اور آئندہ جو وحی نازل ہونی تھی اسے کس جگہ رکھنا تھا۔ یہ اسی وقت ممکن تھا جب کہ قرآن مکمل نازل ہو چکا ہوتا۔

ان تمام حقائق و شواہد کی موجودگی میں یہ سوال خود بخود حل ہو جاتا ہے کہ عہدِ نبوی ﷺ میں قرآن مجید لکھا ہوا ہونے کے باوجود عہدِ صدیقی رضی اللہ عنہ میں دوبارہ اس کام کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ عہدِ نبوی ﷺ میں جونہی کوئی آیت نازل ہوتی فوراً اسے لکھوا لیا جاتا۔ لیکن چونکہ وحی کے نزول کا سلسلہ جاری تھا۔ اس لئے حضور ﷺ نے قرآن کو بین الدفتین یا ایک کتاب کی شکل نہیں دی کہ اسے سرکاری نسخہ کہا جاتا۔ لیکن یہ بین الدفتین شکل عہدِ صدیقی رضی اللہ عنہ میں دی گئی۔ عہدِ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبوی ﷺ اور عہدِ صدیقی رضی اللہ عنہ کے مصحف میں فرق صرف اسی قدر تھا کہ حضور ﷺ باقاعدہ ایک معیاری نسخہ، جسے سرکاری حیثیت حاصل ہو، امت کو دے کر نہیں گئے۔ لیکن ایک سرکاری نسخے کے نہ ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ مرتب نسخہ نہیں تھا۔ بلکہ اس وقت تو لاتعداد نسخے معرض وجود میں آچکے تھے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک سرکاری نسخہ تیار کروا دیا۔ چونکہ مصحفِ عثمانی رضی اللہ عنہ کو مشکوک بنانے کے لیے مستشرقین مصحف صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی غلط انداز سے پیش کرتے ہیں اس لئے مصحف صدیق رضی اللہ عنہ کی تیاری کی وضاحت کرنا بھی ضروری ہے۔

عہدِ صدیق رضی اللہ عنہ میں جمع قرآن مجید کا طریق کار اور شرائط

اس وقت یہ طریق کار اختیار کیا گیا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ سے کہا:

"اقعدا على باب المسجد، فمن جاء كما بشاهدين على شيءٍ من كتاب الله فاكتباه. (78)

''مسجد کے دروازے پر بیٹھ جائیں اور جو شخص کتاب اللہ کا کوئی حصہ لے کر آئے اور اس پر دو گواہ پیش کرے تو وہ حصہ لکھ لیا کرو۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دو گواہوں سے مراد حفظ اور کتابت ہے۔ (79)

لیکن جمہور کہتے ہیں کہ دو عادل گواہ حفظ کے لیے اور دو عادل گواہ کتابت کیلئے۔ یعنی کل چار گواہ پیش کئے جائیں تو قرآنی آیت کا ٹکڑا قبول کیا جائے ورنہ قبول نہ کیا جائے۔ (80)

جمہور علماء اس کی دلیل میں ابن ابی داؤد کی وہ روایت پیش کرتے ہیں۔ جو انہوں نے یحیٰی بن عبدالرحمٰن بن حاطب کے طریق سے روایت کی ہے۔

قدم عمر ، فقال: من كان تلقى من رسول الله ﷺ شيئًا من القرآن فليأت به ، وكانوا يكتبون ذلك في الصحف والألواح والعسبِ وكان لا يقبل من أحد شيئًا حتٰى يشهد شهيدان. (81)

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا کہ جس نے قرآن کا کچھ حصہ حضور ﷺ سے سن کر یاد کیا ہو وہ پیش کرے۔ لوگ ان دنوں قرآن کریم کی آیات کو صحیفوں تختیوں اور کھجور کی چھوٹی ٹہنیوں پر لکھا کرتے تھے۔ جب تک دو گواہ شہادت نہ دیتے تب تک آپ کسی کی پیش کردہ آیات کو قبول نہیں کرتے تھے''

علامہ سخاوی رحمہ اللہ اس سلسلے میں فرماتے ہیں۔

المراد أنهما يشهدان على أن ذلك المكتوب كتب بين يدي رسول الله ﷺ. (82)

مقصد یہ ہے کہ دو گواہ اس بات کی شہادت دیں کہ یہ آیات حضور ﷺ کے سامنے لکھی گئی تھیں۔

عہد صدیقی رضی اللہ عنہ میں کس قدر احتیاطی تدابیر اختیار کی گئیں اس کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ

- اس کے باوجود کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ تینوں حفاظِ قرآن تھے۔ (83) وہ چاہتے تو اپنی یاداشت اور حفظ کی بنیاد پر ایک نسخہ لکھ دیتے اور خلیفہ ہونے کی حیثیت سے حکم صادر فرما دیتے کہ آئندہ سے یہ نسخہ سرکاری نسخہ کہلائے گا۔ لیکن انہوں نے امت کا اجماع منعقد کرنے کی خاطر ایک باضابطہ اور باقاعدہ طریقہ اختیار کیا۔ کسی کو اس طریق پر نہ اعتراض ہو سکتا تھا اور نہ کسی نے اعتراض کیا۔
- احتیاط کی ایک مثال یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ آپ ایک آیت لے کر آئے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن یہ آیت آپ نے اکیلے ہی پیش کی ۔کسی اور نے ان کی تائید نہیں کی ۔تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پیش کردہ یہ آیت قرآن میں شامل نہیں کی گئی۔ (84)

✳ احتیاط کی تیسری مثال سورۃ التوبۃ کی آخری آیت ہے۔حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اوران کی کمیٹی کے دیگر ارکان کی طرح یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی یاد تھی لیکن انہوں نے اسی معیار پر عمل کیا۔اور یہ آیت چونکہ اسی معیار پر پورا نہیں اتر رہی تھی۔اس لئے اسے قبول نہیں کیا گیا۔اسی وقت انہیں شامل قرآن کیا گیا جب وہ معیار پر پورا اتری۔ (85)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ

''میں نے ان آیات کو صرف ابوخزیمہ رضی اللہ عنہ کے پاس پایا'' (86)

اس کا مطلب یہ نہیں کہ خبر واحد کے ساتھ قرآن کا اثبات کیا گیا ہے ۔اس لئے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بذات خود یہ آیات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھیں۔اوران کو یہ معلوم تھا کہ یہ آیات کہاں اور کس سورۃ سے متعلق ہیں۔اس ضمن میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تلاش تائید وتقویت کے لئے تھی۔اس لئے نہیں کہ آپ قبل ازیں ان آیات سے آگاہ نہ تھے۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اہتمام سے جمع وتدوین قرآن کا کام ایک سال کی مدت میں تکمیل کو پہنچا اس کام کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بنظر استحسان دیکھا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کام کے بارے میں فرمایا۔

"رحم الله أبا بكر ، هو أوّل من جمع كتاب الله بين اللوحين . (87)

''اللہ تعالیٰ ،ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے کہ انہوں نے اللہ کی کتاب کو بین اللوحین جمع کیا''

ان تمام تفصیلات سے ایک انصاف پسند انسان بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ کیا مسلمان طویل عرصہ تک قرآن مجید کے متن کو محفوظ کرنے کے بارے میں لاپرواہ رہے اور کیا عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم وعہد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں کوئی نسخہ مرتب نہیں ہوا تھا۔ایک طرف اس قدر اہتمام واحتیاط سے تیار ہونے والا نسخہ ہے اور دوسری طرف مستشرقین کی یہ رَٹ کہ قرآن کا کوئی نسخہ عہدِ عثمان رضی اللہ عنہ تک تیار نہ ہوسکا،کسی طرح بھی قرین حقیقت اور قرین عقل وانصاف نہیں ہے۔

عہدِ عثمانی رضی اللہ عنہ میں جمع قرآن

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہدِ حکومت تک اسلامی مملکت وسیع علاقے تک پھیل چکی تھی۔اورعرب کے علاوہ عجم کے علاقے اسلامی حکومت کا حصہ بن چکے تھے۔قرآن مجید لوگوں کا مرکز ومحور تھا۔لوگوں کی سہولت کے لیے بعض مقامات پر ایک سے زیادہ طریقوں سے پڑھنے کی اجازت بھی موجود تھی۔دوسری طرف 'سبعہ احرف' بھی موجود تھے۔صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ان سات حروف کے ساتھ قرآن پڑھا کرتے تھے۔صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنے شاگردوں کو بھی انہی کے مطابق پڑھایا۔جب اسلامی مملکت کی حدود عجم تک وسیع ہوئیں تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ان علاقوں میں بھی پھیل گئے۔ہر مفتوحہ علاقے میں سرکاری طور پر معلمین متعین کئے جاتے تھے (88) اس طرح معلم صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ذریعے سبعہ احرف کے مطابق قرآن پڑھنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم عرب وعجم کے وسیع علاقے میں پھیل گئے۔جب تک لوگ سبعہ احرف کی حقیقت سے آگاہ تھے اس وقت تک مسئلہ پیدا نہ ہوا۔لیکن جب یہ اختلاف دوردراز علاقوں تک پھیل گیا اور جن لوگوں پر یہ بات واضح نہ تھی کہ سبعہ احرف کی سہولت کا اصل مقصد کیا تھا۔اور یہ بات ان میں پوری طرح مشہور نہ ہوسکی کہ قرآن کریم

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سات حروف میں نازل ہوا ہے تو اس وقت لوگوں میں جھگڑے کھڑے ہونے لگے۔ بعض لوگ اپنی قراءت کو صحیح اور دوسرے کی قراءت کو غلط قرار دینے لگے(89) ان جھگڑوں سے ایک طرف تو یہ خطرہ تھا کہ لوگ قرآن کریم کی متواتر اور جائز قراءتوں کو غلط قرار دینے کی سنگین غلطی میں مبتلا ہو جائیں گے دوسری طرف یہ مسئلہ بھی تھا کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لکھے ہوئے ایک نسخہ، جو مدینہ طیبہ میں موجود تھا، کے علاوہ پورے عالم اسلام میں کوئی معیاری نسخہ موجود نہ تھا جو پوری امت کے لیے معیار اور حجت بن سکے۔ کیونکہ اس نسخے کے علاوہ دوسرے نسخے انفرادی طور پر لکھے ہوئے تھے اور ان میں ساتوں حروف کو جمع کرنے کا کوئی اہتمام نہیں تھا۔ اس لئے جھگڑوں کے حل کی کوئی قابل اعتماد صورت یہی تھی کہ ایسے نسخے پورے عالم اسلام میں پھیلا دئے جائیں جن میں ساتوں حروف جمع ہوں اور انہیں دیکھ کر یہ فیصلہ کیا جا سکے کہ کونسی قراءت درست اور کونسی غلط ہے؟ متن قرآن پر کسی اختلاف سے بچنے کے سلسلے میں یہ عظیم الشان کارنامہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں رونما ہوا۔ ان کے اس کارنامے کی تفصیلات، روایات میں موجود ہیں۔ حضرت خذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ آرمینیا کے محاذ پر جہاد میں مصروف تھے وہاں انہوں نے دیکھا کہ لوگوں میں قرآن کریم کی قرائتوں کے بارے میں اختلاف ہو رہا ہے۔ چنانچہ مدینہ منورہ واپس آتے ہی انہوں نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ وہ امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے۔ اور پوری صورت حال واضح کی۔ انہوں نے خلیفہ سے کہا کہ قبل اس کے کہ یہ امت کتاب اللہ کے بارے میں یہود و نصاریٰ کی طرح اختلاف کا شکار ہو جائے۔ آپ اس اختلاف کا علاج فرمالیں۔ میں آرمینیہ کے محاذ پر مصروفِ جہاد تھا کہ میں نے دیکھا کہ شام کے رہنے والے لوگ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءت میں پڑھتے ہیں جو اہل عراق نے نہیں سنی ہوتی۔ اور اہل عراق، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں پڑھتے ہیں جو اہل شام نے نہیں سنی ہوتی۔ اس بناء وہ ایک دوسرے کو کافر قرار دے رہے ہیں۔(90)

اس سلسلے میں علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

إن حذيفة قدم من غزوة فلم يدخل بيته حتّى اتى عثمان فقال: يا أمير المؤمنين! أدرك الناس. قال: وما ذاك؟ قال: غزوت أرمينية فإذا أهل الشام يقرؤون بقراءة أبيّ بن كعب فيأتون بما لم يسمع أهل العراق وإذا أهل العراق يقرؤون بقراءة عبدالله ابن مسعود فيأتون بما لم يسمع أهل الشام، فيكفر بعضهم بعضا .....(91)

''حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی ایک غزوۃ سے واپسی ہوئی تو واپسی پر وہ اپنے گھر میں داخل نہیں ہوئے تا آنکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے امیر المؤمنین لوگوں کی خبر لیجئے۔ انہوں نے پوچھا کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا میں لڑائی کے سلسلے میں آرمینیہ گیا تو معلوم ہوا کہ اہل شام اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءت میں پڑھتے ہیں جو اہل عراق نے نہیں سنی ہوتی اور اہل عراق عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں پڑھتے ہیں جسے اہل شام نے نہیں سنا ہوتا۔ اس اختلاف کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کو کافر قرار دے رہے ہیں۔''

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بن الیمان کا واقعہ بخاری شریف میں یوں بیان ہوا ہے:

عن ابنِ شهاب أن أنس بن مالك حدثه أن حذيفة بن اليمان قدم على عثمان وكان يغازي أهل الشام في فتح أرمينية وآذربيجان مع أهل العراق، فأفزع حذيفة اختلافهم في القراءة، فقال حذيفة لعثمان: يا أمير المؤمنين! أدرك هذه الأمة قبل أن يختلفوا في الكتاب اختلاف

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اليهود والنصارٰى. فأرسل عثمان إلى حفصة أن أرسلي إلينا بالصحف ننسخها في المصاحف، ثم نردها إليك. فأرسلت به حفصة إلىٰ عثمان، فأمر زيد بن ثابت وعبدالله ابن زبير وسعيد بن العاص وعبدالرحمٰن بن الحارث بن هشام فنسخوها في المصاحف، وقال عثمان للرهط القرشيين الثلاثة: إذا اختلفتم أنتم وزيد بن ثابت في شيء من القرآن فاكتبوه بلسان قريش، فإنما أنزل بلسانهم. ففعلوا، حتّى إذا نسخوا الصحف في المصاحف، فردّ عثمانَ الصحف إلىٰ حفصة، وأرسل إلىٰ كل أفق بمصحف مما نسخوا، وأمر بما سوامن القرآن في محل صحيفة أو مصحف أن يحرق.(92)

''حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس آذر بائیجان کے معرکے کے بعد حاضر ہوئے انہیں قرائاتِ قرآن میں باہمی اختلاف نے بہت پریشان کیا تھا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کہا اے امیر المؤمنین! اس امت کی خبر لیجئے قبل اس کے کہ وہ اپنی کتاب میں یہود و نصارٰی کی طرح اختلاف کرنے لگے۔ اس پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ ہمارے پاس قرآن حکیم کے نوشتہ صحیفے اور اجزاء بھیج دیں ہم انہیں نقل کر لیں گے اور ایک مصحف کی شکل میں جمع کر لیں گے پھر انہیں آپ کی طرف لوٹا دیں گے۔''

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے وہ صحیفے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیئے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، سعید بن العاص رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ کو متعین فرمایا کہ وہ ان صحائف کو ایک مصحف میں نقل کریں۔ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جماعت قریش کے تینوں افراد (عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، سعید بن العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن حارث رضی اللہ عنہ) کو فرمایا کہ جب تم اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ میں قرآن کریم کی کسی آیت کے لکھنے میں اختلاف ہو تو پھر اسے لغتِ قریش میں لکھنا کیونکہ قرآن لغتِ قریش میں نازل ہوا ہے۔ چنانچہ ان حضرات نے اسی پر عمل کیا۔ یہاں تک کہ جب یہ حضرات ان صحائف کو نقل کر چکے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان اصل صحائف کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی طرف واپس لوٹا دیا۔ اور ہر علاقے میں ایک ایک مصحف ارسال کر دیا اور یہ حکم صادر فرما دیا کہ ان کے علاوہ جو مجموعے اور صحیفے لوگوں کے پاس لکھے ہوئے موجود ہوں ان کو جلا دیا جائے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد میں پیدا ہونے والے ان اختلافات کے بارے میں ابن اشتہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے:

اختلفوا في القرآن على عهد عثمان رضى الله عنه حتّى اقتتل الغلمان والمعلمون، فبلغ ذلك عثمان ابن عفان فقال: عندي تكذبون وتلحنون فيه، فمن نأى عني كان أشد تكذيباً وأكثر لحناً، يا أصحاب محمّد اجتمعو فاكتبوا للناس إماما.(93)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خود بھی شاید اس خطرے سے آگاہ تھے۔ انہیں اس بات کی اطلاع ملی تھی کہ خود مدینہ منورہ کے اندر ایسے واقعات پیش آئے کہ مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم کے شاگرد اکٹھے ہونے سے اختلاف کی ایک کیفیت پیدا ہو رہی تھی (94) جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم کو جمع کیا اور ان سے اس سلسلے میں مشورہ کیا۔ اور فرمایا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ بعض لوگ اس قسم کی باتیں کرتے ہیں کہ میری قراءت تمھاری قراءت سے بہتر ہے اور یہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بات کفر تک پہنچ سکتی ہے۔ لہٰذا آپ لوگوں کی کیا رائے ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہی سے پوچھا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے کیا سوچا ہے؟ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''میری رائے یہ ہے کہ ہم تمام لوگوں کو ایک مصحف پر جمع کر دیں تاکہ کوئی اختلاف اور افتراق باقی نہ رہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس رائے کو پسند فرمایا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی رائے کی تائید کی۔''

چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اسی وقت لوگوں کو جمع کر کے ایک خطبہ ارشاد فرمایا کہ

"أنتم عندي تختلفون فيه وتلحنون فمن نأى عني من أهل الأعصار أشد فيه اختلافاً وأشد لحناً، اجتمعوا يا أصحاب محمد (ﷺ)! فاكتبوا للناس إماماً.(95)

تم لوگ مدینہ منورہ میں میرے قریب ہوتے ہوئے قرآن کریم کی قراءتوں کے بارے میں ایک دوسرے کی تکذیب اور ایک دوسرے سے اختلاف کرتے ہو۔ اس سے ظاہر ہے کہ جو لوگ مجھ سے دور ہیں وہ تو اور بھی زیادہ تکذیب و اختلاف کرتے ہوں گے۔ لہٰذا تم لوگ مل کر قرآن کریم کا ایک ایسا نسخہ تیار کرو جو سب کے لیے واجب الاقتداء ہو۔

مصحف عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس وضاحت سے صاف طور پر واضح ہو رہا ہے کہ قرآن مجید کا ایک مصحف تیار کروانے کی اس وقت اشد ضرورت تھی۔ ایسا نہیں تھا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنی سیاسی پالیسی یا ذاتی مقاصد کے لئے یہ سب کچھ کیا۔ آذربائیجان سے واپسی کے فوراً بعد حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کا امیر المؤمنین کے پاس آنا اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ وہ اس اختلاف سے بڑے پریشان تھے۔ پھر انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ مسئلہ اس انداز سے پیش کیا کہ وہ بھی اس کی سنگینی کو فوراً سمجھ گئے۔ اس صورتحال میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یہ محسوس کیا کہ اگر یہی صورت حال برقرار رہی اور انفرادی مصاحف ختم کر کے قرآن کریم کے معیاری نسخے عالم اسلام میں نہ پھیلائے گئے تو زبردست فتنہ رونما ہو جائے گا۔ اس لئے انہوں نے مندرجہ ذیل کام کئے۔

① قرآن کریم کے سات معیاری نسخے تیار کروائے اور انہیں مختلف اطراف میں روانہ کیا۔

② یہ سات نسخے درحقیقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ والے نسخے کی نقل تھے۔ متن کے اعتبار سے ان دونوں مصاحف میں کوئی فرق نہ تھا۔ صرف رسم الخط کا فرق تھا۔ اس میں قریش کی لغت کو بنیاد بنایا گیا۔ ان مصاحف کا رسم الخط ایسا رکھا کہ اس میں 'سات حروف' سما سکیں۔ چنانچہ یہ مصاحف نقاط اور حرکات سے خالی تھے اور انہیں ہر حرف کے مطابق پڑھا جا سکتا تھا۔ (جمع عثمانی کی حقیقی نوعیت صرف یہ نہیں ہے کہ وہاں نسخ ہوا تھا بلکہ وہ بھی ایک باقاعدہ جمع تھی۔ تفصیل کے لئے مذکورہ شمارہ میں مضمون 'جمع عثمانی روایات کے تناظر میں' ملاحظہ فرمائیں، نیز رسم مصحف خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا تیار کردہ ہے یا توقیفی ہے اس بارہ میں قراءات نمبر حصہ اول اور دوم میں مضمون 'رسم عثمانی کی شرعی حیثیت' دیکھ سکتے ہیں۔) (ادارہ)

③ جتنے انفرادی نسخے لوگوں نے تیار کر رکھے تھے ان سب کو نذر آتش کر دیا گیا۔ اگر لوگوں کے انفرادی نسخے باقی رہتے تو اختلاف کی بنیاد باقی رہتی۔ لوگ پھر بھی الگ الگ نسخوں کو بنیاد بنائے رکھتے۔ اس لئے انہیں ختم کرنا ہی قرین مصلحت تھا۔

④ یہ پابندی عائد کر دی کہ آئندہ جو نسخے لکھے جائیں وہ اسی کے مطابق تیار کئے جائیں۔

⑤ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تیار کردہ نسخے میں الگ الگ سورتیں تھیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان سورتوں کو

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرتب کر کے ایک مصحف کی شکل دے دی۔ (96)

ان اقدامات سے ان کا مقصد یہ تھا کہ تمام عالم اسلام میں رسم الخط اور ترتیب سوَر کے اعتبار سے تمام مصاحف میں یکسانیت ہو۔ اس بات کی وضاحت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک قول سے ہوجاتی ہے۔ جو ابن داؤد نے کتاب المصاحف میں نقل کی ہے۔

قال علي: لا تقولوا في عثمان إلّا خيراً، فوالله! ما فعل الذي فعل في المصاحف إلا عن ملإٍ منا . قال: ما تقولون في هٰذهِ القراءة فقد بلغني أن بعضهم يقول: إن قراءتي خير من قراءتك وهذا يكاد أن يكون كفراً . قلنا: فما ترٰى؟ قال: أرىٰ أن نجمع الناس علىٰ مصحف واحد فلا تكون فرقة ولا اختلاف . قلنا: فنعم ما رأيت .(97)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی بات ان کی بھلائی کے علاوہ نہ کہو کیونکہ انہوں نے اللہ کی قسم مصاحف کے بارے میں جو کام کیا وہ ہم سب کی موجودگی میں کیا۔ انہوں نے ہم سب سے مشورہ کرتے ہوئے پوچھا تھا کہ ان قراءتوں کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟ کیونکہ مجھے اطلاعات مل رہی ہیں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ میری قراءت تمہاری قراءت سے بہتر ہے حالانکہ یہ ایسی بات ہے کہ جو کفر کے قریب تر پہنچتی ہے۔''

اس پر ہم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ پھر آپ رضی اللہ عنہ کی رائے کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ میری رائے یہ ہے کہ ہم سب لوگوں کو ایک مصحف پر جمع کر دیں تا کہ کوئی افتراق و اختلاف باقی نہ رہے۔ ہم سب نے کہا کہ آپ نے بڑی اچھی رائے قائم کی۔''

اس روایت میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے الفاظ 'أن نجمع الناس على مصحف واحد' ہمارے موضوع کے اعتبار سے خاص توجہ کے حامل ہیں کہ آپ نے یہ ارادہ ظاہر فرمایا کہ ہم ایک مصحف تیار کرنا چاہتے ہیں جو پورے عالم اسلام کے لیے یکساں اور معیاری ہو اور اس کے بعد کسی صحیح قراءت کے انکار یا منسوخ یا کسی شاذ قراءت پر اصرار کی کسی کے پاس گنجائش باقی نہ رہے۔

علامہ مقری اپنی کتاب نفح الطیب میں لکھتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے تیار کروائے ہوئے مصحف پر یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے۔

هٰذَا مَا جَمَعَ عَلَيهِ جَمَاعَةٌ مِّن أَصحَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ مِنْهُم زَيد بنُ ثَابَتٍ وَ عَبدُالله ابنُ زبَير وَسعَيد بنُ العَاصِ (97-a)

اس کے بعد دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام بھی درج ہیں جنہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اس کام پر اجماع کیا تھا۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ کو امت مسلمہ میں عظیم محقق اور بلند پایہ عالم کی حیثیت حاصل ہے ہمارے اس موضوع زیرنظر کے بارے میں آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا۔ مشاہدہ سے معلوم ہوا کہ حفاظت خداوندی کا ظہور اس طرح ہوا کہ چند صالح بندوں کے دلوں میں یہ بات ڈالی گئی کہ وہ اس کی جمع و تدوین کی خدمت سرانجام دیں اور تمام دنیا کے مسلمان ایک نسخہ قرآنی پر متفق ہوجائیں اور عظیم جماعتیں اس کی تعلیم و تلاوت میں مشغول رہیں تا کہ سلسلہ تواتر ٹوٹ نہ جائے۔ اس کی تکمیل اس طرح ظہور میں آئی کہ عہدِ عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورہ اور اجماع سے تمام مصاحف میں سے ایک مصحف (جو عثمان رضی اللہ عنہ نے مصحف صدیق رضی اللہ عنہ سے نقل کر کے تیار کروایا تھا) پر اتفاق کیا گیا۔ جس میں شاذ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قراءتیں نہیں لی گئیں بلکہ متواتر قراءتیں ہی لی گئیں اور قبائل عرب کی سات زبانوں (سبعہ احرف) میں سے جن پر قرآن مجید نازل ہوا تھا۔ (اور اس کے پڑھنے کی اجازت دے دی گئی تھی ان لوگوں کو جو لغت قریش کے پڑھنے سے عاجز ہوں) ایک لغت قریش کو لے لیا گیا اور باقی لغات کے مصحف متروک کر دیئے گئے''(97-b)

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے الفاظ کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے 'مشورہ اور اجماع' سے ایک نسخہ تیار کیا گیا، خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اس سے یہی بات ثابت ہوئی کہ یہ کاروائی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ذاتی کام نہ تھا بلکہ صحابہ رضی اللہ عنہم ان کے ساتھ شامل تھے۔

اس تفصیل سے واضح ہوا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جمع قرآن کا کام بلاوجہ نہیں کیا تھا نہ ہی اس میں آپ رضی اللہ عنہ کا کوئی خصوصی مخفی مقصد تھا۔ مصحفِ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کوئی نئی چیز نہ تھا بلکہ یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نسخہ کی نقل تھا۔

ذہن میں سوال ابھرتا ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پورے اہتمام سے تمام مسلمانوں کی شمولیت اور اجماع سے ایک متفقہ سرکاری نسخہ قرآن تیار کروایا تھا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو 'جمع قرآن' کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ اس سوال کا جواب ایک تو اب تک پیش کی گئی تفصیلات سے مل جاتا ہے کہ تلاوتِ قرآن میں 'سبعہ احرف' کی وجہ سے اختلاف پیدا ہو گیا تھا اس اختلاف کو دفع کرنا مقصود تھا۔ اس کے علاوہ اس سوال کا جواب مندرجہ ذیل تفصیل سے بھی مل جاتا ہے۔

جمع صدیق رضی اللہ عنہ اور جمع عثمانی رضی اللہ عنہ میں فرق بیان کرتے ہوئے علامہ ابن التین کہتے ہیں۔

''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے جمع کرنے میں یہ فرق تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس خوف سے جمع کیا تھا کہ قرآن کہیں ضائع نہ ہو جائے۔ کیونکہ وہ اس وقت متفرق و منتشر صحیفوں میں تھا۔ انہوں نے ان سب اوراق کو لے کر آیات اور سورتوں کی اسی ترتیب کے ساتھ جس ترتیب کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھایا تھا اور پڑھایا تھا ایک شیرازہ میں جمع کر دیا۔ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جب وجوہ قراءت میں لوگوں کو اختلاف کرتے ہوئے دیکھا تو اس وقت قرآن کو صحیح قراءت کے ساتھ جو عرضہ اخیرہ کے مطابق تھی اور جس کی صحت میں مطلق شبہ نہ تھا نقل کرا دیا تاکہ اختلافاتِ قراءت رفع ہو جائیں۔ انہوں نے ترتیب میں نہ تقدیم کی نہ تاخیر۔ نہ اس میں کسی تاویل کو دخل دیا۔ صرف قراءت میں لوگوں کے شبہ یا فساد کرنے سے قرآن کو محفوظ کر دیا''(98)

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے ابن التین کے علاوہ بھی کچھ علماء کا یہی نقطہ نگاہ نقل کیا ہے۔

وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قرآن جمع کرنے کی یہ شکل ہوئی کہ جس وقت وجوہِ قراءت میں بکثرت اختلاف پھیل گیا اور یہاں تک نوبت آ گئی کہ لوگوں نے قرآن مجید کو اپنی اپنی قراءتوں میں پڑھنا شروع کر دیا۔ اور ظاہر ہے کہ عرب کی زبانیں بڑی وسیع ہیں تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں میں سے ہر ایک زبان کے لوگ دوسری زبانوں والوں کو برسرِ عام غلط قرار دینے لگے اور اس معاملے میں سخت مشکلات پیش آنے لگیں اور بات بڑھ جانے کا خوف پیدا ہو گیا اس لئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن کے صحف کو ایک مصحف میں سورتوں کی ترتیب کے ساتھ جمع کر دیا اور تمام عرب کی زبانوں کو چھوڑ کر محض قبیلہ قریش کی زبان پر اکتفا کر لیا۔ اس بات کے لیے عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دلیل یہ دی کہ قرآن مجید کا نزول دراصل قریش کی زبان میں ہوا تھا۔ اگرچہ دقت اور مشقت دور کرنے کے لیے اس کی قراءت غیر زبانوں میں بھی کر لینے کی گنجائش دے دی گئی تھی۔ لیکن اب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رائے میں وہ ضرورت مٹ چکی تھی ۔ لہٰذا انہوں نے قرآن کی قراءت کا انحصار محض ایک ہی زبان یعنی زبانِ قریش میں کر دیا۔[99]

قاضی ابو بکر 'الانتصار' میں لکھتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان اختلافات کو مٹایا جو اس وقت موجود تھے اور آپ نے آئندہ نسلوں کو فساد سے بچایا۔[100]

علامہ حارث محاسبی لکھتے ہیں کہ لوگوں میں مشہور ہے کہ قرآن کریم، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جمع کروایا۔ لیکن درحقیقت یہ بات درست نہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تو صرف یہ کیا کہ اپنے اور اپنے پاس موجود ہونے والے مہاجرین وانصار کے باہمی اتفاق رائے سے عام لوگوں کو ایک ہی وجہ قراءت پر آمادہ بنایا۔[101]

◉ علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے عمدۃ القاری میں اس سلسلے میں لکھا ہے:

إنما فعل عثمان هذا ولم يفعله الصديق لأن غرض أبي بكر كان جمع القرآن بجميع حروفه ووجوهه التي نزل بها وهي لغة قريش وغيرها وكان غرض عثمان تجريد لغة قريش من تلك القرآن و قد جاء ذلك مصرحا في قول عثمان لهؤلاء الكتاب فجمع أبوبكر غير جمع عثمان .»[102]

''یہ جو کچھ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کیا کہ لغت قریش کے علاوہ دیگر لغات قرآن مجید کے رسم الخط سے حذف کر دیئے۔ یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے کا جمع کرنا تھا۔ یہ کام حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نہیں کیا تھا کیونکہ ان کی غرض تو قرآن کا جمع کرنا تھا ان تمام وجوہ ولغات کے ساتھ جن پر قرآن نازل ہوا اور وہ لغت قریش اور اس کے علاوہ دیگر لغات بھی تھے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی غرض یہ تھی کہ لغت قریش کو بقیہ لغات سے جدا کر دیا جائے ۔ چنانچہ اس بات کی تصریح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قول میں موجود ہے جو انہوں نے کاتبین قرآن کو فرمایا تھا۔ اس طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جمع کرنا اور تھا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا جمع کرنا اور تھا۔''

ان روایات کی تشریح وتوضیح کرتے ہوئے علمائے اسلام نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عمل کی یہی تشریح کی ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا مقصد قرآن مجید کے کسی 'حرف' کو ختم کرنا نہ تھا بلکہ انہیں تو اس بات کا افسوس تھا کہ بعض لوگ درست حروف کا انکار کر رہے ہیں۔ اور بعض لوگ آپس میں جھگڑنے لگے تھے۔ اسی مقصد کے لیے آپ رضی اللہ عنہ نے معیاری نسخہ تیار کروایا۔ یہی نقطہ نگاہ ابن حزم رحمہ اللہ نے الفصل في الملل[103] میں، مولانا عبدالحق رحمہ اللہ نے تفسیر حقانی[104] کے مقدمہ البیان میں اور علامہ زرقانی رحمہ اللہ نے 'مناهل العرفان'[105] میں نقل کیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے تو ایسا رسم الخط اختیار فرمایا کہ اس کے اختیار کرنے سے ایک ہی لفظ کو تمام جائز حروف میں پڑھنے والے اپنے اپنے 'حرف' کے مطابق پڑھ سکیں ۔ یہ اقدام 'سبعہ احرف' کو محفوظ کرنا تھا نہ کہ انہیں ضائع کر دینا۔

اگرچہ قرآن کریم بے شمار صحابہ رضی اللہ عنہم کو زبانی یاد تھا۔ تاہم لوگوں نے اپنے اپنے ہاں لکھا بھی ہوا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو نسخہ تیار کروایا تھا اس میں اس بات کا اہتمام نہیں کیا گیا تھا کہ سبعہ احرف کے نتیجے میں لکھے گئے ان ذاتی مصاحف کو ختم کر دیا جائے ۔ لوگوں کے پاس ذاتی مصاحف بھی موجود رہے۔[106] عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کے زمانے میں اس قسم کا کوئی امکان نہ تھا کہ قرآن کے بارے میں مسلمان کسی مشکل کا شکار ہو جائیں گے کیونکہ اس وقت تک اسلام ابھی ایک علاقے تک محدود تھا لیکن جب اسلام بلا دو امصار میں پھیل گیا تو حافظے کے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ ساتھ کتابت کی بھی یکساں اہمیت محسوس کی جانے لگی۔ بلا دو امصار کے مسلمانوں کو اب ایک ایک طریقے کے مطابق قرآن پڑھایا گیا کہیہ بات ان میں عملاً معروف نہ ہوئی کہ قرآن سات حروف میں نازل ہوا ہے۔اس لئے ان میں اختلافات پیدا ہونے لگے۔ساتھ ہی انفرادی طور پر تیار کئے ہوئے مصاحف بھی کسی نہ کسی حرف کے مطابق تھے اوران کے آپس میں اختلافات تھے۔لیکن ایک معیاری نسخہ موجود نہ تھا۔

کیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے سیاسی مقاصد کے لئے قرآن جمع کروایا تھا؟

گذشتہ صفحات میں ہم نے عہد عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں قرآن مجید کے ایک متفقہ نسخہ کی تیاری کا پس منظر، ضرورت اُس کی تیاری اوراس کے بعداس کے نفاذ کی تفصیلات بیان کر دی ہیں۔ان تفصیلات کی روشنی میں مستشرقین کے پیدا کردہ کئی ایک ابہام خود بخود ہی دم توڑ دیتے ہیں۔مثلاً ان تفصیلات سے مندرجہ ذیل اعتراض خود بخود ختم ہوجاتے ہیں۔

① مصحف عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تیاری محض بے مقصد کام نہ تھا بلکہ اس کی تیاری کا جواز اور ضرورت موجود تھی۔

② یہ نسخہ کوئی نیا نسخہ نہ تھا بلکہ مصحف صدیق رضی اللہ عنہ کی مکمل نقل تھی۔

③ بعض پہلوؤں سے یہ مصحف، مصحف صدیق رضی اللہ عنہ سے مختلف تھا (مصحف صدیق رضی اللہ عنہ میں سبعہ احرف سے تعرض نہیں کیا تھا جبکہ مصحف عثمان رضی اللہ عنہ میں ایسا رسم الخط اختیار کیا گیا ہے کہ جس میں تمام جائز قراءتیں سما سکیں)

مستشرقین کے مزید اعتراضات کے جواب ہم آئندہ صفحات میں پیش کریں گے۔ ہمارے جوابات مندرجہ ذیل ترتیب کے حامل ہیں۔

① کیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے سیاسی مقاصد کے لیے قرآن مجید کو جمع کروایا تھا؟ اور کیا یہ ان کی ذاتی کاروائی تھی اور دیگر اراکین کمیٹی ان کے ہمنوا بن گئے تھے؟

② کیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید سے وہ حصے حذف کر دیئے تھے جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کے مناقب کا ذکر تھا؟

③ آپ رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کا 6/7 حصہ ضائع کر دیا اور صرف 1/7 حصہ باقی رہنے دیا۔

④ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سورۃ الاحزاب کی آیت من المؤمنین رجال.....صرف حضرت خزیمہ انصاری رضی اللہ عنہ سے ہی ملی۔

⑤ یہ اعتراض کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک طرف فرمایا کہ اگر لکھنے والوں میں اختلاف ہوتو قریش کے رسم الخط کو ترجیح دی جائے اور دوسری طرف کہا گیا کہ انہوں نے ساتوں حروف کو باقی رکھا اس طرح قریش کے رسم الخط کو باقی رکھنے کا مطلب کیا ہوا؟

⑥ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جمع قرآن کی جو کاروائی کی اس کی ضرورت نہ تھی۔

⑦ اگر قرآن عہد نبوی اوراس کے بعد عہد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں جمع ہو چکا تھا تو پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ایسا کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔

⑧ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے سامنے ان کا تیار کروایا ہوا مصحف پیش کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس میں 'لحن' ہے۔لوگ خود ہی درست کر لیں گے۔گویا آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی اس کاروائی کی ناکامی کا اعتراف کر لیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے سیاسی مصلحت اور مقاصد کے تحت قرآن مجید کا نسخہ تیار کروایا تھا؟

اس اعتراض کا ردّ ہم مندرجہ ذیل حقائق کی روشنی میں کر سکتے ہیں:

① یہ کاروائی محض آناً فاناً عمل میں نہیں آ گئی بلکہ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کی شکایت اور حالات کی سنگینی کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک مصحف کی تیاری کا حکم فرمایا تھا۔ (حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی شکایت اور آذر بائیجان کے سفر کی رپورٹ گذشتہ صفحات میں تفصیل سے بیان کی گئی ہے)

② آپ رضی اللہ عنہ نے یہ کاروائی اکیلے ہی نہیں کی بلکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا مشورہ اس میں شامل تھا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یہ کاروائی ذاتی طور پر نہیں کی بلکہ اس کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی۔ بخاری شریف اور الاتقان میں ان حضرات کی تعداد چار بیان کی گئی ہے۔ ان میں

① حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ② حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

③ حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ ④ حضرت عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ

شامل تھے۔[107] جبکہ ابن ابی داؤد نے محمد بن سیرین کے طریق پر کثیر بن افلح سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا جس وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مصحف لکھوانے کا ارادہ کیا تو انہوں نے اس غرض سے بارہ مشہور آدمی قریش اور انصار میں سے جمع کئے اور ان کے ذمہ یہ کام لگایا کہ وہ قرآن لکھیں[108]

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فتح الباری میں اس سلسلے میں تفصیلات بیان کی ہیں اور ان دو متناقض روایات کی وضاحت کی ہے کہ اس کمیٹی کے ارکان کی تعداد چار تھی یا بارہ؟ ان کی اس وضاحت کا خلاصہ یہ ہے کہ بنیادی طور پر یہ کام چار اصحاب رضی اللہ عنہم ہی کے سپرد تھا لیکن دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی ان کی مدد پر مامور کر دیا گیا تھا۔ ان اصحاب رضی اللہ عنہم میں ابی ابن کعب، کثیر بن افلح، مالک بن ابی عامر، انس بن مالک، ابن عباس رضی اللہ عنہم وغیرہ شامل تھے(109)

بارہ اصحاب رضی اللہ عنہ والی روایت کا تنقیدی جائزہ صبحی صالح نے 'مباحث فی علوم القرآن' میں لیا ہے۔ وہ اس روایت کو معتبر نہیں سمجھتے ڈاکٹر صبحی صالح نے اس ضمن میں مستشرقین جن میں بلاشر وغیرہ شامل ہیں، کے خیالات کا بڑے مؤثر انداز سے ردّ کیا ہے۔ آئندہ سطور میں ہم مستشرقین کے اس موقف کا ردّ ڈاکٹر صبحی صالح کے بیان کی روشنی میں کریں گے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے محض سیاسی مقاصد کے حصول اور سیاسی پالیسی کے طور پر قرآن میں مداخلت کی تھی اور اپنی مرضی کا ایک نسخہ تیار کروالیا تھا۔ اور اس کمیٹی کے ارکان، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے آلہ کار بن گئے اور گٹھ جوڑ کر کے ایک نیا نسخہ تیار کر لیا(110)

ڈاکٹر موصوف لکھتے ہیں:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اس کاروائی کا اصل محرک وہ اختلافات تھے جن کی نشاندہی حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے آذر بائیجان سے واپسی پر کی تھی۔ لیکن مستشرقین اس کاروائی کا محرک سیاسی مقاصد کا حصول قرار دیتے ہیں۔

اس سلسلے میں بلاشر پیش پیش ہے جس نے جمع و تدوین قرآن کے بارے میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نیت پر حملے کئے ہیں یہ تمام حملے بالکل بے بنیاد ہیں۔ مستشرقین کے پاس کوئی بنیاد نہیں ہے کہ جس سے ثابت کیا جا سکے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پیش نظر سیاسی مقاصد کا حصول تھا اور آپ نے یہ کاروائی اس لئے بھی کی کہ مہاجرین کی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہمیت جتائی جا سکے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر صبحی صالح نے بلاشر کا حوالہ دیا ہے۔(111)

ڈاکٹر موصوف لکھتے ہیں کہ یہ اتہام محض مستشرقین کی الزام تراشی ہے اور عبث قیاس آرائیوں کا آئینہ دار ہے اور کسی تاریخی روایت سے ان کے اس دعویٰ کی تائید نہیں ہوتی۔ کوئی دانشمند شخص یہ بات درست تسلیم نہیں کر سکتا کہ امام بخاری جیسے محدّث کے مقابلے میں جو کہ ثقاہت و امانت اور حفظ و ضبط میں اپنی نظیر نہیں رکھتے، مستشرقین کی ان بے سروپا باتوں کو ترجیح دی جائے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس سلسلے میں جو کمیٹی بنائی تھی اس بارے میں بھی مستشرقین نے بے سروپا باتیں کی ہیں۔ یہ کمیٹی چار حضرات پر مشتمل تھی(112) ڈاکٹر صبحی صالح لکھتے ہیں کہ عجیب بات ہے کہ محدث ابن ابی داؤد ایک ہی مسئلہ کے بارے میں مختلف روایات نقل کرنے کے شائق رہتے ہیں اگرچہ ان میں واضح تضاد پایا جاتا ہو اس پر مزید یہ کہ وہ مسئلہ زیر بحث میں امام بخاری رحمہ اللہ کی ذکر کردہ چار اشخاص پر مشتمل کمیٹی کا ذکر کرتے ہیں جو دو صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور سعید بن العاص رضی اللہ عنہ پر مشتمل تھی۔ اس طرح ایک کمیٹی کا ذکر کرتے ہیں جو بارہ صحابہ رضی اللہ عنہم پر مشتمل تھی۔ لطف کی بات یہ ہے کہ ان کے ان خیالات پر ایک مستشرق ہی نے کلام کیا ہے۔ یہ مستشرق شوالے (Schwally) ہے۔ اس نے جرح و قدح کی ہے۔ مستشرق بلاشر (Blachere) اس پر تعجب و حیرت کا اظہار کرتا ہے کہ حضرت ابن ابی داؤد رضی اللہ عنہ نے ایک ایسی کمیٹی کا بھی ذکر کیا ہے جس کے ایک رکن حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حالانکہ وہ اس کاروائی سے دو برس قبل وفات پا چکے تھے(113) کمیٹی کی تشکیل اور اس کے ارکان کی تعداد میں اس طرح کی روایات کا ذکر کرنے کا مقصد ان کے نزدیک یہ ہے کہ حفاظت قرآن کی ساری تاریخ کو مشکوک بنا دیا جائے۔

اس کمیٹی کے ارکان کی تعداد کے علاوہ مستشرقین نے ان حضرات کی ذات پر بھی اعتراضات کئے ہیں۔ اس سلسلے میں بلاشر نے طرح طرح کی قیاس آرائیوں سے کام لیا ہے وہ پہلے تینوں قریشی صحابہ رضی اللہ عنہم کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرح امراء و خواص میں شمار کرتا ہے۔ یہ مستشرقین یہ بات سمجھنے سے قاصر ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شخصیت و کردار کا کیا عالم تھا اس معاشرے کا نقشہ بھی ان کے ذہنوں میں موجود نہیں ہے۔ اس معاشرے میں عوام اور خواص کا تصور کہاں باقی رہ گیا تھا۔ اس معاشرے میں تو خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، خلیفہ ہوتے ہوئے لوگوں کی بکریوں کا دودھ دوھا کرتے تھے۔ خلیفہ ثانی جن کی ہیبت سے دشمنوں کے دل کانپتے تھے۔ راتوں کو بھیس بدل کر لوگوں کی خدمت کے لیے مدینہ کی گلیوں کا چکر لگایا کرتے تھے۔ ہم خود مستشرقین کی کتابوں سے ایسی سینکڑوں مثالیں پیش کر سکتے ہیں کہ یہ بزرگ تقویٰ اور پرہیز گاری میں کس مقام پر فائز تھے۔ کیا یہ لوگ تقویٰ کے اس اعلیٰ مقام پر فائز ہوتے ہوئے بھی قرآن میں من مانی تبدیلیاں کرنے کی خاطر مختلف حربے اختیار کر سکتے تھے۔ اس معاشرے میں نہ اس قسم کی کسی کاروائی کا امکان ہو سکتا تھا اور نہ ہی 'خواص و عوام' کی کوئی تقسیم وہاں موجود تھی۔ جہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسی شخصیت سے برسر منبر مواخذہ ہو سکتا تھا وہاں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اس قسم کی کاروائیوں پر لوگ کیسے خاموش رہ سکتے تھے؟(114)

بلاشر مزید لکھتا ہے کہ یہ تینوں مکی صحابہ رضی اللہ عنہم، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے رشتہ دار تھے۔ اس لئے وہ ایک مشترکہ مصلحت کے حصول کی خاطر باہم متفق ہو گئے تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ کتابت قرآن کے کام کی تکمیل کسی ایسے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شخص کے ہاتھوں ہو جو مکہ کے علاوہ کسی اور جگہ کا رہنے والا ہو۔ بلاشر اس من گھڑت قصہ کی تکمیل یوں کرتا ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ان مکی صحابیوں رضی اللہ عنہم کے ہم خیال بن گئے تھے اور ان کی خوشامد کیا کرتے تھے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ وہ قریش مکہ کے طبقہ خواص میں شامل نہیں ہیں اس لئے وہ ان صحابہ رضی اللہ عنہم کی خوشامد کو قرین مصلحت خیال کرتے تھے۔ (115)

بلاشر کے یہ خیالات دور از عقل وقیاس اور لایعنی ہیں ان خیالات میں تناقض و تضاد پایا جاتا ہے۔ اگر ہم صحابہ رضی اللہ عنہم کے معاشرے کے تقویٰ اور احتیاط کی ایک جھلک ذہن میں رکھیں تو اس قسم کی حرکت کسی ذی ہوش انسان کے قلب و دماغ سے کوسوں دور بھاگتی ہے۔ اس کے علاوہ اس کے نظریات کے بطلان کے لئے اتنی بات ہی کافی ہے کہ بلاشر نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو تینوں مکی صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ گٹھ جوڑ میں ملوث کر کے انہیں بلاوجہ متہم کیا ہے۔ اس کی کوئی نقلی یا عقلی دلیل موجود نہیں ہے۔ بلاشر کے خیالات کے ردّ کے لیے مندرجہ ذیل باتیں قابل غور ہیں۔

① تحقیق ہمیشہ استدلال کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ استدلال یا تو تاریخی شواہد کی بنا پر ہوتا ہے یا مختلف شواہد سے بالواسطہ طور پر نتائج اخذ کئے جاتے ہیں لیکن بلاشر کے اس نقطہ نگاہ کے پیچھے کوئی بلا واسطہ یا بالواسطہ استدلال موجود نہیں ہے۔ دوسری طرف انصاف اور اصول کا تقاضا ہے کہ جب وہ کوئی دلیل اپنے نقطہ نگاہ کی تائید میں پیش نہیں کرتا تو اس کی بات تسلیم نہ کی جائے۔ خصوصاً جب وہ ایسی بات کر رہا ہو جو مسلّمات کے برعکس ہو۔ اس صورت میں مسلمانوں ہی کے اس نقطہ نگاہ کو درست تسلیم کیا جائے گا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اس کاروائی کے پیچھے نہ کوئی سازش کارفرما تھی، نہ کوئی گٹھ جوڑ ہوا اور نہ ہی اس کاروائی سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خصوصی اغراض حاصل کرنا چاہتے تھے (116)

② صحابہ رضی اللہ عنہم جہاں تقویٰ کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے وہاں وہ قرآن وحدیث کے بارے میں حد درجہ محتاط بھی تھے۔ وہ حضور علیہ السلام کے ان ارشادات کی اہمیت خوب جانتے اور ان پر عمل پیرا تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ» . (117)

''جس نے میرے بارے میں جھوٹ بات کہی اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔''

ابن کثیر رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا ہے «مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِرَأْيِهِ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ» . (118)

جس نے قرآن میں اپنی رائے سے کوئی بات کہی تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

③ یہی مستشرق خود تسلیم کرتے ہیں کہ اس کمیٹی کے ارکان حد درجہ متقی اور محتاط تھے۔

بلاشر (Blachare) لکھتا ہے:

''اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں کہ کمیٹی کے ارکان کو اپنی ذمہ داری کا پورا پورا احساس تھا۔ اگرچہ وہ ان دنوں تنقید و تبصرہ کے طرز و انداز سے پوری طرح آشنا نہ تھے'' (119)

اس کی دونوں باتوں میں تضاد ہے ایک طرف ان کو ذمہ دار اور متقی قرار دیتا ہے اور دوسری طرف قرآن جیسی کتاب میں تحریف کی سازش میں ملوث قرار دیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ دونوں میں سے ایک بات ہی درست ہو سکتی ہے اور ہم اس بات کو درست کہیں گے جسے تاریخ اور دلائل وشواہد درست قرار دیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم اس سلسلے میں ولیم میور کی وضاحت بھی پیش کرتے ہیں کہ وہ بھی اپنے ساتھی مستشرقین کے موقف کو ردّ کرتا ہے وہ لکھتا ہے کہ اس نظر ثانی میں علماء نے آیات اور قراء توں میں سے ایک ایک آیت کا پہلے نسخے سے مقابلہ کیا [120] اس کمیٹی میں قریشی صحابہ رضی اللہ عنہم ہی کو اس لئے شامل کیا گیا کہ قرآن انہی کے لب ولہجہ میں نازل ہوا تھا۔ [121] میور نے بھی اس مصحف کی تیاری کا یہ جواز تسلیم کیا ہے کہ آذر بائیجان میں لوگوں کے اندر قرآن کی تلاوت پر اختلافات دیکھنے میں آئے تھے۔ [122]

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دیگر چند لوگوں سے مل کر اپنی پسند کا ایک نسخہ تیار کروالیا تھا اس الزام کا ردّ ہم مندرجہ ذیل حقائق کی روشنی میں بھی کرسکتے ہیں۔

① حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے تدوین قرآن کے کام کا آغاز کیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تدوین قرآن کمیٹی کے سامنے آیت رجم پیش کی۔ لیکن حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اسے قرآن میں شامل نہیں کیا [125] اگر معاملہ ایسا ہی ہوتا جیسا کہ مستشرقین بیان کرتے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی حیثیت استعمال کرکے یہ آیت قرآن میں شامل کرواسکتے تھے۔ لیکن یہ آیت چونکہ قرآن کا حصہ نہ تھی اس لئے اسے شامل قرآن نہیں کیا گیا۔ (یہ اب منسوخ ہوچکی تھی)

② حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سورۃ التوبہ کی آخری آیت ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُم...﴾ [التوبة: ۱۲۸] صرف ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے ملی۔ لیکن جب تک اس آیت کے بارے میں بھی وہ شرائط پوری نہ ہوئیں جو اس وقت ملحوظ رکھی جاسکتی تھیں اس وقت تک اسے قرآن میں شامل نہیں کیا گیا۔ یہی معاملہ عہد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں سورۃ الاحزاب کی آیت ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ...﴾ [الأحزاب: ۲۳] کے ساتھ پیش آیا تھا۔ [124]

③ اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے کچھ ذاتی مخصوص مقاصد تھے تو ان کی تکمیل کے لیے دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ان صحابہ کی بجائے، کمیٹی میں شامل کرکے اپنے مقصد کی تکمیل کرسکتے تھے۔

④ مشہور مستشرق اسپرنگر نے مسلمانوں کے فن اسماء الرجال جو انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو محفوظ کرنے کے لئے جاری کیا تھا اور جس کی مثال دنیا کی کوئی اور قوم پیش نہیں کرسکی، کے بارے میں لکھتا ہے۔ ''مسلمانوں نے پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کو محفوظ کرنے کے لیے پانچ لاکھ لوگوں کے حالات زندگی محفوظ کرلئے۔'' [125] ایسی محتاط قوم سے یہ بات کیونکر منسوب کی جاسکتی ہے کہ اس نے ملی بھگت کرکے قرآن کریم میں تغیر وتبدل کرلیا۔

⑤ اسلامی معاشرہ اس وقت طبقاتی طور پر امیر اور غریب میں منقسم نہ تھا۔ اس معاشرے میں ہر امیر اور غریب کو یکساں مقام حاصل تھا۔ یہاں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے خلیفہ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو یا سیدی کہہ کر پکارتے تھے۔ یہاں تو بیت المقدس کے سفر میں امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے غلام کو اونٹ پر بٹھا کر اس اونٹ کی نکیل تھام کر پیدل چلتے ہوئے شہر میں داخل ہوتے نظر آتے ہیں۔ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ عراق کی فتح کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خواہش تھی کہ عراق کی زمینیں فوجیوں میں تقسیم کرنے کی بجائے ریاست کی تحویل میں رہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے لئے انہوں نے خود فیصلہ نہیں کر لیا بلکہ مجلس شوریٰ میں پندرہ روز تک حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی مزاحمت کا جواب دیتے رہے اور اسی وقت فیصلہ ہوا جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دلائل سے قائل کر لیا۔

⑥ جس معاشرے میں ایک بڑھیا برسرِ منبر، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے جلالی خلیفہ وقت کو کسی مسئلے پر ٹوک سکتی ہو اور عام آدمی اسی خلیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ کہہ سکتا ہو کہ اپنا خطبہ جاری کرنے سے پہلے مجھے جواب دیں کہ ہم سب کی قمیضیں تو چھوٹی سی ہیں آپ رضی اللہ عنہ کی قمیض بیت المال کے کپڑے سے اتنی لمبی کس طرح بن گئی ہے؟ اور خلیفہ رضی اللہ عنہ کو اس کا جواب دینا پڑتا ہے[126] اس معاشرے میں یہ کیونکر گمان کیا جا سکتا ہے کہ ان کے سامنے قرآن حکیم میں تغیر ہو گیا اور وہ خاموش بیٹھے رہے۔ اسی معاشرے میں وہ لوگ بھی پیدا ہوئے جنہوں نے اسباب کے فقدان کے باوجود محض اسلام کا سر بلند کرنے کے لیے یزید کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی بجائے اس سے ٹکر لے کر خود بھی شہادت پائی اور اہل وعیال کو شہید کروالیا۔ اس طرح کے افراد سے کیوں کر بدگمانی کی جا سکتی ہے کہ وہ تحریف قرآن پر خاموش رہے۔

⑦ اس سلسلے میں ایک بنیادی بات یہ ہے:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی سیاسی پالیسیوں کے ساتھ بعض لوگوں نے اختلاف کیا لیکن آپ رضی اللہ عنہ کو بالاتفاق 'جامع القرآن' کا خطاب دیا گیا۔[127] اگر جمع قرآن بھی سیاسی پالیسی کا حصہ ہوتا تو لوگ آپ رضی اللہ عنہ کے خلاف فتنہ پیدا کرتے وقت آپ رضی اللہ عنہ پر تحریف قرآن کا الزم بھی لگاتے۔ یہ مصحف امت میں اتحاد کا باعث ہی بنا نہ کہ افتراق کا۔

⑧ تحریف قرآن کی جسارت تو ایک عام مسلمان بھی نہیں کر سکتا۔ چہ جائیکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جیسی ممتاز ہستی پر یہ الزام عائد کیا جائے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے مندرجہ ذیل امتیازات کا ذکر ہر مسلمان کے قلب و ذہن میں موجود ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم میں سے ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ ذی النورین ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ اسلام قبول کرنے والوں میں چوتھے نمبر پر ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر آپ رضی اللہ عنہ کو بشارت دی تھی کہ آج کے بعد کوئی عمل عثمان رضی اللہ عنہ کو جہنم میں نہیں لے جا سکتا[128] ان کے علاوہ بھی آپ رضی اللہ عنہ کے بہت سے امتیازات کا ذکر کیا گیا ہے۔

⑨ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرافت کا تو یہ عالم تھا کہ آخری ایام میں جب باغیوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کر رکھا تھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے سرکاری محافظ قبول نہ کئے کہ میری خاطر کسی مسلمان کا خون نہیں بہنا چاہیے[129] کیا اس بات کی کوئی گنجائش ہو سکتی ہے کہ انہوں نے ذاتی غرض کی خاطر قرآن میں تحریف کر دی۔

اعتراض

کیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وہ آیات قرآن مجید سے حذف کر دی تھیں جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مناقب بیان کئے گئے تھے؟(130)

اس سلسلے میں مندرجہ ذیل حقائق پیش کئے جاسکتے ہیں:

① یہ اعتراض عقل کے سراسر خلاف ہے۔حقیقت حال یہ ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جو مصحف تیار کروایا اس پر تمام امت نے اتفاق کیا۔ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ کسی بھی حلقے سے اس سے اختلاف نہیں کیا گیا۔صرف عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس بات پر اعتراض کیا تھا کہ انہیں جمع قرآن کی کاروائی میں شریک کیوں نہیں کیا گیا۔قرآن کے متن میں کسی طرح کی کمی بیشی کا اعتراض کسی بھی حلقے کی جانب سے نہیں کیا گیا۔حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خاندانی چپقلش رکھنے والے اور انہیں شہید کرنے والے لوگوں میں سے کسی نے آپ رضی اللہ عنہ پر اس پہلو سے اعتراض نہیں کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے قرآن میں کمی بیشی کر دی۔خصوصاً بنو امیہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کے درمیان مخاصمت کو ذہن میں رکھیں تو نظر آتا ہے کہ اتنے شدید اختلافات کے باوجود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھی اسی قران پر متفق رہے جسے بعد میں انہی لوگوں نے 'صحیفہ عثمانی' کا نام دیا۔ نہ صرف یہ بلکہ آج تک تمام فرقے قرآن کی صیانت اور عصمت پر متفق ہیں۔

② حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جنہوں نے قرآن دو مرتبہ لکھا دونوں کے عہد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود تھے۔لیکن کبھی بھی قرآن کے بارے میں اختلاف نہیں ہوا نہ ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوئی اختلاف کیا۔

③ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں سے کسی کا دور بھی جبر و تشدد کا دور نہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مجبوراً چپ ہوگئے۔ نہ ہی اس بات کا امکان ہوسکتا تھا کہ قرآن سے آیات و مضامین حذف کئے جارہے ہوں اور لوگ خاموشی سے بیٹھے ہوں۔ بات انہی اہل بیت کے بارے میں کی جارہی ہے جنہوں نے ایک شخص یزید کی بیعت محض اس بنا پر نہ کی کہ وہ فاسق و فاجر تھا اور اسی فاسق کے خلاف لڑتے ہوئے اپنے پورے خاندان کی جانیں لٹا دیں۔

④ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ تینوں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے عہد میں کچھ نہ کر سکے تو بعد میں جب وہ خود خلیفہ بنے تو اس وقت بھی تو وہ سب کچھ کر سکتے تھے۔ اس وقت تو انہیں کوئی روکنے والا نہ تھا۔ بلکہ اگر وہ ایسا کر دیتے کہ بقول مستشرقین اصل قرآن، امت کو لوٹا دیتے تو وہ امت کے ہیرو بن جاتے لیکن تاریخ شاہد ہے کہ 'جامع القران' کا خطاب تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو دیا ہے(131) حضرت علی رضی اللہ عنہ امت سے کہہ سکتے تھے کہ لوگو! یہ ہے قرآن کا وہ حصہ جو پہلے تینوں خلفاء نے غائب کر دیا تھا اور اس کا صرف مجھے ہی علم تھا۔ہم تو اس کے بالکل برعکس دیکھتے ہیں کہ انہوں نے اپنے پورے عہد حکومت میں کبھی اس کا تذکرہ تک نہیں کیا بلکہ ہمیں تو اس کے بالکل برعکس بیانات ملتے ہیں۔

⑤ یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جرأت مند انسان تھے۔کیا کوئی شخص یہ بات گوارا کرسکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی تاثر قائم کرے کہ انہوں نے تحریف قرآن کی کاروائی آنکھوں سے دیکھ لی اور کسی کو روکا تک نہیں یا بزدلی یا مصلحت کا مظاہرہ کیا۔قرآن مجید تو ان کے بارے میں کہتا ہے۔

﴿يُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ﴾ [المائدۃ: ۵۴]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''وہ جہاد کرتے ہیں اللہ کی راہ میں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوفزدہ نہیں ہوتے''

⑥ رمضان المبارک کی راتوں میں جب ابی بن کعب رضی اللہ عنہ لوگوں کی امامت کرواتے اور قرآن مجید سناتے تھے اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے ہوتے تھے[132] اگر قرآن میں کوئی ردّ بدل ہوتا تو آپ رضی اللہ عنہ اسی وقت اعتراض کر سکتے تھے۔

یہ بات بڑی مضحکہ خیز ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید میں ردّ بدل کر دیا تھا۔ اگر بالفرض یہ مان لیا جائے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جبر کے ذریعے قرآن کریم کے قدیم نسخے معدوم کر دیئے تو یہ بات دیکھنا ضروری ہے کہ آیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دخل اس قدر بڑھا ہوا تھا اور ان کی طاقت اس قدر وسیع ہوگئی تھی کہ اتنی بڑی قوم کے قبضہ اور حافظہ سے ہر ایک سورت اور ہر آیت کو انہوں نے مٹا دیا۔ گویا انہوں نے دیگر مصاحف جبر کے ذریعے ختم نہیں کئے بلکہ اس کام میں لوگوں کی مرضی شامل تھی کیونکہ ایسا کرنا ہی قرین عقل تھا۔

اگر یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ انہوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما جیسے لوگوں سے قرآن کے نسخے چھین لئے تھے تو یہ کیوں کر سمجھا جاسکتا ہے کہ مصحف ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی جو نقلیں عام مسلمانوں میں مشتہر اور مروج ہو چکی تھیں وہ بھی انہوں نے سب لوگوں سے واپس لے لی ہوں۔ یہ بات ثابت شدہ ہے کہ مسلمانوں میں لاتعداد نقلیں اس وقت تک عام ہو چکی تھیں۔ اگر ایسی ہی بات ہوتی تو یہ لوگ تو حق کے لیے بڑے دلیر تھے وہ مقابلہ کر کے اس تحریف کو روک سکتے تھے۔ یہ بات سب کو معلوم ہی ہے کہ مسلمانوں نے تو جس بات کو بھی حق سمجھا اس کے لیے جنگ کرنے سے بھی احتراز نہیں کیا۔

اگر ہم بطور تنزل اتنا بھی مان لیں کہ ان میں سے کسی مسلمان کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نسخہ قرآن میں کوئی نقص معلوم ہوا تھا۔ تو وہ اتنا ضرور کرتا کہ (اور یہ کرنے میں اس کے لیے کوئی دقت بھی نہ تھی) جو صحیح نسخہ اس کے پاس یا کسی اور کے پاس معلوم ہوتا اس کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں چھپا کر ہی محفوظ کر لیتا۔ اگر کوئی ایسا کرتا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی وفات کے ساتھ ہی اس 'صحیح نسخہ' کی نقلیں فوراً پھیل جاتیں۔ خصوصاً عہد علی رضی اللہ عنہ میں تو اس کو کوئی رکاوٹ نہ ہوتی۔

- مصحف عثمانی رضی اللہ عنہ کی بنیاد وہ نسخہ تھا جو اس وقت حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی نگرانی میں تھا[133] عقل کہتی ہے کہ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن میں تغیر تبدل کر دیا تھا تو پھر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو ان کا مصحف واپس کبھی نہ کیا جاتا کیونکہ اس کی موجودگی میں تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ساری کاروائی رائیگاں جاسکتی تھی۔
- حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کبھی بھی یہ نہیں فرمایا کہ اے عثمان رضی اللہ عنہ! آپ نے تو ایک نیا قرآن تیار کر لیا ہے حالانکہ میرا مصحف تو کچھ اور تھا۔
- ''حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے باقی تمام مصاحف نذر آتش کر دیئے'' اور اس کا مقصد یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے تیار کروائے ہوئے نسخے کو کوئی چیلنج نہ کر سکے لیکن اتنی بات تو تاریخی طور پر ثابت شدہ ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا والا نسخہ مروان بن حکم کے دور تک موجود تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قرآن کے نسخے کی تیاری (24ھ تا 35ھ)[134] اور مروان کی کاروائی (64ھ تا 65ھ)[135] کے درمیان کئی برس کا عرصہ گزرا۔ اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن میں تغیر و تبدل کروا دیا تھا تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا نسخہ قرآن کی اصل صورت میں

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موجود تھا۔ فوراً اصل کی کاپیاں تیار کراوئی جاسکتی تھیں۔

* یہ بات بھی ناقابل تسلیم ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا دور جبر وتشدد کا دور تھا۔ ایسا خیال کرنا تاریخی غلطی ہوگی۔ جس خلیفہ نے محض اس لئے بلوائیوں کے ہاتھوں شہادت قبول کر لی کہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ کوئی انکی حفاظت کے لیے ان کے دروازے پر کھڑا ہو۔ اور ان کی حفاظت کرتے ہوئے کسی مسلمان کی جان ضائع ہو۔ وہ ہستی 'وہ محض ذاتی مقاصد کے تحت تیار کردہ قرآن' کو لوگوں میں مروّج کرنے کے لیے لوگوں پر تشدد کرے گی؟۔
* اگر یہ کہا جائے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا والے نسخے سے اصل قرآن حاصل نہ کیا جاسکا کیونکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اثرات بڑے گہرے تھے تو یہ بات بھی خلاف واقعہ ہے کیونکہ جو خلیفہ بلوائیوں کے ہاتھوں، کسی میدان میں نہیں بلکہ اپنے گھر میں شہید ہو رہا ہے اور اس کی شہادت کا بدلہ بھی نہیں لیا جارہا، جبر کے زیر اثر اس کے دورس سیاسی اثرات کے بارے میں کیا تصور کیا جاسکتا ہے؟
* حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب مسلمانوں کے فرقوں میں خون ریز لڑائیاں ہورہی تھیں، اس وقت بھی ان سب کا قرآن ایک ہی تھا۔ اگر اس میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تغیر وتبدل کروایا تھا تو ان سب فرقوں کا ایک ہی قرآن پر متفق ہونا اس بات کی صریح دلیل ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن میں کوئی تبدیلی نہیں کی تھی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دیگر مصاحف ہی تلف کئے ہوں گے لوگوں کے حافظوں سے تو قرآن محو نہیں کیا تھا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے 'مصحف' کے بارے میں علامہ ابن حزم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ جو روافض کے نزدیک بہت عظیم مقام رکھتے ہیں وہ پونے چھ برس تک برسر اقتدار رہے۔ ان کا حکم چلتا تھا ان پر کیا دباؤ تھا کہ انہوں نے اصل قرآن جاری نہیں فرمایا۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کو بھی خلافت ملی۔ وہ بھی امام معصوم سمجھے گئے ہیں ان سب باتوں کے باوجود کسی کو یہ کس طرح جرأت ہوسکتی ہے کہ ایسی بات کہے(136)

علامہ فرماتے ہیں:

''قرآن میں کوئی حرف زائد یا کم یا تبدیل ہونا، ہم کیسے تسلیم کر سکتے ہیں جب کہ قرآن میں تغیر کی وجہ سے ان حضرات پر جہاد، اہل شام سے لڑائی سے زیادہ ضروری واہم تھا''(137)

کیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اہل بیت اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے متعلق آیات قرآن مجید سے نکال دی تھیں۔ مستشرقین کے اس موقف کا جواب ہم انہی کے ایک ساتھی ولیم میور کے حوالے سے پیش کرتے ہیں۔

ولیم میور (William Muir) لکھتے ہیں:

''یہ اعتراض عقل کے سراسر منافی ہے خصوصاً بنوامیہ اور دوست داران علی رضی اللہ عنہ کے مناقشات پر نظر کرتے ہوئے کہ اتنے شدید اختلاف کے باوجود دوستداران علی رضی اللہ عنہ اسی قرآن پر متفق رہے۔ جسے بعد میں انہی لوگوں نے صحیفہ عثمانی سے نامزد کردیا نہ صرف یہ بلکہ آج تک تمام شیعہ سنی فرقے قرآن کی صیانت وعصمت پر متفق ہیں''(138)

پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وحضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ دونوں کے عہدوں میں اسی قرآن پر اکتفا کیا گیا اور حضرت علیؓ بھی موجود تھے لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے کوئی معارضہ نہیں فرمایا۔

میور لکھتے ہیں آخر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے لئے تحریف میں کون سے مفاد وابستہ تھے۔ خصوصاً جب کہ ایسے اقدام

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی صورت میں انہیں مسلمانوں کی برہمی کا اندیشہ بھی ہوسکتا تھا[139]

ولیم میور مصحف عثمانی رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کے جواب دیتے ہوئے اس اعتراض کے بارے میں لکھتے ہیں:

① حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں جب قرآن پر نظر ثانی ہوئی اور پھر اسے شائع کیا گیا تو ان مسلمانوں کی کثیر تعداد موجود تھی جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح قرآن کو سنتے رہے جس طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دوبارہ حضرت زید رضی اللہ عنہ وغیرہ کو دکھا کر شائع کیا۔ اور ان صحابہ رضی اللہ عنہم نے کوئی اعتراض نہ کیا[140]

② اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عصمت پر قرآن کی آیات نازل ہوئی ہوتیں جن پر خود حضرت علی رضی اللہ عنہ بر بنائے مصلحت خاموش ہو گئے تو لازم تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے انصار واصحاب ہی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اس زیادتی پر فریاد کرتے[141]

آخر میں ولیم میور لکھتے ہیں:

پس ان معارضات سے ثابت ہوتا ہے کہ موجودہ قرآن سے کوئی ایسی آیت نظر انداز نہیں کی گئی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عصمت پر دال ہو۔ اس سلسلے میں میور کا تیسرا معارضہ یہ ہے کہ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت ہوئی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے غلبہ کی بین دلیل ہے۔ کیا عقل باور کرسکتی ہے کہ اصحاب علی رضی اللہ عنہ ناقص قرآن پر اکتفا کر لیتے اور ناقص بھی ایسا کہ جس سے ان کے امام (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کی فضیلت کی آیات قلم زد کر دی گئی ہوں۔ آخر محبان علی رضی اللہ عنہ ایسے قرآن پر کیوں متفق ہو گئے جو ان کے مخالف اور ان کے پیشواؤں کے مقاصد بیان کرنے میں ناقص رہا۔ وہ لوگ تو اسے دینی دستاویز کے طور پر پڑھتے رہے اور اس پر کوئی اعتراض نہ کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسی قرآن کو پھیلانے کا حکم دیا۔ خود اپنے قلم سے بھی اس کے نسخے لکھے اور انہیں دور دراز علاقوں میں پھیلایا[142]

اس تفصیل سے پادری فنڈر کے ان اعتراضات کا جواب مل جاتا ہے جن کا ذکر اس مضمون کے صفحہ 4 پر کیا گیا ہے۔

مستشرقین کا ایک اعتراض یہ ہے:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جب مصحف تیار کروایا تو انہوں نے سات قراءتوں میں سے چھ کو منسوخ کر دیا۔ اور لوگوں کو ایک ہی قراءت (حرف) پر جمع کر دیا۔ اس طرح ان کے بقول حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے 7 /1 قرآن باقی رہنے دیا اور 7 / 6 ضائع کر دیا[143] اس اعتراض کا جب ہم تحقیقی جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے پیچھے یا تو مستشرقین کی کم علمی کارفرما ہے یا ان کی دانستہ حقائق سے چشم پوشی ہے۔

اس سلسلے میں مندرجہ ذیل نکات اصل مسئلے کی وضاحت کرتے ہیں:

① مستشرقین یہ سمجھتے ہیں کہ شاید قرآن کا ہر لفظ سات طریقوں سے پڑھنے کی اجازت تھی۔ حالانکہ اصل صورتحال ایسی نہ تھی۔

② سبعہ احرف محض الفاظ کی ادائیگی کا فرق تھا۔ ایک لفظ دوسرے لفظ کے مترادف تھا۔ سات میں سے کوئی ایک اختیار کرلیا گیا تو قرآن کا لفظ ادا ہوگیا۔ اس فرق سے معانی کا بھی کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔

③ اس نقطہ نگاہ کا اصل جواب یہ ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تو لوگوں کو متواتر اور ثابت شدہ قراءتوں پر جمع کیا تھا۔ یہ تو حقیقت ہی کے برعکس ہے کہ انہوں نے سات قراءتیں یا سبعہ احرف کو ختم کر کے ایک 'حرف' پر لوگوں کو جمع کیا تھا۔ (144)

مصحف عثمانی رضی اللہ عنہ میں ایسا رسم الخط اختیار کیا گیا تھا کہ اس میں وہ ساری قراءتیں اور حروف سما سکیں۔ آپ نے یہ اہتمام اس لئے کیا تھا بلکہ صحیح تر لفظوں میں آپ کے مصحف کا اصلی مقصد یہ تھا کہ شاذ قراءتوں کے پھیلنے کا سدّ باب کیا جائے اور جائز و ثابت شدہ قراءتوں میں قرآن کو محدود کیا جائے۔ (145)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایسا رسم الخط اختیار کیا جس میں 'ساتوں حروف' سما سکیں۔ امام ابن حزم رحمہ اللہ نے اس سلسلے میں اپنی کتاب، 'كتاب الفصل في الملل والأهواء والنحل' میں مدلل بحث کی ہے اور اس قسم کے اعتراضات کا ردّ خالص عقلی اور منطقی انداز میں کیا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد میں قرآن میں تغیر و تبدل ہو گیا تھا۔ امام موصوف نے خود یہود و نصاریٰ کی طرف سے کئے گئے کچھ اعتراضات کا بھی ذکر کیا ہے اور پھر ان کا ردّ فرمایا ہے (146) انہوں نے مندجہ ذیل اعتراضات نقل کئے ہیں:

① مسلمان اپنی کتاب کی نقل کو کس طرح صحیح کہہ سکتے ہیں حالانکہ اس کی قراءت میں شدید اختلافات پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے بعض لوگ بہت سے حروف بڑھاتے ہیں اور بعض انہیں نکال ڈالتے ہیں۔

② مسلمان ایسی اسانید سے جو تمھارے یہاں انتہائی صحت کو پہنچی ہوئی ہیں روایت کرتے ہیں کہ تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے چند گواہوں نے اور ان کے ایسے تابعین رحمہم اللہ نے جن کی تم تعظیم کرتے ہو اور اپنا دین ان سے اخذ کرتے ہو، قرآن کو ایسے زائد مبدلہ الفاظ میں پڑھا ہے تم لوگ ان الفاظ میں پڑھنے کو جائز نہیں سمجھتے۔ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا مصحف تمھارے مصحف کے خلاف تھا۔

ان میں ایک بات یہ ہے کہ مسلمان علماء کے چند گروہ جن کی مسلمانوں کے ہاں تعظیم کی جاتی ہے اور ان سے اپنا دین اخذ کرتے ہیں کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے بہت سی صحیح قراءتوں کو نکال ڈالا۔ جب انہوں نے وہ مصحف لکھا جس پر انہوں نے مسلمانوں کو اکٹھا کیا اور ان سات حرفوں میں سے جن میں مسلمانوں کے نزدیک قرآن نازل کیا گیا ہے اسے صرف ایک حرف پر کر دیا۔

روافض کا دعویٰ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے قرآن کو بدل ڈالا۔ اور اس کو گھٹا بڑھا دیا۔ (147)

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے ان اعتراضات کا جواب بھی دیا ہے لیکن اس مقام پر ہم صرف اس پہلو کو زیر بحث لائیں گے کہ کیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن میں کوئی ناروا تغیر کیا تھا؟ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ اعتراض بالکل غلط ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے سات میں سے چھ حروف کو مٹا دیا تھا۔ (148)

وہ فرماتے ہیں:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایسے وقت میں ہوئے ہیں کہ تمام جزیرہ العرب مسلمانوں، قرآنوں، مساجد اور قاریوں سے بھرا ہوا تھا۔ قرّاء حضرات بچوں، بڑوں اور دور و نزدیک کے لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ یمن جو ایک وسیع علاقہ تھا۔ بحرین، عمان جن کی آبادی وسیع تھی اور متعدد دیہاتوں شہروں پر مشتمل تھی مکہ، طائف، مدینہ، شام، جزیرہ، مصر، کوفہ، بصرہ، ان تمام مقامات پر اس قدر قرآن اور قاری موجود تھے کہ ان کا شمار خدا تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی نہیں کر

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکتا۔ اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایسا قصد کرتے بھی جیسا کہ یہ لوگ بیان کرتے ہیں تو بھی ہرگز ایسا کرنے پر قادر نہیں ہو سکتے تھے۔ (149)

◉ علامہ ابن حزم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

یہ کہنا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ایک قرآن پر جمع کیا تو یہ بھی باطل ہے گذشتہ سطور میں قرآن، مساجد، حفاظ اور قرآء کی جس کثرت کا ذکر کیا گیا ہے اس کی روشنی میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اس پر قادر ہی نہیں ہو سکتے تھے اور نہ انہوں نے کبھی ایسا کرنے کا فیصلہ کیا۔ انہیں تو محض اس بات کا اندیشہ ہوا تھا کہ کوئی فاسق آدمی بعد میں آ کر دین میں کوئی گڑ بڑ نہ کر دے۔ یا اہل خبر میں سے ہی کوئی شخص وہم کا شکار ہو کر قرآن مجید کا کوئی حصہ بدل ڈالے۔ کسی بھی صورت میں ایسا اختلاف ہو سکتا تھا کہ جو گمراہی تک پہنچا دے۔ انہوں نے قرآن لکھ کر مختلف سمتوں میں بھجوائے کہ اگر کہیں اختلاف پیدا ہو تو اس نسخے کی طرف رجوع کر لیں۔ کیونکہ یہ نسخے محض حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ذاتی صوابدید کے مطابق نہیں لکھے گئے تھے بلکہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے متفقہ نسخے تھے۔

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے چھ حروف مٹا دئے وہ جھوٹ بولتے ہیں جیسا کہ گذشتہ سطور میں واضح کیا گیا ہے اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایسا کرنا چاہتے بھی تو وہ اس پر قادر ہی نہ تھے۔ پھر مسلمانوں کا تو متفقہ عقیدہ ہے کہ قرآن سے کسی ایک شوشے کو بھی خارج کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے یہ ساتوں حروف ہمارے ہاں اس وقت بھی موجود ہیں جیسے یہ پہلے دن موجود تھے۔ یہ سبعہ احرف مشہور و ماثور قراءتوں کی شکل میں آج بھی محفوظ و ثابت ہیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قرآن بدل دینے کے بارے میں امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس وقت تک لاکھوں قرآن موجود تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ لاکھ کوشش کرتے تب بھی وہ تمام کے تمام قرآن سرکاری تحویل میں نہیں لے سکتے تھے۔ جب اتنی کثیر آبادی اور وسیع علاقے کے لوگوں کو ایک انداز سے قرآن یاد ہوگا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تبدیلی کی کوئی حیثیت نہ ہوتی۔

علامہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی نابغہ یا زہیر کے شعر میں کوئی کلمہ گھٹانا بڑھانا چاہے تو بھی قادر نہ ہوگا اور اس تبدیلی کرنے والے شخص کا پول جلد ہی کھل جائے گا اور ثابت شدہ نسخے اس کی مخالفت کریں گے۔ پھر قرآن جو کہ لوگوں کے سینوں میں محفوظ ہے اس میں اس قسم کی تبدیلی کیوں کر ممکن ہو سکتی ہے۔

مستشرقین نے تمام زور استدلال اس پر صرف کر دیا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا مصحف ناقابل اعتبار، غیر مرتب اور نامکمل تھا۔ اس کے لیے وہ مختلف قسم کے حربے اختیار کرتے ہیں گذشتہ صفحات میں ہم نے اس اعتراض کا تحقیقی جائزہ پیش کر دیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کے مناقب والے حصے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن سے نکال دیئے تھے۔ اسی طرح اس نقطہ نگاہ کا جواب بھی دے دیا گیا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے 6/7 حصہ قرآن ضائع کر دیا تھا۔ اس مقصد کے لیے وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ قرآن مجید کی کئی ایک آیات اب قرآن مجید میں موجود نہیں ہیں جو پہلے موجود تھیں۔

اعتراض زیر نظر کا جواب اس حقیقت کی روشنی میں بھی دیا جا سکتا ہے کہ عرضہ اخیرہ تک کئی ایک آیات منسوخ ہو گئی تھی۔ اس سلسلے میں ابن الجزری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ولا شك أن القرآن نسخ منه وغير فيه في العرضة الأخيرة فقد صحّ النّص بذلك عن غير واحد من الصحابة وروينا بإسناد صحيح عن زرّ بن حبيش قال: قال لى ابن عباس: أي القراءتين تقرأ؟ قلت: الأخيرة. قال: فإن النبي ﷺ كان يعرض القرآن على جبريل × في كل عام مرّة. قال: فعرض عليه القرآن في العام الذي قبض فيه النبي ﷺ مرّتين، فشهد عبدالله يعني ابن مسعود ما نسخ منه وما بدّل.(150)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ عرضہ اخیرہ کے وقت بہت سی قراءتیں خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے منسوخ قرار دے دی گئیں۔ صرف حضرت ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ نے مرادف الفاظ کے جس اختلاف کا ذکر کیا ہے اس کی جزئیات بھی یقیناً اسی وقت منسوخ ہوگئی ہوں گی۔ کیونکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جو مصحف تیار کروایا وہ عرضہ اخیرہ کے مطابق تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قران مجید میں کسی قسم کا اپنی طرف سے ایسا تصرف نہیں کیا کہ جسے تحریف کہا جائے۔

اس سلسلے میں ولیم میور (William Muir) لکھتے ہیں۔

بنابریں ہم پوری طمانیت کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ مصحف عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اس نسخے میں اصلاً کوئی تعارض نہ تھا۔ جس میں حضرت زید رضی اللہ عنہ نے قراءۃ کی مختلف صورتوں میں سے صرف قریش کے لہجہ کو ملحوظ رکھا(151) بعض لوگوں نے مصحف عثمانی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ ابہام پیش کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک طرف فرمایا کہ اگر لکھنے والوں میں رسم الخط کے بارے میں کہیں اختلاف ہو تو قریش کے رسم الخط کو ترجیح دی جائے (152) اور دوسری طرف یہ کہا گیا ہے کہ انہوں نے ساتوں حروف کو باقی رکھا تو پھر قریش کے رسم الخط کو باقی رکھنے کا مطلب کیا ہوا؟

اس ابہام کا ازالہ اس طرح ہو جاتا ہے کہ درحقیقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا یہی وہ جملہ ہے جس سے حافظ ابن جریر رحمہ اللہ اور بعض دوسرے علماء نے یہ سمجھا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے چھ حروف ختم کر کے صرف ایک حرف یعنی 'حرفِ قریش' کو باقی رکھا لیکن درحقیقت اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد پر اچھی طرح سے غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس سے یہ سمجھنا درست نہیں ہے کہ انہوں نے 'حرفِ قریش' کے علاوہ باقی چھ حروف کو ختم کروا دیا تھا بلکہ مجموعی طور پر تمام روایات کے مطالعے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس ارشاد سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ تھا کہ اگر قرآن کی کتابت کے دوران رسم الخط کے طریقے میں کوئی اختلاف ہو تو قریش کے رسم الخط کو اختیار کیا جائے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اس ہدایت کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہ نے جب کتابت قرآن کا کام شروع کیا تو پورے قرآن کریم میں ان کے درمیان صرف ایک اختلاف پیش آیا۔ اس اختلاف کا ذکر امام زہری نے یوں فرمایا ہے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور باقی اراکین کمیٹی کے درمیان اختلاف ہوا کہ تابوت کو تابوۃ لکھا جائے یا تابوت۔ چنانچہ اسے قریش کے طریقے کے مطابق تابوۃ لکھا گیا(153)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور قریشی صحابہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جس اختلاف کا ذکر فرمایا اس سے رسم الخط کا اختلاف مراد تھا نہ کہ لغات کا۔

مصحف عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک ابہام یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سبعہ احرف کے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختلاف کی جو تشریح فرمائی ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سات حروف مصاحف عثمان رضی اللہ عنہ میں شامل نہیں ہو سکے۔

حضرت ابو بکرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

إنَّ جبريل قال: «يَا مُحَمَّدُ! اِقْرَأ الْقُرْاٰنَ عَلٰى حَرْفٍ» . قال ميكائيل: استزده . حتّى بلغ سبعة أحرف . قال:«كُلٌّ شَافٍ كَافٍ، مَا لَمْ تَخْلِطْ آيَةَ عَذَابٍ بِرَحْمَةٍ أَوْ رَحْمَةً بِعَذَابٍ» . نحو قولك تعالى: أقبل وهلُمَّ واذهب وأسرع وعجل .(154)

’’حضرت جبریل، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پاس آئے اور کہا پڑھئے ایک حرف پر۔ میکائیل علیہ السلام نے کہا ان کے لیے اضافہ کیجئے تو کہا پڑھئے دو حرفوں پر۔ میکائیل علیہ السلام نے پھر کہا ان کے لیے اضافہ کریں تو اضافہ کر دیا گیا۔ یہاں تک کہ سات حروف کے اضافے تک پہنچ گئے اور کہا کہ ان پر پڑھئے ہر ایک حرف ان کے لیے کافی وشافی ہے بجز اس کے کہ کوئی آیت رحمت میں مخلوط ہو جائے۔ مثلاً تعال هلمّ اور أقبل (کہ یہ الفاظ متعدد ہیں لیکن معنی سب کا ایک ہے) اور مثلاً اذهب اسرع اور عجل (کہ ان کا معنی بھی ایک ہی ہے)‘‘

امام طحاوی رحمہ اللہ نے ابو بکرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت کے بعد مزید تفصیل بیان کی ہے

ورقا بن ابی نجیح ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ اُبی ابن کعب رضی اللہ عنہ آیت لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا [الحدید: ۱۳] کو ’امهلونا‘ کو ’أخّرونا‘ جیسے لفظوں سے پڑھنے کی اجازت دے دیا کرتے تھے اور ان تینوں کے معانی ’مہلت دو‘ ہیں۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ ان مختلف لغات پر پڑھنے کی اجازت محض ابتدائی دور میں تھی کیونکہ بعض لوگوں کے لئے لغت قریش کا تلفظ ممکن نہ تھا۔ مثلاً ہذیل والوں کے لیے یمن کی لغت دشوار تھی۔ مگر الفاظ کی یہ وسعت صرف اسی حد تک تھی کہ متحد و یکساں ہی رہیں۔ یہ ایک رخصت تھی جس کا سلسلہ اس وقت تک جاری رہا تا آنکہ لوگوں کے باہمی میل جول اور روابط کے بڑھنے سے ایک قبیلہ دوسرے قبیلے کی لغات پر قادر ہو گیا حتی کہ تمام لغات کا مرجع و مدار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لغت بن گئی تو باقی منسوخ کر دیا گیا کیونکہ اب اس کی ضرورت باقی نہ رہی تھی ابتداء میں جن عاجز افراد کو عذر و مجبوری کی بناء پر دوسری لغت میں پڑھنے کی اجازت دی گئی تھی وہ بھی ختم کر دی گئی۔(155)

قرآن مجید کے حقیقی متن کا ایک لفظ بھی ایسا نہیں ہے جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قرآن مجید سے خارج کیا گیا ہو۔ جو چیز چھوڑ دی گئی تھی وہ قرآن مجید کا متن نہ تھی۔

مصحف عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر ایک اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے سامنے جب ان کا لکھوایا ہوا مصحف پیش کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ «إن في القرآن لحناً سنقيمه العرب بألسنتهم»(156)

اس اعتراض اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ان الفاظ کے بارے میں علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

① لم يصح عن عثمان أصلاً یعنی یہ روایت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے بالکل بھی ثابت نہیں ہے۔

اس سلسلے میں دوسرا جواب یہ ہے کہ

② مصحف عثمان رضی اللہ عنہ پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع تھا۔ رسم عثمانی رضی اللہ عنہ وحی سے بھی ثابت ہے۔ غلطی پر اجماع (حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی رو سے) ہو ہی نہیں سکتا۔

③ اس روایت کے آغاز میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جمع قرآن کمیٹی کے ارکان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ’أحسنتم وأجملتم‘ (تم نے اچھا اور عمدہ کام کیا)۔ اس مجموعہ میں اگر غلطی ہوتی تو آپ غلطی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی تحسین کس طرح کر سکتے تھے۔

ابو عبیدہ نے عبدالرحمٰن بن ہانی سے نقل کیا ہے کہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس تھا کہ کاتبان مصاحف پیش کرتے تھے تو اس میں 'لم یتسنَّ' لا تبدیل للخلق اور و أمهل الكافرين لکھا ہوا تھا آپ نے قلم دوات منگوا کر تینوں جگہوں کی غلطی کی اصلاح کر دی۔ اس روایت سے لحن والی روایت کی نفی ہو جاتی ہے کہ آپ نے نہایت احتیاط سے کام لیا اور کتابت کی معمولی غلطی کو بھی رہنے نہیں دیا۔

④ اس اعتراض کا ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہاں 'لحن' سے مراد غلطی نہیں بلکہ قرآن کے وہ صحیح الفاظ مراد ہیں جو عرب کی زبان پر چڑھے ہوئے نہ تھے اور ان کی طرزِ گفتار کے مطابق نہ تھے۔ ایسے الفاظ کے بارے میں فرمایا کہ قرآن مجید میں ایسے انداز کے الفاظ ہیں جن کو عرب بار بار پڑھنے سے قابو پالیں گے۔ اور ان کی زبان رفتہ رفتہ اس طرز کے عادی بن جائیں گے۔ اس میں شک نہیں کہ لفظ لحن دو معنوں میں مشترک ہے۔ ایک معنی غلطی ہے اور دوسرا معنی طرز کلام ہے۔ درحقیقت اس روایت میں دوسرا معنی مراد ہے یہی معنی امام راغب نے مفردات القرآن میں بیان کیا ہے کہ اسے 'لحن محمود' کہا جاتا ہے۔

اس کے متعلق شاعر کہتا ہے کہ 'خَيرُ الحَدِيثِ مَاكَانَ لَحناً' (اچھی بات وہ ہے جو خاص طرز سے کہی جائے) یہی معنی خود قرآن مجید کی آیت مبارکہ ﴿ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ ﴾ [محمد:۳۰] میں استعمال کیا گیا ہے۔

بخاری شریف میں موجود حضور ﷺ کا ایک بیان مبارک بھی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔«لعل بعضكم ألحن بحجته» جس کا مطلب یہ ہے کہ فریقین مقدمہ میں سے کبھی ایک فصیح طرزِ کلام کا ماہر ہوتا ہے۔ میں اس کی بات سن کر فیصلہ کرتا ہوں۔ لہٰذا اگر وہ حقیقت میں اس شخص کا حق نہ ہو تو یہ ڈگری اس کے حق میں آگ کا ایک ٹکڑا ہے۔ اس وضاحت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ لحن کا معنی غلطی نہیں بلکہ ایک خاص طرز تلفظ ہے۔

ایک وضاحت یہ بھی کی گئی ہے کہ لحن سے رسم الخط کا لحن مراد ہو کہ رسم مصحف عثمانی رضی اللہ عنہ میں بعض جگہ ملفوظ اور مکتوب الفاظ موافق نہیں لیکن عرب اہل لسان اپنی زبان سے اس کو درست پڑھ لیں گے۔ جیسے کہ انگریزی زبان میں مکتوب اور ملفوظ الفاظ میں فرق ہوتا ہے لیکن اہلِ زبان انہیں پڑھتے درست ہی ہیں۔

محمود آلوسی اپنی تفسیر روح المعانی میں اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

اس روایت کی سند منقطع اور مضطرب ہے اور اس کے راوی ضعیف ہیں (157)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مصحف پر اعتراضات کے جواب کے سلسلے میں آخر میں ہم ولیم میور کا ایک اقتباس نقل کرتے ہیں جس میں وہ لکھتا ہے کہ 'قرآن کی ترتیب خود اس کی شاہد ہے کہ جامعین نے اس میں پوری دقت نظر کا لحاظ رکھا' اس کی مختلف سورتیں اس سادگی سے ایک دوسری کے ساتھ مربوط کر دی گئیں جن کی ترتیب دیکھ کر کسی تصنیفاتی تکلف کا شائبہ تک نہیں رہتا۔ جو اس امر کا بین ثبوت ہے کہ جامعین قرآن میں تصنیف کی شوخی سے زیادہ ایمان وا خلاص کا جذبہ کارفرما تھا اور اسی ایمان کے ولولہ میں وہ صرف سورتوں بلکہ آیات کی ترتیب میں بھی تصنع سے اپنا دامن بچاتے ہوئے نکل گئے (158)

ولیم میور آخر میں نتائج اخذ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم پورے شرح صدر کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ عہد عثمان رضی اللہ عنہ میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے قرآن کی جس صورت میں نظر ثانی کی وہ نہ صرف حرفاً حرفاً صحیح ہے بلکہ اس کے جمع کرنے کے موقع پر جو اتفاقات یک جا ہوتے گئے ان کی رو سے بھی یہ نسخہ اس قدر صحیح ہے کہ نہ تو اس میں کوئی آیت وحی میں سے اوجھل ہوسکی۔ اور نہ جانبین نے از خود کسی آیت کو قلم انداز کیا(159)

پس! یہی قرآن ہے جسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری دیانت و امانت کے ساتھ دوسروں کو سنایا۔(160)

کیا ابن مسعود رضی اللہ عنہما، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مصحف سے متفق نہ تھے؟

اس سلسلے میں ترمذی شریف کی ایک روایت ہے جس میں امام زہری رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو شکایت تھی کہ کتابت قرآن کا کام ان کے سپرد کیوں نہیں کیا گیا جبکہ انہوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں زیادہ طویل عرصے تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے فیض حاصل کیا تھا(161) اس سلسلے میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فتح الباری میں اس نقطہ نگاہ کا ردّ کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا موقف یہ تھا کہ انہوں نے یہ کام مدینہ طیبہ میں شروع کیا تھا اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس وقت کوفہ میں تھے اور حضرت عثمانی غنی رضی اللہ عنہ ان کے انتظار میں اس کام کو مؤخر نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اس کے علاوہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہی کو یہ کام سونپا تھا۔ لہٰذا انہوں نے یہی مناسب سمجھا کہ یہ مرحلہ بھی انہی کے ہاتھ سے تکمیل کو پہنچے۔(162)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی اس توجیہہ کی علاوہ اس نقطہ نگاہ کا ردّ یوں بھی کیا جاسکتا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اس وقت جو مسئلہ درپیش تھا اس میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے علمی مقام و مرتبے کو عمل دخل کم تھا بلکہ اس کے مقابلے میں اس مسئلے کا تعلق تجربے سے تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جن صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام علمائے قرآن اور قراء قرآن کے بارے میں ارشاد فرمائے ہوئے تھے۔ ان میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما بھی تھے لیکن عہد عثمانی رضی اللہ عنہ کا مسئلہ کچھ اس سے مختلف تھا۔ کیا حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لیے یہ اعزاز کچھ کم تھا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے فوقیت رکھنے والے حضرات، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے پہلے 'جمع القران' کے کام پر زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہی کو مامور فرمایا تھا۔ جب حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مصحف کی تیاری پر مامور فرمایا اس وقت تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما مدینہ طیبہ کے اندر موجود نہ تھے اور ان کی عدم موجودگی کی وجہ سے اس کام کے لیے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا گیا تھا۔ لیکن جب حضرات شیخین نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اس کام پر مامور فرمایا تھا اس وقت تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما مدینہ طیبہ میں موجود تھے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو مصحف کی تیاری پر کوئی پہلی مرتبہ متعین نہیں کیا گیا تھا بلکہ اس سے پہلے عہد شیخین میں بھی ان کو اس کام کے لیے موزوں ترین قرار دیا گیا تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے متقدمین ہی کی اقتداء میں انہیں تعینات کیا تھا۔ دونوں مواقع پر انہی کا انتخاب اس سبب سے تھا کہ عرضۂ اخیرہ میں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے(163)

اس لئے حضرات، ابن مسعود رضی اللہ عنہما اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے منصب میں موازنہ کرتے ہوئے ہمیں ان مذکورہ بالا حقائق کو ذہن میں رکھنا ہوگا۔

احراق مصاحف کے بارے میں ولیم میور کہتا ہے کہ یہ ایک ناانصافی کہی جاسکتی ہے کہ انہوں نے مجمع علیہ نسخے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے علاوہ تمام مصاحف تلف کروا دیئے۔ لیکن میور لکھتے ہیں کہ اس کا جواب یہ ہے کہ اس دور میں کسی نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر الزام نہیں لگایا کہ انہوں نے قرآن میں تحریف و تصحیف کی ہے۔ اگر حقیقت میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایسے ہی کرتے تو یہ راز ضرور آشکار ہو کر رہتا مگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر یہ اتہام متاخرین شیعہ نے اپنے اغراض کے لیے وضع کر لیا۔ (164)

مصادر و مراجع

(جمعِ قرآن)

۱۔ ﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ إِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ ﴾ [الحجر: ۹]

''بے شک ہم نے اس نصیحت کو نازل کیا اور بے شک ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں''۔

﴿ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْءَانَهٗ فَإِذَا قَرَأْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْءَانَهٗ ﴾ [القیامۃ: ۱۷، ۱۸]

''بے شک اس قرآن کو جمع کرنا اور اس کی تلاوت ہمارے ذمہ ہے۔ پھر جب ہم اس کی تلاوت کریں۔ اس کے پڑھنے کی آپ اتباع کریں''۔

۲۔ ﴿ لَا يَأْتِيْهِ الْبٰطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ﴾ [فصلت: ۴۲]

''باطل اس کے سامنے سے یا نہ اس کے پیچھے سے اس میں داخل نہیں ہو سکتا''۔

3. Noldeke, Theodor, Sketches from Eastern History, Khayat, Beruit, P.51.
4. Bell, Richard, Introduction to the Quran, Edinburgh, 1963. P. 40-43.
5. Watt, Montgomery, Mohammad at Makka, Oxford 1953. P.9
6. Frost , S.E., The Sacred Writings of world's great Religions, P.307
8. Buhl, Encyclopaedia of Islam, Lieden, E.J.Brill, 1978.vol.II,P.1067.
9. Jeffery, Arthur, Material for Histroy of The Text of The Quran, P.I
10. IBID, P.I
11. Noldeke, T., Sketches from Eastern History , P. 51
12. IBID, P.50 Nicholson, Literary History of The Arabs, Unwin London,1907 P. XII. XIII, (preface)

۱۳۔ حقانی، عبدالحق، مولانا، البیان فی علوم القرآن (مقدمہ تفسیر حقانی)، دارالاشاعت تفسیر حقانی دہلی 1932، صفحہ 258
صبحی صالح، ڈاکٹر، مباحث فی علوم القرآن، صفحہ 279-280

14. Jeffery , Arthur, P.5

۱۵۔ البیان فی علوم القرآن، صفحہ 258، صبحی صالح، صفحہ 279-280

16. Noldeke, P.50
17. IBID, P.52
18. IBID, P.52

۱۹۔ ضربت عیسوی، تاویل القرآن، پنجاب سوسائٹی، لاہور، 1921ء صفحہ (106-107)

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۰۔ ایضاً، صفحہ (106-107)

21. Tritton, A.S, Islam Belief and practice, Hutchinson London, 1962. P. 60
22. Noldeke, P. 52
23. Jeffery, Arthur, P. 10
24. Buhl, vol. II, P. 1073

۲۵۔ فنڈر، پادری، میزان الحق، صفحہ (36-44)

26. Margoliuth, D.S. Mohammadanism, Butterworth London, 1928 P.70
27. Buhl, vol. II, P. 1073
28. Buhl, vol. II, P.1073
29. Bell, Richard, Introduction to the Quran, P. 42-44
30. IBID. P. 42-44
31. Buhl. vol II, P. 1073
32. IBID. vol II, P. 1073
33. IBID. vol II, P. 1073
34. IBID. vol II, P. 1073
35. Buhl, vol II, P.1073
36. IBID. vol II, P. 1073
37. Noldeke, P.53
38. Margoliuth, Mohammadanism, P.70

۳۹۔ فنڈر، پادری، میزان الحق، صفحہ (36-40)

40. Loon, Hendrich, van, Tolerence, The Sun Dial Press, New York, 1939.P.114, Hitti, P.K., Islam and The weat, Van Nostrand, New York, 1962, P.48-49
41. Scott, S.P., History of Moorish Empire in Europe,Philadelphia,1904, P. 269 Toynbee, A.J. Civilization on Trial , Oxford University Press, Oxford,1957. P.187, Hitti, P.K., P.57, 59, 61,62 Ross, Denison, Islam , Earnest Benn, London 1926 P. 37.Carlyle, Thomas. On Hero and Hero Worship and The Heroic in History, Humphrey Milford, London,1904 P.73,74, Stubbe, Henry, Rise and Progress of Mohametanism, Orientalia. Lahore, 1975-P.156

اس سلسلے میں مزید معلومات کیلئے پی ایچ ڈی کے مقالہ 'تدوین قرآن مجید پر مستشرقین کے اعتراضات کا محققانہ جائزہ' کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

۴۲۔ ندوی، ابوالحسن علی، مولانا، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، مجلس نشریات اسلام، کراچی، 1976، صفحہ 260۔ اس سلسلے میں تفصیل کیلئے حوالہ نمبر 41 میں مذکور ڈاکٹریٹ کے مقالہ کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

43. Jeffery, Arthur, P. I (Preface)

44...................???

۴۵۔ (i) اس سلسلے میں دیکھئے السباعی، مصطفیٰ، السنة و مکانتها في التشريع الاسلامی، مکتبہ دارالعروبه، قاہرہ 1961ء صفحہ 446

(ii) شبلی نعمانی، مولانا سیرت النبی، اعظم گڑھ، 1332ء، جلد اوّل، صفحہ (69-70)

(iii) ہیکل، محمد حسین، حیاتِ محمد صلعم، مکتبہ النبضة العربيه، قاہرہ، 1947ء صفحہ 28۔

۴۶۔ رحمانی، عبداللطیف، تاریخ القرآن، پروگریسو بکس، لاہور، 1983ء صفحہ 47

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۷۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، امام جامع ترمذی، دمشق، 1965، جلد گیارہ صفحہ 121 (بحوالہ زبدۃ البیان فی رسوم مصاحف عثمان)
۴۸۔ سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، جلد اوّل، صفحہ 73
۴۹۔ ابن ندیم، الفہرست، صفحہ 66
۵۰۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، جلد نہم، صفحہ 47
۵۱۔ ابن سعد، حافظ، الطبقات الکبریٰ، جلد چہارم، صفحہ 10
۵۲۔ فتح الباری، جلد نہم، صفحہ 47
۵۳۔ ایضاً ۵۴۔ الاتقان، جلد اول، صفحہ 62 ۵۵۔ ابن سعد، جلد سوم، صفحہ 59
۵۶۔ الاتقان، جلد اول، صفحہ 67 ۵۷۔ ایضاً
۵۸۔ علی المتقی، کنز العمال، موسسہ الرسالۃ، بیروت، 1969 جلد اوّل، صفحہ 217
۵۹۔ مفتاح السعادۃ، جلد اوّل، صفحہ (384-385)
۶۰۔ عینی، بدرالدین، علامہ، عمدۃ القاری، جلد دہم، صفحہ 28
۶۱۔ ایضاً، جلد دوم، صفحہ 28 ۶۲۔ ایضاً، ۶۳۔ ایضاً
۶۴۔ الہیثمی، نورالدین، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، دار الکتاب العربی، بیروت، 1967 جلد اوّل، صفحہ 152
۶۵۔ تقی عثمانی مولانا، علوم القرآن، صفحہ 179 ۶۶۔ ایضاً، صفحہ 179
۶۷۔ ایضاً، صفحہ 179 ۶۸۔ الہیثمی، جلد اوّل، صفحہ 152
۶۹۔ سیوطی، جلد اوّل، صفحہ 60 ۷۰۔ بخاری، کتاب فضائل القرآن، جلد دوم، صفحہ 846
۷۱۔ سیوطی، جلد نہم، صفحہ 5 ۷۲۔ سیوطی، جلد اوّل، صفحہ 59
۷۳۔ ایضاً ۷۴۔ حاکم، جلد دوم، صفحہ 229
۷۵۔ سیوطی، جلد اوّل، صفحہ (58-59) ۷۶۔ ایضاً، جلد اول، صفحہ 60
۷۷۔ مستدرک، جلد سوم، صفحہ 229 (کتاب فضائل القرآن)
۷۸۔ سیوطی، جلد اوّل، صفحہ 55 ۷۹۔ ایضاً۔
۸۰۔ ایضاً ۸۱۔ ایضاً ۸۲۔ ایضاً
۸۳۔ ایضاً ۸۴۔ ایضاً ۸۵۔ ایضاً
۸۶۔ ایضاً ۸۷۔ عسقلانی، جلد نہم، صفحہ 9
۸۸۔ ابن الجوزی، سیرۃ العمرین ۸۹۔ سیوطی، جلد اول، صفحہ 61
۹۰۔ ایضاً ۹۱۔ عمدۃ القاری، باب جمع القرآن، جلد دہم، صفحہ 16
۹۲۔ بخاری، باب جمع القرآن، جلد سوم، صفحہ 146 ۹۳۔ سیوطی، جلد اول، صفحہ 61
۹۴۔ ایضاً ۹۵۔ فتح الباری، جلد نہم، صفحہ 15
۹۶۔ سیوطی، جلد اول، صفحہ 61 ۹۷۔ ایضاً

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۹۸۔ ایضاً ۹۹۔ ایضاً ۱۰۰۔ ایضاً

۱۰۱۔ ایضاً ۱۰۲۔ عمدۃ القاری، جلد ہشتم، صفحہ 655

۱۰۳۔ کتاب الفصل فی الملل والاھوء والنحل، مطبع الادبیہ، مصر، 1320

۱۰۴۔ البیان فی علوم القرآن، صفحہ 52، 51 ۱۰۵۔ زرقانی، عبدالعظیم، مناہل العرفان، جلد اول، صفحہ 272-268

۱۰۶۔ سیوطی، جلد اول، صفحہ 61 ۱۰۷۔ بخاری، جلد سوم، صفحہ 146، باب جمع القرآن

۱۰۸۔ سیوطی، جلد اول، صفحہ 61، مناع القطان، مباحث فی علوم القرآن، موسسہ الرسالۃ، بیروت، 1978

۱۰۹۔ فتح الباری، جلد نہم، صفحہ 5 ۱۱۰۔ صبحی صالح، صفحہ 79

۱۱۱۔ ایضاً ۱۱۲۔ ایضاً ۱۱۳۔ ایضاً، صفحہ 79

۱۱۴۔ ایضاً، صفحہ 80-79 ۱۱۵۔ ایضاً، صفحہ 80

۱۱۶۔ ایضاً ۱۱۷۔ مسلم، الجامع الصحیح، جلد اول، صفحہ 80

۱۱۸۔ ابن کثیر، جلد اول، صفحہ 5 (مقدمہ)

۱۱۹۔ صبحی صالح، صفحہ 81

120. Muir, Willium, Life of Mahomet, Smith, London, 1860, P.XIII
121. IBID, PXIII
122. IBID, PXIII
123. IBID, PXIII
124. IBID, PXIII
125. Spranger
126. Spranger

۱۲۷۔ بخاری، جلد اول، صفحہ 234، (کتاب صلوۃ التراویح)

۱۲۸۔ سیوطی، تاریخ الخلفاء، نور محمد کارخانہ تجارت، کراچی، جلد دوم، صفحہ 153-151

۱۲۹۔ ابن الاثیر، الجزری، الکامل فی التاریخ، ادارۃ الطباعۃ المنیر یہ، مصر، 1348ھ، جلد سوم، صفحہ 60

۱۳۰۔ فنڈر، پادری، میزان الحق، پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی، لاہور 1892ء، صفحہ 44-36

۱۳۱۔ بخاری، جلد اول، صفحہ 234، (کتاب صلوۃ التراویح)

۱۳۲۔ بخاری، جلد اول، صفحہ 234، (کتاب صلوۃ التراویح)

۱۳۳۔ بخاری، جلد سوم، صفحہ 146 (باب جمع القرآن)

۱۳۴۔ معین الدین ندوی، تاریخ اسلام، جلد اول، صفحہ 378

۱۳۵۔ ایضاً ۱۳۶۔ ابن حزم، کتاب الفصل فی الملل فی الاھوء والنحل، جلد دوم، صفحہ 78

۱۳۷۔ ایضاً

138. Muir, P.XIV.
139. IBID, PXIV.
140. IBID, PXIV.
141. IBID, PXVII.

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

142. IBID, PXVII.

۱۴۳۔ کے، ایل، ناصر، پادری، قرآن شریف کے متن کا تاریخی مطالعہ، صفحہ 25، گوجرانوالہ، س۔ن، صفحہ 25

۱۴۴۔ مناہل العرفان، جلد اول، صفحہ 254-253

۱۴۵۔ ایضاً، جلد اول، صفحہ 354

۱۴۶۔ الملل والنحل، جلد دوم، صفحہ 88-76

۱۴۷۔ ایضاً

۱۴۸۔ ایضاً

۱۴۹۔ ایضاً، جلد دوم، صفحہ 77

۱۵۰۔ الجزری، ابوالخیر، النشر فی القراءات العشر، المکتبۃ التجاریہ، مصر، جلد دوم، صفحہ 38

151. Muir, PXIX

۱۵۲۔ سیوطی، جلد اول، صفحہ 62

۱۵۳۔ ایضاً، جلد اول، صفحہ 61

۱۵۴۔ ایضاً، جلد اول، صفحہ 85

۱۵۵۔ قرطبی، ابوعبداللہ محمد بن احمد، الجامع الاحکام القرآن، قاہرہ، 1967ء، جلد اول، صفحہ 43

۱۵۶۔ آلوسی، محمود، علامہ، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، داراحیاء التراث الاسلامیہ، بیروت، جلد اوّل، صفحہ 28

۱۵۷۔ ایضاً، جلد اول، صفحہ 28

158. Muir, PXXI.

159. IBID, PXXI.

160. IBID, PXXI.

۱۶۱۔ ترمذی، جامع ترمذی، کتاب جمع القرآن، باب القراء من اصحاب النبیؐ، جلد ششم، صفحہ 299

۱۶۲۔ فتح الباری، جلد نہم، صفحہ 15-13

۱۶۳۔ ایضاً

164. Muir, PVII.

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمد زبیر تیمی ☆

آرتھر جیفری اور کتاب المصاحف

رشد قراءات نمبر حصہ اول میں قراءات قرآنیہ کے بارے میں آرتھر جیفری کے نقطہ نظر کا ایک بھرپور علمی جائزہ جناب ڈاکٹر محمد اکرم چوہدری صاحب نے اپنے مضمون 'اختلاف قراءات قرآنیہ اور مستشرقین' میں لیا ہے۔ حافظ محمد زبیر جناب ڈاکٹر اکرم چوہدری صاحب کے براہِ راست شاگرد ہیں۔

ڈاکٹر اکرم چوہدری صاحب کے مضمون میں آرتھر جیفری کے نقطہ نظر کا کافی وشافی اصولی و بنیادی رد موجود ہے۔ حافظ صاحب نے اپنے اُستاد محترم کے اس موضوع کو آگے بڑھاتے ہوئے آرتھر جیفری کے قرآن پر جزوی اور فروعی اعتراضات کا جواب دیا ہے۔ آرتھر جیفری کے نقطہ نظر کا کافی وشافی اصولی و بنیادی رد موجود ہے۔ حافظ صاحب نے اپنے استاذ محترم کے اس موضوع کو آگے بڑھاتے ہوئے آرتھر جیفری کے قرآن پر جزوی اور فروعی اعتراضات کا جواب دیا ہے۔ آرتھر جیفری نے ابن ابی داؤد کی کتاب 'کتاب المصاحف' پر تحقیقی کام کے بعد یہ نتیجہ نکالا کہ جس طرح عیسائیوں میں انجیل کے ایک سے زائد نسخے موجود ہیں اور موجودہ چار انجیلیں بھی تقریباً ۷۰ کے قریب اناجیل میں سے انتخاب ہیں۔ اس طرح صدر اول میں کئی قسم کے قرآن موجود تھے۔ آرتھر جیفری نے اپنی کتاب 'Materials for the History of the Text of the Quran' میں ۱۵ صحابہ اور ۱۳ تابعین کے ۱۲۸ ایسے نسخوں کا تعارف کروایا ہے جو مصحف عثمانی سے بھی مختلف تھے اور ان میں باہم ۲۴۰۰ اختلافات تھے۔ حافظ صاحب نے اس کتاب کا ایک تفصیلی جواب اپنے اس مضمون میں دیا ہے اور صحابہ و تابعین کی طرف منسوب ان مصاحف کی حقیقت کو واضح کیا ہے۔ [ارادہ]

ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کا تعارف

ان کا نام عبداللہ بن سلیمان بن اشعث بن بشیر بن شداد بن عمرو بن عمران ازدی سجستانی ہے۔ کنیت ابوبکر ہے۔ ۲۳۰ھ میں پیدا ہوئے۔ ۳۱۶ھ میں وفات پائی۔ جس دن ان کی وفات ہوئی ۳ لاکھ افراد ان کے جنازے میں شریک ہوئے اور تقریباً ۸۰ مرتبہ ان کا جنازہ پڑھا گیا۔ [کتاب المصاحف مع تحقیق الدکتور محب الدین واعظ: ۱۵۔۱۶]

ابتدائی دینی تعلیم اپنے والد محترم امام ابوداؤد رحمہ اللہ سے حاصل کی۔ امام ابوداؤد علم کے حصول کی خاطر سفر میں اپنے بیٹے کو اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ امام صاحب اپنے بیٹے کو خراسان، اصبہان، فارس، بصرۃ، بغداد، کوفہ، مکہ، مدینہ، شام، مصر، جزیرہ، جبال اور ثغور کے علاقوں میں لے کر گئے جہاں وہ اساتذہ سے روایات سنتے بھی تھے اور لکھتے بھی تھے۔ [أیضاً: ص ۱۸]

ابن ابی داؤد رحمہ اللہ پر جرح وتعدیل

ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کے بارے جرح وتعدیل دونوں منقول ہیں۔

☆ فاضل کلیۃ الشریعۃ، جامعہ لاہور الاسلامیہ، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کی تعدیل

جمہور ائمہ جرح وتعدیل اور محدثین نے ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کو ثقہ راوی قرار دیا ہے:

- ابو حامد بن اسد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے عبداللہ بن سلیمان بن اشعث جیسا عالم نہیں دیکھا۔
- ابو الفضل صالح بن احمد الحافظ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابو بکر عبداللہ بن سلیمان اہل عراق کا امام ہے۔ انہوں نے مختلف شہروں سے علم حاصل کیا، سلطان نے ان کیلئے ایک منبر بنایا ہے جس پر بیٹھ کر وہ اسکے سامنے حدیث بیان کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سمجھدار، عالم، حافظ اور زاہد آدمی تھے۔

- امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ثقہ تھے لیکن حدیث میں بہت زیادہ غلطیاں کرتے تھے۔
- ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اصحاب حدیث کے ہاں مقبول ہیں۔ ان کے والد نے ان کے بارے میں جو کلام کیا ہے، مجھے نہیں معلوم انہوں نے اس میں کیا دیکھ کر اس کے بارے میں ایسی بات کی ہے۔
- خلیلی رحمہ اللہ کہتے ہیں: حافظ، امام وقت، نشان علم، متفق علیہ اور امام ابن امام تھے۔ [أیضاً: ۳۴، ۳۵]

ابن ابی داؤد پر جرح

بعض ائمہ سے ابن ابی داؤد رحمہ اللہ پر جرح بھی منقول ہے۔ ان میں انکے والد محترم امام ابو داؤد رحمہ اللہ پیش پیش ہیں۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ اپنے بیٹے کے بارے میں فرماتے ہیں: [ابني عبد الله هذا كذاب] یعنی میرا یہ بیٹا عبداللہ جھوٹا ہے۔

- ابن صاعد رحمہ اللہ کہتے ہیں:

ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کے بارے میں ہمیں وہی بات کافی ہے جو اس کے والد محترم نے اس کے بارے میں کہی ہے۔

ابراہیم اصبہانی رحمہ اللہ نے بھی ابن ابی داؤد کو 'کذاب' کہا ہے۔ [سیر أعلام النبلاء: ۲۲۶/۲۵، مؤسسة الرسالة]

ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کے بارے میں ابراہیم اصبہانی رحمہ اللہ اور ابن صاعد رحمہ اللہ کے اقوال کی بنیاد بھی امام ابو داؤد کا قول ہے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کے بارے میں ابن صاعد رحمہ اللہ اور ابن جریر رحمہ اللہ کے اقوال کا اعتبار نہیں ہوگا کیونکہ ان میں عداوت ومخاصمت معروف تھی۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے اپنے بیٹے پر کذب کی جو تہمت لگائی ہے اس کے کئی ایک جواب دیے گئے ہیں۔ امام ذہبی رحمہ اللہ کا کہنا یہ ہے کہ اگر یہ تہمت صحیح سند سے ثابت ہو تو اس سے مراد دنیاوی کلام میں جھوٹ ہے نہ کہ حدیث نبوی میں۔ اور امام صاحب کا یہ قول عبداللہ کی جوانی کے وقت کا ہے۔ بعد میں جب عبداللہ خود امام اور شیخ بن گئے تو یہ بری عادت بھی ان سے جاتی رہی۔ [کتاب المصاحف مع تحقیق الدکتور محب الدین واعظ: ۲۴]

ڈاکٹر محبّ الدین واعظ کا کہنا ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ نے اپنے بیٹے کے بارے میں یہ بات اس لیے کہی تھی کہ وہ اپنے علم کے بارے میں کچھ زیادہ ہی خوش فہم تھے اور اپنے علمی دعووں میں مبالغہ آرائی سے کام لیتے تھے۔ اس کی تصدیق ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کے اس مکالمے سے بھی ہوتی ہے جو ان کے اور شیخ ابو زرعہ رازی رحمہ اللہ کے مابین ہوا اور خود ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے اس کو نقل کیا ہے۔ ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے ایک دن ابو زرعہ رازی رحمہ اللہ سے کہا: مجھے امام مالک رحمہ اللہ کے غرائب میں سے کوئی حدیث بیان کریں۔ شیخ ابو زرعہ رحمہ اللہ نے وہب بن کیسان کی حضرت

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کی: 'لا تحصی فیحصی علیك' اس روایت کو انہوں نے عبدالرحمٰن بن شیبہ سے بیان کیا حالانکہ وہ 'ضعیف' راوی ہے۔ میں نے اس پر شیخ ابوزرعہ رحمہ اللہ سے کہا: آپ اس روایت کو مجھ سے نقل کریں: میں اسے احمد بن صالح سے' وہ عبداللہ بن نافع اور وہ مالک رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں۔ اس پر شیخ ابوزرعہ رحمہ اللہ ناراض ہو گئے اور میرے والد سے شکایت کرتے ہوئے کہا: دیکھو! تیرا بیٹا مجھے کیا کہتا ہے؟ [سیر أعلام النبلاء: ۲۲۵/۲۵] ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کا یہ بھی کہنا تھا کہ ابراہیم الحربی رحمہ اللہ کو جتنی روایات یاد تھیں وہ سب انہیں بھی یاد تھیں اور ان کے پاس ابراہیم الحربی رحمہ اللہ سے زیادہ علم تھا کیونکہ وہ ستاروں کا علم نہیں جانتے تھے۔ [أیضاً: ۲۲۳]

عبدالرحمٰن بن یحییٰ المعلمی رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ ابن ابی داؤد رحمہ اللہ اپنے آپ کو قضاء کا اہل بتلاتے تھے جس پر ان کے والد محترم نے انہیں جھوٹا کہا ہے۔ بظاہر ڈاکٹر محبّ الدین واعظ کی تاویل بہتر محسوس ہوتی ہے۔ واللہ أعلم بالصواب.

ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کا علمی مقام

علم دین کے معاملے میں بہت حریص تھے۔ ابن شاہین رحمہ اللہ نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ جب وہ کوفہ آئے تو ان کے پاس ایک درہم تھا۔ اس درہم سے تیس مدلوبیا خریدا۔ ہر روز ایک مد کھا لیتے تھے اور اس کے بالمقابل ابو سعید اشج رحمہ اللہ سے ایک ہزار احادیث لکھتے تھے۔ اس طرح ایک مہینے میں تیس ہزار احادیث جمع کر لیں۔ ابوعلی حسین بن علی الحافظ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ میں نے اصبہان میں ۳۶ ہزار احادیث اپنے حافظے سے بیان کیں۔ انہوں نے مجھے سات احادیث میں وہم کا الزام دیا۔ جب میں عراق واپس آیا تو ان سات میں پانچ کو میں نے اسی طرح اپنی کتاب میں لکھا دیکھا جیسا کہ میں نے انہیں بیان کیا تھا۔ [أیضاً: ۲۲۲]

کئی ایک کتابوں کے مصنف ہیں جن میں کتاب التفسیر' کتاب المصابیح فی الحدیث' کتاب نظم القرآن' کتاب فضائل القرآن' کتاب شریعة التفسیر' کتاب المصاحف' کتاب الناسخ والمنسوخ' کتاب البعث اور کتاب شریعة القاری وغیرہ معروف ہیں۔

کتاب المصاحف کا تعارف

اس کتاب کے دو نسخے معروف ہیں۔ ایک نسخہ ظاہریہ اور دوسرا نسخہ شستربیتی۔ پہلا نسخہ 'دار الکتب الظاهرية' مصر میں موجود ہے۔ کاتب اور تاریخ کتابت کا علم نہیں ہے کیونکہ مخطوطے کا پہلا صفحہ غائب ہے۔ کتاب کی قراءت سے متعلقہ سماعت کی اسناد سے یہ اشارے ملتے ہیں کہ یہ نسخہ ۵۴۱ھ سے پہلے لکھا گیا تھا۔ سماعتِ کتاب کی اسناد اور تواریخ نسخے میں موجود ہیں۔ یہ نسخہ ۱۹۸ اوراق پر مشتمل ہے۔ ہر ورق میں ۲۰ سے ۲۳ سطریں ہیں۔

دوسرا نسخہ آرتھر جیفری کے بیان کے مطابق اس کی لائبریری میں موجود ہے۔ اس کے اوراق کی تعداد ۸۳ ہے۔ ہر ورق میں تقریباً ۲۱ سطریں ہیں۔ اس نسخے کے کاتب محمد المقدسی نابلسی ہیں۔ تاریخ کتابت سے فراغت ۱۹ ذی القعدہ ۱۱۵۰ھ میں ہوئی۔ آرتھر جیفری کے بیان کے مطابق یہ نسخہ بھی نسخہ ظاہریہ سے منقول ہے جبکہ ڈاکٹر محبّ الدین واعظ کا کہنا ہے کہ یہ نسخہ ایک دوسرا نسخہ ہے جو نسخہ ظاہریہ سے منقول نہیں ہے کیونکہ اس میں شروع کا صفحہ موجود ہے اور کئی ایک مقامات پر نسخہ ظاہریہ سے اختلافات بھی موجود ہیں۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ بھی کسی دوسرے مستقل

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نسخے سے منقول ہے۔ بذاتہ یہ کوئی مستقل نسخہ نہیں ہے کیونکہ یہ ۱۱۵۰ھ میں لکھا گیا ہے۔

پہلے نسخے سے مزید دو نسخے تیار کیے گئے۔ ان میں سے ایک ۱۳۴۲ھ میں تیار ہوا اور 'دارالکتب المصریة' مصر میں موجود ہے اور دوسرا ۱۳۴۶ھ میں تیار ہوا جو 'مکتبة علمیة عالیة' پاکستان میں موجود ہے۔ لیکن ڈاکٹر محبّ الدین واعظ کے بقول ان دونوں نسخوں میں کتابت کی کافی اغلاط موجود ہیں۔ علاوہ ازیں اصل یعنی نسخہ ظاہریہ کی موجودگی میں ان کی اہمیت کم ہو جاتی ہے۔ اس بحث کا خلاصہ کلام یہی ہے کہ اصل نسخہ' نسخہ ظاہریہ ہی ہے۔ ڈاکٹر محبّ الدین واعظ نے اپنی تحقیق میں اسی نسخے کو بنیاد بنایا ہے۔

ابن ندیم' حاجی خلیفہ' زرکلی' رضا کحالہ اور فواد سیزگین نے اس کتاب کی امام ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کی طرف نسبت کو صحیح قرار دیا ہے۔ علاوہ ازیں اس کتاب کے نسخہ ظاہریہ کے ہر جزء کے آخر میں اس کتاب کی سماعت کی اسناد موجود ہیں جو اس کتاب کی صحیح نسبت کی بہترین دلیل ہیں۔

کتاب المصاحف کا منہج تالیف

مذکورہ کتاب پانچ اجزاء پر مشتمل ہے۔ ہر جزء کو مصنف نے کئی ایک ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ مصنف کا طریقہ کار یہ ہے کہ شروع میں کسی باب کے لیے ایک عنوان باندھتے ہیں۔ اس کے بعد اس باب سے متعلق اپنی سند سے ان احادیث اور آثار کا تذکرہ کرتے ہیں جو انہوں نے اپنے اساتذہ اور شیوخ سے نقل کی ہیں۔

بعض اوقات ایسا بھی ہوا ہے کہ مصنف نے کوئی باب باندھا ہے اور اس کے تحت کوئی روایت یا اثر نقل نہیں کیا۔ جیسا کہ مصاحف تابعین کے باب کے ذیل میں انہوں نے 'مصحف طلحة بن مصرف الأیامی' کے نام سے باب باندھا ہے لیکن اس کے تحت کسی روایت یا اثر کو نقل نہیں کیا۔ شاید ان کے نزدیک اس مصحف کے بارے میں کوئی ثابت شدہ روایت موجود نہ ہو۔ واللہ اعلم۔

مصنف صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ سے مروی قراءات کو مصحف کے عنوان کے تحت نقل کرتے ہیں۔ مثلاً مصنف نے 'مصحف علی بن ابی طالب' کے نام سے ایک باب باندھا ہے اور اس کے ذیل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منسوب ایک قراءت بایں الفاظ نقل کر دی ہے:

> حدثنا عبد الله حدثنا محمد بن عبد الله المخرمي حدثنا مسهر بن عبد الملك حدثنا عيسى ابن عمر عن عطاء بن السائب عن أبي عبدالرحمن عن علي أنه قرأ: [اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ أُنْزِلَ إِلَيْهِ وَ آمَنَ الْمُؤْمِنُوْنَ] .

اسی طرح مصنف نے 'مصحف الأسود بن یزید و علقمة بن قیس النخعیین' کے عنوان کے تحت درج ذیل روایت نقل کی ہے:

> حدثنا أبوبكر عبد الله بن أبی داؤد حدثنا يعقوب بن سفيان حدثنا عبيد الله عن شيبان عن الأعمش عن إبراهيم قال: كان علقمة و الأسود يقرآنها [صراط من أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم و غير الضالين] .

ایسا بھی کثرت سے ہوتا ہے کہ مصنف کوئی عنوان باندھنے کے بعد اس کے ذیل میں صرف ایک ہی روایت نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں جیسا کہ انہوں نے مصحف عليٍ بن أبي طالب رضي الله عنه' مصحف

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبد الله بن عمرو ÷ مصحف عبيد بن عمير الليثي' مصحف عطاء بن أبي رباح' مصحف مجاهد بن جبير' مصحف أسود بن يزيد وعلقمه بن قيس نخعيين' مصحف محمد بن أبي موسى شامي' مصحف حطان بن عبد الله رقاشي بصري اورمصحف صالح بن كيسان مديني رحمهم الله کے ذیل میں صرف ایک ایک ہی روایت نقل کی ہے۔

مصنف نے جو کچھ کتاب میں نقل کیا ہے وہ سب ان کی اپنی رائے نہیں ہے جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کے مصاحف کے اختلافات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ہم اپنے پاس موجود مصحف عثمانی ہی کا اعتبار کریں گے اور جو روایات صحابہ و تابعین رحمہم اللہ کے اختلاف قراءات کے بارے میں منقول ہیں' ان سے مصحف عثمانی میں کمی بیشی جائز نہ ہوگی۔ مصنف علام رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قال عبد الله بن أبي داؤد: لا نرى أن نقرأ القرآن إلا لمصحف عثمان الذي اجتمع عليه أصحاب النبي ﷺ فإن قرأ الإنسان بخلافه في الصلاة أمرته بالإعادة.

کتاب ہذا میں مؤلف ایک عنوان باندھنے کے بعد اس کو ثابت کرنے کے لیے ہر قسم کی روایات نقل کر دیتے ہیں مثلاً مرفوع' مرسل' مقطوع' صحیح' حسن' ضعیف' منقطع وغیرہ۔

کتاب المصاحف کے مشمولات کا اجمالی تعارف

جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کتاب المصاحف پانچ اجزاء پر مشتمل ہے۔ پہلے جزء میں مصاحف کی کتابت' مصاحف کے خطوط' مصاحف کی جمع و تدوین' جمع عثمان رضی اللہ عنہ وغیرہ کے بارے میں مختلف ابواب کے تحت روایات اور آثار جمع کیے گئے ہیں۔

دوسرے جزء میں بعض آیات قرآنیہ کا قرآن کا حصہ ہونے کی روایات' مصحف عثمانی میں اغلاط کے بارے مروی آثار' مصاحف عثمانیہ کے باہمی اختلافات اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعض مصاحف (یعنی قراءات) کے تعارف پر مشتمل ہے۔ اس باب میں پانچ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مصاحف کا تذکرہ ہے یعنی مصحف عمر بن خطاب' مصحف علی بن ابی طالب' مصحف ابی بن کعب' مصحف عبداللہ بن مسعود اور مصحف عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم۔

تیسرے جزء میں ۵ صحابہ یعنی عبداللہ بن زبیر' عبداللہ بن عمرو' ام المؤمنین عائشہ' ام المؤمنین حفصہ' ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہم اور ۱۲ تابعین یعنی عبید اللہ بن عمیر' عطاء بن ابی رباح' عکرمہ مولیٰ ابن عباس' مجاہد بن جبر' سعید بن جبیر' اسود بن یزید' علقمہ بن قیس' محمد بن ابی موسیٰ' حطان بن عبداللہ' صالح بن کیسان' طلحہ بن مصرف اور سلیمان بن مھران رحمہم اللہ کے اختلاف مصاحف (یعنی قراءات) کا تذکرہ ہے۔ علاوہ ازیں اس حصے میں ایک اہم ترین بحث یہ بھی ہے کہ ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے اپنی سند سے نبی ﷺ کی ان قراءات کا تذکرہ کیا ہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم نے نقل کی ہیں۔ اس حصے کی تیسری اہم ترین بحث مصاحف عثمانیہ کے مختلف الفاظ کے رسم کی ہے۔ چوتھی بحث مصحف عثمانی کے اجزاء اور تقسیم کے بارے میں ہے۔

کتاب کا چوتھا حصہ مصحف کو لکھنے' اس پر اجرت لینے' ان کی خرید و فروخت' ان کو خوشبو لگانے' حالت جنابت میں چھونے اور علم الضبط سے متعلقہ بعض مسائل پر مشتمل ہے۔ اس حصے میں مختلف عنوانات کے تحت ان موضوعات سے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متعلقہ روایات اور آثار بیان کیے گئے ہیں۔

کتاب کا پانچواں حصہ مصاحف کے تبادلے' ان کی خرید وفروخت' ان کو لٹکانے' بغیر وضو چھونے' زمین پر رکھنے' مصحف میں دیکھ کر امامت کروانے' ان کو رہن رکھوانے' ان کی وراثت اور انہیں جلانے وغیرہ کے مسائل پر مشتمل ہے۔ اس حصے میں مختلف عنوانات کے تحت ان موضوعات سے متعلقہ روایات اور آثار بیان کیے گئے ہیں۔

اس کتاب کو سب سے پہلے آرتھر جیفری نے ایڈٹ کر کے ۱۹۳۷ء میں شائع کیا۔ بعد ازاں جامعہ ام القری کے پروفیسر ڈاکٹر محبّ الدین عبدالسبحان واعظ نے اپنے پی۔ایچ۔ڈی کے مقالے کے طور پر اس کتاب کے نسخہ ظاہریہ کو بنیاد بناتے ہوئے اس کا ایک محقق نسخہ شائع کیا ہے۔ ڈاکٹر محبّ الدین واعظ کا یہ مقالہ دو جلدوں اور ۹۴۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی پہلی اشاعت ۱۹۹۵ء میں اور دوسری ۲۰۰۲ء میں ہوئی۔ یہ کتاب 'دار البشائر الإسلامية' بیروت' سے شائع ہوئی ہے۔ یہ مقالہ 'کتاب المصاحف' بہت ہی علمی اور وقیع کام ہے۔ درج ذیل ایڈریس پر pdf فائل کی صورت میں موجود ہے:

http://www.kabah.info/uploaders/Masahif.rar
http://majles.alukah.net/showthread.php?t=1325

آرتھر جیفری کا تعارف

آرتھر جیفری ۱۸ اکتوبر ۱۸۹۲ء کو آسٹریلیا کے شہر میلبورن میں پیدا ہوا۔ اس کی وفات ۲ اگست ۱۹۵۹ء میں کینیڈا میں ہوئی۔ وہ ایک متعصب پروٹسٹنٹ عیسائی تھا۔ شروع میں قاہرہ میں مشرقی علوم کے سکول میں سامی زبانوں کے استاذ کی حیثیت سے کام کرتا رہا۔ بعد ازاں ۱۹۳۸ء میں کولمبیا یونیورسٹی سے منسلک ہو گیا۔ کئی ایک کتابوں اور مقالات کا مصنف ہے جو درج ذیل ہیں:

1. Eclecticism in Islam, Arthur Jeffery, 1922
2. The Quest of the Historical Muhammad, Arthur Jeffery, 1926
3. Materials for the History of the Text of the Qur'an, Arthur Jeffery, 1936
4. A Variant Text of the Fatiha, Arthur Jeffery, 1939
5. The Orthography of the Samarqand Codex, Arthur Jeffery, 1943
6. The Textual History of the Qur'an, Arthur Jeffery, 1946
7. Islam: Muhammad and His Religion, Arthur Jeffery, 1958

ان کتابوں میں جیفری کی معروف ترین کتاب 'Materials for the History of the Text of the Qur'an' ہے جو ابن ابی داود رحمہ اللہ کی کتاب 'کتاب المصاحف' کو بنیاد بنا کر لکھی گئی ہے۔ جیفری کی تمام کتابوں اور مقالہ جات کا مرکزی خیال تقریباً ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ بائبل کی طرح قرآن مجید بھی کوئی مستند مذہبی کتاب نہیں ہے۔ آرتھر جیفری نے ابن ابی داود رحمہ اللہ کی کتاب 'کتاب المصاحف' کو ایڈٹ (edit) کر کے شائع کیا ہے۔ اس کتاب کے شروع میں اس نے اپنے عربی مقدمے میں قرآن کے بارے میں کئی ایک فرسودہ خیالات ونظریات کا اظہار کیا ہے۔ آرتھر جیفری کی تحقیق سے مزین 'کتاب المصاحف' ۱۹۳۷ء میں پہلی بار شائع ہوئی۔ اس اشاعت کے شروع میں اس نے اپنی کتاب 'Materials' کو بھی شائع کیا۔ یہ کتاب ۶۰۹ صفحات پر مشتمل ہے اور درج ذیل

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایڈریس پر ملاحظہ کی جاسکتی ہے:

http://books.google.com.pk/books?id=17kUAAAAIAAJ&printsec=frontcover&dq=materials+for+the+history+of+the+text+of+the+quran#v=onepage&q=&f=false

بعد ازاں ۱۹۶۰ء، ۱۹۶۳ء اور ۱۹۷۵ء میں بھی یہ کتاب شائع ہوئی ہے۔ 'Materials' اور آرتھر جیفری کی بعض دوسری کتب درج ذیل ایڈریس پر بھی موجود ہیں:

http://www.bible.ca/islam/library/Jeffery/

آرتھر جیفری نے 'کتاب المصاحف' کا جو مقدمہ لکھا ہے وہ درج ذیل ایڈریس پر موجود ہے:

http://www.muhammadanism.org/Arabic/book/jeffery/kitab_masahif_introduction.pdf

آرتھر جیفری کا علمی مقام ومرتبہ

کیا آرتھر جیفری اس کا اہل تھا کہ وہ 'کتاب المصاحف' کو ایڈٹ کر کے شائع کرے؟ اس سوال کا جواب نفی میں ہے۔ آرتھر جیفری اخلاقی اور علمی دونوں پہلوؤں سے اس وقیع علمی کام کا اہل نہ تھا۔ ڈاکٹر محبّ الدین واعظ نے اس مسئلے پر اپنے مقالے میں عمدہ گفتگو کی ہے جس کے چند ایک اہم نکات درج ذیل ہیں:

① آرتھر جیفری نے کتاب المصاحف کی تحقیق میں 'نسخہ ظاہریہ' کو بنیاد بنایا اور اس کا تقابل 'نسخة دار الكتب المصرية' سے کیا ہے۔ آرتھر جیفری کا دعویٰ ہے کہ 'نسخة دار الكتب المصرية' کا نسخہ ایک دوسرا نسخہ ہے حالانکہ وہ 'نسخہ ظاہریہ' ہی کی ایک نقل ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ دونوں نسخوں میں پہلا صفحہ موجود نہیں ہے۔

② آرتھر جیفری نے کتاب المصاحف میں کئی ایک مقامات پر اپنی طرف سے ابواب کے عنوانات داخل کر دیے ہیں حالانکہ اگر اس نے ایسا کام کیا بھی تھا تو اسے یہ وضاحت کرنا چاہیے تھی کہ فلاں ابواب کے عنوانات اس کے اپنے اختیار کردہ ہیں۔ مثلاً اس نے 'باب من كتب الوحي لرسول الله'، 'باب من جمع القرآن' اور 'ما اجتمع عليه كتاب المصاحف' جیسے عنوانات کا اضافہ کیا ہے۔

بعض اوقات تو ابواب کے نام اپنی طرف سے کتاب المصاحف میں شامل کر کے وہ تحریف قرآن کے نکتہ نظر کی نسبت ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کی طرف کرنا چاہتا ہے جیسا کہ اس نے 'باب ما غير الحجاج في مصحف عثمان' یعنی حجاج نے مصحف عثمان میں جو تبدیلی کر دی تھی' کے نام سے ایک باب باندھا ہے۔ ڈاکٹر محبّ الدین واعظ کی تحقیق شدہ کتاب میں اس نام سے کوئی باب موجود نہیں ہے اگرچہ اس سے متعلقہ ایک روایت ضرور موجود ہے۔ [كتاب المصاحف مع تحقيق الدكتور محب الدين واعظ : ۴۶۳، ۴۶۴]

③ بعض مقامات پر آرتھر جیفری نے اپنی طرف سے کچھ الفاظ کا بھی اضافہ کیا ہے مثلاً کتاب المصاحف کے اصل نسخہ میں 'اختلاف خطوط المصاحف' کا عنوان تھا جسے اس نے 'باب اختلاف خطوط المصاحف' کر دیا۔ اسی طرح اس نے کئی ایک مقامات پر 'باب' کے لفظ کا اضافہ کیا ہے حالانکہ وہاں اس لفظ کا نہ ہونا زیادہ قرین قیاس بات ہے۔

④ بعض مقامات پر اس نے اپنی جہالت کی وجہ سے 'عن' کے لفظ کو 'بن' سمجھ لیا جس سے روایت کی اصل سند مخفی ہوگئی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑤ بعض مقامات پر اسناد کے رجال کی تعیین میں بھی وہ خطا کا مرتکب ہوا ہے۔

⑥ ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے ایک جگہ اپنی کتاب میں فرمایا: حدثنا عمی و یعقوب بن سفیان یعنی ہم سے ہمارے چچا اور یعقوب بن سفیان نے بیان کیا ہے۔ یعقوب بن سفیان' ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کے استاذ ہیں۔ آرتھر جیفری کو جب یعقوب بن سفیان کا ترجمہ (حالات زندگی) نہ ملا تو اس نے اس عبارت میں سے واؤ کو حذف کر کے یعقوب بن سفیان ہی کو ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کا چچا بنا دیا حالانکہ ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کے چچا محمد بن اشعث سجستانی ہیں۔ [کتاب المصاحف مع تحقیق الدکتور محب الدین واعظ: ۹۸،۹۷]

آرتھر جیفری کا قرآن کے بارے نقطہ نظر

آرتھر جیفری کے نزدیک اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں قرآن تحریری شکل میں موجود نہیں تھا اور اپنے اس موقف کی بنیاد اس نے ایک باطل روایت کو بنایا ہے جو صحیح روایات کے منافی ہے۔ اس کا کہنا یہ بھی ہے کہ مستشرقین کی تحقیق کے مطابق اللہ کے رسول ﷺ پڑھنا لکھنا جانتے تھے اور یہ بات قرآن سے بھی ثابت ہے۔ آرتھر جیفری نے لکھا ہے کہ اہل مغرب کی تحقیق کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ مسلمانوں کے لیے اپنی زندگی کے آخری حصے میں ایک کتاب (یعنی قرآن) مرتب کر رہے تھے۔ اس سے وہ یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ قرآن درحقیقت اللہ کے رسول ﷺ کی ذاتی تصنیف ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جمع قرآن کے کام کے بارے اس کا خیال یہ ہے کہ یہ ایک ذاتی جمع تھی نہ کہ سرکاری۔ اس کے گمان میں سرکاری سطح پر قرآن کی جمع کا کام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں شروع ہوا۔ آرتھر جیفری نے اس خیال کا بھی اظہار کیا ہے کہ بعض اسکالرز کی تحقیق کے مطابق حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے جمع قرآن کا کام صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے کیا تھا لیکن چونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شخصیت متنازع تھی لہٰذا بعض اصحاب نے جمع قرآن کے کام کی نسبت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف کرنے کے لیے کچھ ایسی روایات وضع کر لیں جن کے مطابق حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جمع قرآن پر مامور کیا گیا تھا۔ آرتھر جیفری ۱۹۴۶ء میں بیان کردہ اپنے ایک لیکچر میں کہتا ہے:

"To begin with it is quite certain that when the Prophet died there was no collected, collated, arranged body of material of his revelations. What we have is what could be gathered together somewhat later by the leaders of the community when they began to feel the need of a collection of the Prophet's proclamations and by that time much of it was lost, and other portions could only be recorded in fragmentary form. There is a quite definite and early Tradition found in several sources which says, "The Prophet of Allah was taken before any collection of the Qur'an had been made". Muslim orthodoxy holds that the Prophet himself could neither read nor write. But in our generation both Professor Torrey of Yale and Dr. Richard Bell of Edinburgh, working independently of each other, have concluded that the internal evidence in the Qur'an itself points to the fact that he could write, and that for some time before his death he been busy preparing material for a Kitab, which he would leave to his people as their Scripture, to be to them what the Torah was to the Jews or the Injil to the Christians. There is, indeed, an uncanonical tradition current among the Shi'a, that the Prophet had made a collection of passages of his revelations written on leaves and silk and

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

parchments, and just before his death told his son-in-law Ali where this material was kept hidden behind his couch, and bade him take it and publish it in Codex form. It is not impossible that there was such a beginning at a collection of revelation material by the Prophet himself, and it is also possible that Dr. Bell may be right in thinking that some at least of this material can he detected in our present Qur'an. Nevertheless there was certainly no Qur'an existing as a collected, arranged, edited book, when the Prophet died…Here, however, we have our first stage in the history of the text of the Qur'an. There could not be a definitive text while the Prophet was still alive, and abrogation of earlier material or accessions of fresh material were always possible. With his death, however, that situation ended, and we have what was preserved of the revelation material, partly in written form, partly in oral form, in the hands of the community, and tending to become the special care of a small body of specialists…The text thus obtained Tradition regards as officially promulgated by Abu Bakr, and so the first Recension of the text of the Qur'an. Modern criticism is willing to accept the fact that Abu Bakr had a collection of revelation material made for him, and maybe, committed the making of it to Zaid b. Thabit. It is not willing to accept, however, the claim that this was an official recension of the text. All we can admit is that it was a private collection made for the first Caliph Abu Bakr. Some scholars deny this, and maintain that Zaid's work was done for the third Caliph, Uthman, but as 'Uthman was persona non grata to the Traditionists, they invented a first recension by Abu Bakr so 'Uthman might not have the honour of having made the first Recension."

(http://www.bible.ca/islam/library/Jeffery/thq.htm)

آرتھر جیفری کے نزدیک صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ کے مصاحف

آرتھر جیفری نے اپنی کتاب 'Material' میں کتاب المصاحف کے اس حصے کو بنیاد بنایا ہے جس میں مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کے مصاحف کا تذکرہ ہے۔ آرتھر جیفری اپنی مزعومہ تحقیق کے مطابق یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کے زمانے میں مسلمانوں کا کسی ایک قرآن پر اتفاق نہ تھا بلکہ ان میں سے اکثر کے پاس اپنا ذاتی مصحف تھا اور یہ ذاتی مصحف ایک ایسے قرآن پر مشتمل تھا جو دوسرے کے پاس موجود نہ تھا۔ آرتھر جیفری نے کتاب المصاحف کو بنیاد بناتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی بھی کوشش کی ہے کہ روایات و آثار سے ۱۵ صحابہ رضی اللہ عنہم اور ۱۳ تابعین رحمہم اللہ کے ان ذاتی مصاحف کا پتہ چلتا ہے جن کی آیات مصحف عثمانی اور مروجہ قراءات کے خلاف ہیں۔

آرتھر جیفری نے درج ذیل صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف مصاحف کی نسبت کی ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ	حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ	حضرت علی رضی اللہ عنہ
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ	حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ	حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ	حضرت عمر رضی اللہ عنہ	حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ
حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ	حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
حضرت سالم رضی اللہ عنہ	حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا	حضرت عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ

جیفری نے درج ذیل ۱۳ تابعین کی طرف بھی بعض مصاحف کی نسبت کی ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت اسود رحمہ اللہ
حضرت حطان رحمہ اللہ
حضرت طلحہ رحمہ اللہ
حضرت مجاہد رحمہ اللہ
حضرت ربیع بن خیثم رحمہ اللہ
حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ
حضرت حارث بن سوید رحمہ اللہ
حضرت علقمہ رحمہ اللہ
حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ
حضرت عکرمہ رحمہ اللہ
حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ
حضرت اعمش رحمہ اللہ
حضرت صالح بن کیسان رحمہ اللہ

مصاحف صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ کی حقیقت

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ کے رسول ﷺ کے حکم سے بھی اور اپنے طور پر بھی قرآن کی کتابت کرتے تھے۔مثال کے طور پر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے کاتب ہونے کی حیثیت سے ایک سرکاری کاتب کا درجہ رکھتے تھے۔ایک روایت کے الفاظ ہیں:

"إن زيد بن ثابت قال: أرسل إلى أبوبكر رضى الله عنه قال إنك كنت تكتب الوحي لرسول الله ﷺ فاتبع القرآن فتتبعت۔" [صحيح البخاري، كتاب فضائل القرآن، باب كاتب النبي ﷺ: ۴۹۸۹]

"حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک پیغام بر کے ذریعے یہ کہلوا بھیجا کہ تم (اللہ کے رسول ﷺ کے (زمانے میں ان) کے لیے وحی لکھا کرتے تھے۔پس تم قرآن کو تلاش کرو (اور جمع کرو)۔پس میں نے قرآن کو تلاش کیا (اور جمع کیا)۔

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت آپ ﷺ سے قرآن کو نقل کرتی تھی اور بعض اوقات یہی صحابہ احادیث بھی لکھ لیا کرتے تھے۔پس آپ ﷺ نے ایک خاص دورانیے میں احادیث لکھنے سے منع کر دیا تاکہ قرآن کے ساتھ احادیث خلط ملط نہ ہو جائیں۔جب صحابہ رضی اللہ عنہ قرآن کے اسلوب ومزاج سے اچھی طرح واقف ہو گئے تو پھر آپ ﷺ نے احادیث لکھنے کی اجازت جاری فرما دی۔ایک اور روایت کے الفاظ ہیں:

عن أبي سعيد الخدري أن رسول الله ﷺ قال: «لَا تَكْتُبُوا عَنِّيْ وَمَنْ كَتَبَ عَنِّيْ غَيْرَ الْقُرْآنِ فَلْيَمْحُهُ» .[صحيح مسلم، كتاب الزهد و الرقاق، باب التثبت في الحديث وحكم كتابة العلم: ۵۳۲۶]

"حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: مجھ سے (قرآن کے علاوہ) نہ لکھو اور جس نے مجھ سے قرآن کے علاوہ کچھ لکھا ہے، وہ اسے مٹا دے۔"

آپ ﷺ کے زمانے میں کچھ صحابہ سرکاری کاتبین وحی تھے لہٰذا سرکاری طور پر جمع شدہ قرآن موجود تھا۔علاوہ ازیں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے طور پر بھی قرآن جمع کرتے تھے۔اکثر وبیشتر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پاس قرآن کے مختلف اجزاء لکھی ہوئی صورت میں موجود تھے۔یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں جمع صدیقی کے وقت حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ مختلف صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پاس کھجور کی شاخوں، چمڑوں اور پتھروں پر لکھے ہوئے قرآن کو ایک جگہ جمع کرنے کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔ایک روایت کے الفاظ ہیں:

"فتتبعت القرآن أجمعه من العسب واللخاف وصدور الرجال ."[صحيح البخاري، كتاب فضائل

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

القرآن' باب جمع القرآن: ۴۹۸۶]

''پس میں نے قرآن کو تلاش کیا اور اسے کھجور کی شاخوں' چمڑوں' پتھروں اور لوگوں کے سینے سے جمع کرنے لگا۔''

یہ واضح رہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے پاس مکمل مصاحف لکھی ہوئی صورت میں نہ تھے بلکہ ان کے پاس قرآن کے متفرق اجزاء تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جمع صدیقی کے وقت حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بعض آیات کسی صحابی رضی اللہ عنہ کے پاس لکھی ہوئی نہ ملتی تھیں۔ ایک روایت کے مطابق حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"فقدت آية من الأحزاب حين نسخنا المصحف قد كنت أسمع رسول الله ﷺ يقرأ بها، فالتمسناها فوجدناها مع خزيمة بن ثابت الأنصاري." [صحيح البخاري' كتاب فضائل القرآن' باب جمع القرآن: ۴۸۰۷]

''جب ہم نے مصحف کو لکھ لیا تو سورۃ احزاب کی ایک آیت ہم نے کم پائی جسے میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے پڑھتے ہوئے سنا تھا۔ پس ہم نے اس آیت (کی لکھی ہوئی صورت) کو تلاش کیا تو ہم نے اسے خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس پایا۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو سرکاری طور پر ایک ایسے مصحف کی تیاری کا حکم دیا گیا جس میں قرآن کی جمیع آیات وسور کو ایک جگہ جمع کر دیا گیا ہو۔ اس مصحف کی تیاری کا تذکرہ بہت سی روایات میں ملتا ہے۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

"أن زيد بن ثابت رضى الله قال: أرسل إلي أبوبكر مقتل أهل اليمامة فإذا عمر بن الخطاب عنده، قال أبوبكر إن عمر أتاني فقال: إن القتل قد استحر يوم اليمامة بقراء القرآن و إني أخشى أن يستحر القتل بالقراء بالمواطن فيذهب كثير من القرآن و إني أرى أن تأمر بجمع القرآن. قلت لعمر: كيف تفعل شيئا لم يفعله رسول الله ﷺ؟ قال عمر: هذا، و الله! خير. فلم يزل عمر يراجعني حتى شرح الله صدري لذلك، ورأيت في ذلك الذي رأى عمر. قال زيد: قال أبوبكر: إنك رجل شاب عاقل، لا نتهمك وقد كنت تكتب الوحي لرسول الله ﷺ. فتتبَّعْ القرآن فاجْمَعْه. فوالله! لو كلفوني نقل جبل من الجبال ما كان أثقل علي مما أمرني به من جمع القرآن. قلت: كيف تفعلون شيئا لم يفعله رسول الله ﷺ؟ قال: هو والله! خير، فلم يزل أبوبكر يراجعني حتى شرح الله صدري للذي شرح له صدر أبي بكر ÷ وعمر ÷ فتتبعت القرآن أجمعه من العسب واللحاف وصدور الرجال." [صحيح البخاري' كتاب فضائل القرآن' باب جمع القرآن: ۴۹۸۶]

''حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں اہل یمامہ کی جنگ کے وقت بلوا بھیجا تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ موجود ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ یمامہ کی جنگ میں قراء کی کثیر تعداد شہید ہوئی ہے اور مجھے یہ اندیشہ ہے کہ بعض دوسرے مقامات پر بھی قراء کی ایک بڑی تعداد شہید ہو جائے اور ہم سے قرآن کا اکثر حصہ ضائع ہو جائے۔ اس لیے میرا خیال یہ ہے کہ آپ (یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک جگہ) جمع قرآن کا حکم جاری فرمائیں۔ میں (یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ) نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: تم وہ کام کیسے کرو گے جو اللہ کے رسول ﷺ نے نہیں کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اللہ کی قسم! اس کام میں خیر ہی خیر ہے۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے اس کام کے لیے مشورہ دیتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے اس کے لیے میرے سینے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو کھول دیا اور اس مسئلے میں میری رائے بھی وہی ہو گئی جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا کہ تم ایک نوجوان اور سمجھدار آدمی ہو اور ہم تم میں کوئی عیب بھی نہیں دیکھتے اور تم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب بھی تھے۔ پس تم قرآن کو تلاش کر کے جمع کرو۔ (حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) اللہ کی قسم! اگر وہ حضرات مجھے کسی پہاڑ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم دیتے تو یہ کام مجھ پر جمع قرآن کی نسبت آسان تھا۔ میں (زید رضی اللہ عنہ) نے کہا: آپ حضرات وہ کام کیسے کریں گے جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! یہ کام خیر ہی خیر ہے۔ پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھے اس کام پر مجبور کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے میرا سینہ بھی ویسے ہی کھول دیا جیسا کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا کھولا تھا۔ پس میں قرآن کو تلاش اور اسے کھجور کی شاخوں، چمڑوں، پتھروں اور لوگوں کے سینے سے جمع کرنے لگا۔''

ایک اور روایت کے مطابق حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اس کام میں شریک تھے اور یہ حضرات جمع صدیقی کے دوران اس وقت تک کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے کوئی آیت مبارکہ قبول نہ کرتے تھے جب تک کہ وہ صحابی اس بات پر دو گواہ نہ پیش کر دے کہ اس نے وہ آیت مبارکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھی اور پڑھی تھی۔ روایت کے الفاظ ہیں:

عن هشام بن عروة عن أبيه قال: لما استحر القتل بالقراء يومئذ فرق أبوبكر على القرآن أن يضيع فقال لعمر بن الخطاب و لزيد بن ثابت: "اقعدوا على باب المسجد فمن جاء كما بشاهدين على شيء من كتاب الله فاكتباه." [كتاب المصاحف' باب جمع أبي بكر الصديق ÷ في المصحف]

''ہشام بن عروہ رحمہ اللہ اپنے والد عروہ بن زبیر رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: جب قراء کی بڑے پیمانے پر شہادت ہوئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس بات سے گھبرا گئے کہ قرآن ضائع نہ ہو جائے۔ پس انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور زید رضی اللہ عنہ سے کہا: مسجد نبوی کے دروازے پر بیٹھ جاؤ اور جو تمہارے پاس کسی چیز (یعنی لکھی ہوئی ہو اور پڑھی ہوئی) پر دو گواہ لے کر آئے کہ وہ کتاب اللہ میں سے ہے تو اسے لکھ لو۔''

اس روایت کی شرح ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔ حضرت ابوصدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تمام قرآن لکھی ہوئی شکل میں جمع کر لیا گیا لیکن یہ مرتب نہیں تھا بلکہ ایک مصحف کی بجائے مختلف صحیفوں کی صورت میں تھا۔ مثال کے طور پر اس کو آسانی کے لیے یوں سمجھ لیں کہ جیسے قرآن کی ۱۱۴ سورتیں ہیں، اب یہ تمام سورتیں تو موجود ہوں لیکن متفرق طور پر، یا اس کی مثال یوں بھی دی جا سکتی ہے کہ جیسے قرآن کے تیس پارے ہیں۔ اب یہ تیس اجزاء متفرق طور پر ہوں تو ان کو 'صحف' کہیں گے اور اگر ان کو ایک جلد میں جمع کر دیں تو اس کو 'مصحف' کہیں گے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں 'صحف' تھے نہ کہ 'مصحف'۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

وقال عثمان للرهط القرشيين الثلاثة: "إذا اختلفتم أنتم وزيد بن ثابت في شيء من القرآن فاكتبوه بلسان قريش فإنما نزل بلسانهم ففعلوا حتى نسخوا الصحف في المصاحف رد عثمان الصحف إلى حفصة." [صحيح بخاري' كتاب فضائل القرآن' باب جمع القرآن: ٣٥٠٦]

''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تین قریشی صحابہ رضی اللہ عنہم سے کہا: جب تمہارا اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا کسی لفظ کو لکھنے (کے رسم) میں اختلاف ہو جائے تو اس کو قریش کی زبان میں لکھو کیونکہ قرآن انہی کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ پس ان چاروں صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ کام کیا اور تمام 'صحف' کو 'مصاحف' میں نقل کر دیا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زمانے میں تیار شدہ) صحف حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو لوٹا دیے (کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پھر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو ملے تھے)۔''

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے جزوی و انفرادی صحیفے ان کے پاس موجود رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب سلطنت وسیع ہوئی تو مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم مختلف شہروں کی طرف ہجرت کر گئے۔ بعض صحابہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود بھی بھیجا تھا جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو کوفہ کی طرف بھیجا گیا۔ ان کبار صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے اپنے شہروں میں اپنے صحائف کے مطابق قرآن کی تعلیم و تعلم کا سلسلہ شروع کیا۔ ہر صحابی رضی اللہ عنہ نے جو حرف اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا تھا اس کے مطابق اپنے شاگردوں کو قرآن کی تعلیم دی۔ اس طرح مختلف اسلامی شہروں میں مختلف قرآنی قراءات کا ظہور ہوا جس سے مختلف بلاد و امصار کے قرآن کی قراءات کے حوالے سے ایک تنازع پیدا ہو گیا۔ ہر شہر کے لوگ اپنے شہر کی قراءت کو صحیح اور دوسری کو غلط کہنے لگے حالانکہ ان میں سے اکثر قراءات احرف سبعہ کے ذیل میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت تھیں۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

"عن أبي الشعثاء قال: كنت جالسا عند حذيفة وأبي موسى وعبد الله بن مسعود فقال حذيفة: أهل البصرة يقرؤون قرائة أبي موسى، وأهل الكوفة يقرؤون قرائة عبد الله، أما والله! أن لو قد أتيت أمير المؤمنين لقد أمرته بغرق هذه المصاحف. فقال عبدالله: إذا تغرق في غير ماء." [كتاب المصاحف، باب كراهية عبد الله بن مسعود ÷ ذلك]

''ابو شعثاء رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: میں حضرت حذیفہ، حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہم کے پاس بیٹھا تھا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اہل بصرہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی اور اہل کوفہ عبد ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی قراءت پڑھتے ہیں۔ اللہ کی قسم! اگر میں امیر المؤمنین کے پاس آؤں تو انہیں ان جمیع (اختلافی) مصاحف کے غرق کرنے کا حکم دے دوں۔ اس پر ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: تب تو تم بھی بنا پانی کے غرق ہو جاؤ۔''

اس روایت کی سند ایک مدلس راوی کے عنعنہ کی وجہ سے 'ضعیف' ہے لیکن اس روایت کے متن کی تائید بعض صحیح روایات سے بھی ہوتی ہے۔ صحیح بخاری کی ایک روایت کے مطابق قراءات کے یہ اختلافات محاذ جنگ اور سرحدی علاقوں میں بھی بہت نمایاں ہو گئے تھے۔ روایت کے الفاظ ہیں:

"أن حذيفة بن اليمان قدم على عثمان و كان يغازي أهل الشام في فتح أرمينية وأذربيجان مع أهل العراق فأفزع حذيفة اختلافهم في القراءة فقال حذيفة لعثمان: يا أمير المؤمنين! أدرك هذه الأمة قبل أن يختلفوا في الكتاب اختلاف اليهود والنصارى." [صحيح البخاري، كتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن: ۴۹۸۸]

''حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور وہ اہل عراق و اہل شام کے ساتھ مل کر آرمینیہ اور آذر بائیجان کی فتح کے لیے جنگ کر رہے تھے۔ اس موقع پر صحابہ رضی اللہ عنہم کی قراءات کے اختلافات سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ گھبرا گئے اور انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا: اے امیر المؤمنین! اس امت کو پکڑیں اس سے پہلے کہ یہ بھی یہود و نصاریٰ کی طرح اللہ کی کتاب میں اختلاف کرنے لگے۔''

یہ بھی واضح رہے کہ متفرق احرف کی قراءت کے علاوہ اس عرصے میں یعنی جمع عثمانی سے پہلے کچھ ایسی قراءات

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی رائج و عام تھیں جو عرضہ اخیرہ میں منسوخ ہو چکی تھیں۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

عن سمرة رضی الله عنه قال: "عرض القرآن على رسول الله ﷺ عرضات فيقولون: إن قراءتنا هذه العرضة الأخيرة."

هذا حديث صحيح على شرط البخاري بعضه، وبعضه على شرط مسلم ولم يخرجاه.

تعليق الذهبي في التلخيص: صحيح. [المستدرك على الصحيحين، كتاب التفسير: ۲/۲۵۰]

''حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: قرآن مجید اللہ کے رسول ﷺ پر کئی مرتبہ پیش کیا گیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا کہنا یہ تھا کہ ہماری یہ قراءت (یعنی جمع عثمانی والی) عرضہ اخیرہ کے مطابق ہے۔ (امام حاکم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ) اس روایت کا بعض حصہ بخاری کی شرط پر اور بعض مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ نے بھی اپنی 'تعلیق' میں اس روایت کو 'صحیح' کہا ہے۔''

اس بارے میں بھی صحابہ رضی اللہ عنہم میں اختلاف تھا کہ کون سی قراءت عرضہ اخیرہ کے مطابق ہے۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

عن مجاهد عن ابن عباس قال، قال: "أي القراءتين كانت أخيرا قراءة عبدالله أو قراءة زيد؟" قال، قلنا: "قراءة زيد." قال: "لا إلا أن رسول الله ﷺ كان يعرض القرآن على جبريل كل عام مرة فلما كان في العام الذي قبض فيه عرضه عليه مرتين و كانت آخر القراءة قراءة عبدالله."

تعليق شعيب الأرنؤوط: صحيح. [مسند أحمد، باب مسند عبد الله بن العباس ÷: ۱/۲۷۵، مؤسسة قرطبة، القاهرة، ۲۴۹۴]

''حضرت مجاہد رحمہ اللہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے سوال کیا: دونوں قراءات میں کون سی قراءت آخری ہے؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یا حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی۔ ہم نے جواب دیا: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی قراءت۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں! حضرت جبرئیل علیہ السلام قرآن مجید اللہ کے رسول ﷺ پر ہر سال ایک مرتبہ پیش کرتے تھے اور جس سال آپ کی وفات ہوئی اس سال دو مرتبہ پیش کیا اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت آخری قراءت ہے۔''

بعض صحیح روایات کے مطابق حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی قراءت عرضہ اخیرہ کے مطابق تھی۔ ابن حجر رحمہ اللہ نے ان روایات کو بیان کرنے کے بعد ان میں یوں موافقت پیدا کی ہے کہ یہ دونوں اقوال ہی اپنی جگہ درست ہیں۔ دونوں صحابہ یعنی حضرت زید بن ثابت اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی قراءت عرضہ اخیرہ کے مطابق تھی۔

[فتح الباري: ۹/۴۴]

غالب گمان یہی ہے کہ یہ منسوخ قراءات عموماً ان مترادفات کے قبیل سے تھیں جن کی اجازت آپ ﷺ کے زمانے میں تیسیر و عدم حرج کے اصول کو سامنے رکھتے ہوئے دی گئی تھی۔ اس لیے یہ کہنا درست ہے کہ 'سبعة أحرف' میں کچھ 'حروف' عرضہ اخیرہ میں منسوخ ہو چکے ہیں اور کچھ باقی ہیں جن کی تلاوت ہم آج تک کرتے چلے آ رہے ہیں۔

جمع عثمانی سے پہلے اسی طرح ایک اور مشکل (جو کسی حد تک بعد میں بھی رہی) یہ بھی درپیش تھی کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کی تفسیر کو اپنے مصاحف میں لکھ کر قرآن کے ساتھ خلط ملط کر دیا تھا۔ یعنی اللہ کے رسول ﷺ نے جس

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خدشے کے پیش نظر قرآن کے علاوہ کچھ لکھنے سے منع کیا تھا' اس کا عملی مظہر کچھ اس طرح سامنے آنے لگا تھا کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم تفسیری نکات کو بھی بطور قرآن نقل کر رہے تھے جیسا کہ بعض روایات میں آتا ہے کہ حضرت ام سلمہ' حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہن نے اپنے کاتب کو یہ ہدایت کی وہ قرآن لکھتے وقت سورۃ بقرۃ میں 'وصلاۃ العصر' کے الفاظ بھی لکھے۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

عن أبي يونس مولى عائشة أم المؤمنين أنه قال: أمرتني عائشة رضي الله عنها أن أكتب لها مصحفا ثم قالت: "إذا بلغت هذه الآية: ﴿ حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ﴾ فآذني فلما بلغتها آذنتها فأملت علي: [حافظوا على الصلوات و الصلاة الوسطى و صلاة العصر وقوموا لله قانتين .] ثم قالت: "سمعتها من رسول الله ﷺ"

[كتاب المصاحف' باب مصحف عائشة زوج النبي ﷺ]

''یونس مولیٰ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حکم دیا کہ میں ان کے لیے ایک مصحف لکھوں۔ پھر یہ کہا کہ جب میں اس آیت یعنی 'حٰفظوا علی الصلَوٰت و الصلوٰۃ الوسطی' پر پہنچوں' تو انہیں مطلع کروں۔ پس جب میں (یعنی کاتب) اس آیت مبارکہ پر پہنچا تو انہیں خبر دی۔ پس انہوں نے مجھے یہ آیت اس طرح املا کروائی: حافظوا علی الصلوات و الصلاۃ الوسطی وصلاۃ العصر وقوموا للہ قانتین' اور پھر فرمایا: میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے ایسے ہی سنا ہے۔''

ان حالات میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ کوشش کی وہ سرکاری طور پر ایک ایسا مصحف تیار کروائیں جس میں عرضہ اخیرہ کے مطابق جمیع احرف قرآنیہ کو نقل کر دیں تاکہ عوام الناس اللہ کے رسول ﷺ سے منقول صحیح قراءات سے واقف ہوسکیں اور جہالت میں ایک دوسرے کی قراءت کا رد نہ کریں۔ علاوہ ازیں اس مصحف کی تیاری سے یہ بھی مقصود تھا کہ جن منسوخ قراءات یا تفسیری نکات کی تلاوت تاحال جاری ہے' ان کو ختم کیا جائے اور تمام مسلمانوں کو سرکاری مصحف کے مطابق قراءت کا پابند بنایا جائے۔ اسکے لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چار صحابہ یعنی حضرت زید بن ثابت' عبداللہ بن زبیر' سعید بن العاص اور عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہم کا انتخاب کیا۔ اس سرکاری مصحف کی تیاری کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کی کئی ایک کاپیاں تیار کروائیں اور مختلف شہروں میں بھیج دیں۔ علاوہ ازیں ایک کام یہ بھی کیا گیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس موجود ان کے ذاتی مصاحف کو جمع کر کے جلا دیا گیا۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

وقال عثمان للرهط القرشيين الثلاثة: "إذا اختلفتم أنتم وزيد بن ثابت في شيء من القرآن فاكتبوه بلسان قريش، فإنما نزل بلسانهم." ففعلوا ذلك. حتى نسخوا الصحف في المصاحف رد عثمان الصحف إلى حفصة، و أرسل إلى كل أفق بمصحف مما نسخوا، وأمر بما سواه من القرآن في كل صحيفة أو مصحف أن يحرق"

[صحيح البخاري' كتاب فضائل القرآن' باب جمع القرآن:٣٥٠٦]

''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تین قریشی صحابہ رضی اللہ عنہم سے کہا: جب تمہارا اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا کسی لفظ کو لکھنے (کے رسم) میں اختلاف ہو جائے تو اس کو قریش کی زبان میں لکھو کیونکہ قرآن انہی کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ پس ان چاروں صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ کام کیا اور تمام 'صحف' کو 'مصاحف' میں نقل کر دیا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تیار شدہ) صحف حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو لوٹا دیے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک ایک مصحف مختلف اسلامی شہروں میں بھیج دیا اور اس کے علاوہ قرآن کے ہر صحیفے یا مصحف کے بارے یہ حکم جاری کیا کہ اسے جلا دیا جائے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ بات واضح رہے کہ جمع عثمانی پر سب صحابہ کا اجماع و اتفاق تھا۔ اختلاف صرف اس مسئلے میں تھا کہ بعض صحابہ ؓ کے پاس اپنے مصاحف میں کچھ اضافی احرف ایسے تھے جو جمع عثمانی میں موجود نہ تھے۔ پس وہ صحابہ ؓ جمع عثمانی کے ساتھ اپنے ان احرف کی تلاوت کو بھی جاری رکھنا چاہتے تھے جبکہ حضرت عثمان ؓ ان احرف کے مطابق تلاوت کی اجازت دینے کے قائل نہ تھے۔

صحیح بخاری کی ایک روایت کے حوالے سے ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ حضرت عثمان ؓ نے ایک مصحف نہیں بلکہ کئی مصاحف تیار کروائے تھے اور انہیں مختلف شہروں کی طرف بھیج دیا تھا۔ ان مصاحف کی تعداد میں علماء کے ہاں اختلاف ہے۔ بعض نے چار، بعض نے پانچ اور بعض نے چھ اور بعض نے سات بھی نقل کی ہے۔ [کتاب المصاحف مع تحقیق الدکتور محب الدین واعظ: ۲۳۸۔۲۳۹]

کتاب المصاحف کی کئی ایک روایات سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ حضرت عثمان ؓ نے مختلف شہروں کے لیے جو مختلف سرکاری مصاحف تیار کروائے تھے ان میں اختلاف تھا کیونکہ ان مصاحف میں متعلقہ شہروں کی قراءات کو مدنظر رکھتے ہوئے ان مصاحف کی تیاری کی گئی تھی۔ جو نسخہ حضرت عثمان ؓ کے پاس تھا اسے 'مصحف امام' کا نام دیا گیا۔ اس موضوع سے متعلق روایات کے مطالعہ کے لیے کتاب المصاحف کے عنوانات 'باب ما كتب عثمان من المصاحف' اور 'الإمام الذي كتب منه عثمان المصاحف' وهو مصحفه' اور 'اختلاف مصاحف الأمصار التي نسخت من الإمام' کا مطالعہ فرمائیں۔

علمائے فن کا اس پر اتفاق ہے کہ صرف اسی قراءت کو بطور قرآن ثابت سمجھا جائے جس میں درج ذیل تین شرائط پائی جاتی ہوں:

① وہ صحیح سند سے ثابت ہو اور قراء کے ہاں معروف ہو۔
② مصاحف عثمانیہ میں کسی مصحف کے رسم کے مطابق ہو۔
③ قواعد لغویہ عربیہ کے موافق ہو۔

ہمارے نزدیک کسی قراءات کی قرآنیت کیلئے رسم عثمانی کی موافقت ایک اساسی شرط ہے۔ جس کی بنیاد مصاحف عثمانیہ پر صحابہ کرام کا اجماع ہے، لہٰذا علمائے امت نے ہر دور میں اس کی پابندی کو لازم قرار دیا ہے۔ اس موضوع پر تفصیلی مطالعہ کے لئے اسی شمارے میں موجود مضمون 'قراءات شاذہ اور ثبوت قرآن کا ضابطہ' از محمد اسلم صدیق اور مکتوب بنام شیخ الحدیث مولانا عبدالمنان نورپوری' مفید رہے گا۔ واللہ اعلم بالصواب

ہم یہاں یہ بھی واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ ایسی قراءات کی تعداد بہت ہی کم ہے جو جمع عثمانی میں نہیں تھیں لیکن صحیح سند کے ساتھ مروی ہیں۔ آرتھر جیفری نے اپنی کتاب 'Materials' میں کتاب المصاحف کی بنیاد پر قراءات کے جو بے شمار اختلافات نقل کیے ہیں' ان میں سے اکثر و بیشتر روایات منقطع اور ضعیف ہیں۔ اور منقطع اور ضعیف روایت کی بنیاد پر کسی مصحف یا قراءت کی نسبت کسی صحابی ؓ کی طرف کرنا ہمارے نزدیک کوئی علمی رویہ اور اسلوب نہیں ہے۔

یہ بات بھی واضح رہے کہ صحابہ ؓ کی قراءات اور مصاحف کے اختلافات کی صحیح روایات بھی موجود ہیں ہیں لہٰذا اگر کسی صحیح روایت سے کسی معروف قاری صحابی کے مجرد اختلاف قراءت یا اختلاف مصحف کا علم حاصل ہوتا ہے تو

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس روایت کو نقل کرنے میں ہم کوئی حرج محسوس نہیں کرتے لیکن بطور قرآن تلاوت نہیں کی جا سکتی۔

ذیل میں ہم مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ کی طرف منسوب مصاحف و قراءات کا تفصیلی جائزہ لے رہے ہیں۔

مصحف عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (متوفی ۳۲ھ)

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بعض صحیح روایات و آثار میں مصحف عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ملتا ہے۔ لیکن کیا یہ ایک مکمل مصحف تھا یا قرآن کی چند سورتوں پر مشتمل تھا؟ اس کے بارے میں کوئی صراحت نہیں ملتی۔ بعض روایات سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ یہ ایک نامکمل مصحف تھا۔ 'کتاب المصاحف' کی ایک روایت کے الفاظ ہیں:

حدثنا عبد الله قال: حدثنا عم قال: حدثنا ابن رجاء قال: أخبرنا اسرائيل عن أبي إسحاق عن خمير بن مالك عن عبد الله قال: "لما أمر بالمصاحف ساء ذلك عبد الله بن مسعود." قال: "من استطاع منكم أن يغل مصحفاً فليغلل فإنه من غل شيئا جاء بما غل يوم القيامة." ثم قال عبد الله: "لقد قرأت القرآن من في رسول الله ﷺ سبعين سورة وزيد بن ثابت صبي أفأترك ما أخذت من في رسول الله ﷺ"

[كتاب المصاحف' باب كراهية عبد الله بن مسعود ذلك]

اس روایت سے تین باتوں کا علم حاصل ہوتا ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جمع عثمان رضی اللہ عنہ پر راضی نہ تھے۔ دوسری بات یہ کہ انہوں نے اپنا مصحف چھپا لیا تھا اور لوگوں کو اپنے مصاحف چھپانے کا حکم بھی جاری کیا تھا۔ تیسری بات ان کا یہ اقرار ہے کہ انہوں نے ستر سورتیں اللہ کے رسول ﷺ سے براہ راست حاصل کی ہیں۔ ڈاکٹر محب الدین واعظ کے بیان کے مطابق اس روایت کی سند میں خمیر بن مالک راوی کے بارے میں کوئی جرح و تعدیل موجود نہیں ہے لیکن اس روایت میں بیان شدہ پہلی اور تیسری بات کی تصدیق کئی ایک دوسری روایات اور آثار سے بھی ہوتی ہے جو کتاب المصاحف اور بعض تفاسیر میں موجود ہیں۔ لہذا من جملہ روایت کے شواہد موجود ہیں اور 'حسن' درجے کی روایت ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما ہی کے بارے میں یہ بھی مروی ہے کہ وہ بعد میں جمع عثمان پر راضی ہو گئے تھے۔ ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے 'کتاب المصاحف' میں 'باب رضا عبد الله بن مسعود بجمع عثمان المصاحف' کے عنوان سے ایک باب بھی باندھا ہے اور اس کے تحت ایک روایت بھی نقل کی ہے۔ اس روایت کے مطابق جمع عثمان کے وقت بعض لوگ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے اور کہنے لگے:

"إنا لم نأتك زائرين' و لكنا جئنا حين راعنا هذا الخبر' فقال: إن القرآن أنزل على نبيكم من سبعة أبواب على سبعة أحرف أو حروف' و إن الكتاب قبلكم كان ينزل أو نزل من باب واحد على حرف واحد معناهما واحد." [كتاب المصاحف' باب رضا عبدالله بن مسعود بجمع عثمان المصاحف]

اس وقت ہمارے پاس حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مصحف کہیں موجود نہیں ہے لہذا بغیر کسی سند کے یہ کہنا کہ ان کے مصحف میں فلاں آیت یوں تھی یا ایسے لکھی ہوئی تھی ایک غیر مستند دلیل ہے۔ ہاں بعض اسناد سے ان سے چند ایک ایسی قراءات ضرور مروی ہیں جو رسم عثمانی کے خلاف ہیں۔ روایت حفص عن عاصم رحمہ اللہ درحقیقت حضرت عبداللہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بن مسعود رضی اللہ عنہ ہی سے ثابت ہے اور اس کی اسناد قراء کے ہاں معروف و متواتر ہیں۔ پس تواتر سے یہ بات ثابت ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت وہی تھی جسے آج امت روایتِ حفص کے نام سے پڑھ رہی ہے۔ لہٰذا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سینہ بسینہ مروی اس متواتر روایت کے بالمقابل ان سے مروی ان قراءات کی حقیقت کیا رہ جاتی ہے جن میں اکثر کی اسناد منقطع ہیں اور وہ اخبار آحاد کی قبیل سے ہیں۔

ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں مصحف عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تحت ۲۰ روایات کا تذکرہ کیا ہے۔ ان روایات میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مختلف قراءات کا تذکرہ ہے۔ کسی ایک روایت میں بھی یہ موجود نہیں ہے کہ مصحف ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں یوں لکھا تھا۔ اکثر روایات میں پڑھنے کے الفاظ ہیں اور بعض روایات میں تو صیغہ 'عن' کے ذریعے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کچھ الفاظ نقل کر دیے گئے ہیں جن سے کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ ان کی قراءت تھی یا تفسیر یا راوی نے ان ہی سے یہ الفاظ سنے ہیں یا کسی اور سے نقل کیے ہیں۔ جن روایات میں 'قرأ' یا 'یقرأ' کے الفاظ ہیں ان میں بھی یہ وضاحت موجود نہیں ہے کہ ان الفاظ کو بطور تلاوت پڑھا ہے یا اپنے شاگردوں کو منسوخ الفاظ کی تعلیم دینا مقصود تھا جیسا کہ فی زمانہ شیوخ اپنے شاگردوں کو قراءات شاذۃ سے آگاہی کے لیے ان کی تعلیم دیتے ہیں۔

کتاب المصاحف میں مصحف عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ذیل میں سب سے زیادہ قراءات کے اختلافات بیان کیے گئے ہیں۔ اس عنوان کے تحت کل ۲۰ روایات بیان ہوئی ہیں۔ پہلی روایت کے مطابق حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے سورہ نساء میں "إن الله لا يظلم مثقال نملة" پڑھا ہے۔ ڈاکٹر محبّ الدین واعظ کے مطابق اس کی سند میں ایک راوی عطاء الخراسانی 'مجہول' ہے۔ دوسری توجیح یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے 'ذرۃ' کی تفسیر 'نملۃ' سے کی ہے۔ تیسری توجیح کے مطابق یہ ان متروکات کے قبیل سے ہے جو عرضہ اخیرہ میں منسوخ ہو چکے تھے۔

دوسری روایت کے مطابق ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سورۃ آل عمران میں "واركعي واسجدي في الساجدين" پڑھا ہے۔ اس روایت کی سند میں یحییٰ بن کثیر اور جویبر 'ضعیف' راوی ہیں لہٰذا روایت قابل قبول نہیں ہے۔ تیسری روایت کے مطابق ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سورۃ بقرہ میں 'في مواسم الحج' پڑھا ہے۔ اس روایت کی سند 'منقطع' ہے کیونکہ اس کے راوی عطاء رحمہ اللہ کی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں ہے لہٰذا روایت قابل قبول نہیں۔ چوتھی روایت کے مطابق حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں 'بل يداه بسطان' تھا۔ اس روایت کی سند بھی 'منقطع' ہے۔ حکم بن عتیبۃ رحمہ اللہ کی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔ پانچویں روایت کے مطابق ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سورہ بقرہ میں "وتزودوا وخير الزاد التقوى" پڑھا ہے۔ اس روایت کی سند بھی 'منقطع' ہے کیونکہ سفیان رضی اللہ عنہ کی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔ چھٹی روایت کے مطابق سورۃ بقرۃ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں "من بقلها و قثائها وثومها وعدسها وبصلها" تھا۔ اس روایت کی سند بھی 'منقطع' ہے کیونکہ ہارون رحمہ اللہ کی ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں۔ ساتویں روایت کے مطابق ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سورہ بقرہ میں "فى مواسم الحج فابتغوا حينئذ" پڑھا ہے۔ اس روایت کی سند بھی 'منقطع' ہے کیونکہ عطاء رحمہ اللہ کی ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں۔ آٹھویں روایت کے مطابق حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سورہ بقرہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"من بقلها وقثائها و فومها و عدسها و بصلها" تھی ۔ اس روایت کی سند بھی 'منقطع' ہے ۔ ابراہیم تیمی رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کچھ نہیں سنا۔ نویں روایت کے مطابق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سورۃ عصر کو "والعصر إن الإنسان لفي خسر وإنه فيه إلى آخر الدهر إلا الذين آمنوا وعملوا الصالحات وتواصوا بالصبر" پڑھا ہے۔ اس روایت کی سند بھی 'منقطع' ہے۔ میمون بن مھران کی ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔ دسویں روایت کے مطابق ابن مسعود رضی اللہ عنہ سورۃ بقرۃ میں "أولئك لهم نصيب ما اكتسبوا" پڑھتے تھے۔ اس روایت کی سند بھی 'منقطع' ہے۔ سفیان رحمہ اللہ اصحاب عبداللہ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں اور کوئی نام صراحت سے بیان نہیں کرتے اور اصحاب عبداللہ کی بھی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف اس قراءت کی نسبت موجود نہیں ہے۔ گیارہویں روایت کے مطابق منصور السلمی رحمہ اللہ سورۃ بقرۃ میں 'ولكل جعلنا قبلة يرضونها' پڑھتے تھے۔ اس روایت میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا تذکرہ موجود نہیں ہے لہٰذا سند 'منقطع' ہے۔ بارہویں روایت کے مطابق ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ 'انہوں' نے سورۃ بقرۃ میں "وأقيموا الحج و العمرة للبيت" پڑھا۔ روایت کی سند 'منقطع' ہے کیونکہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے یہ وضاحت نہیں کی کہ کس نے ایسے پڑھا ہے۔ تیرہویں روایت کے مطابق ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں "وأقيموا الحج والعمرة للبيت" تھا۔ اس روایت کی سند میں 'ثویر' نامی راوی 'ضعیف' ہے لہٰذا سند کمزور ہے۔ چودھویں روایت کے مطابق ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سورۃ بقرۃ میں "وحيث ما كنتم فولوا وجوهكم قبله" پڑھا ہے۔ روایت کی سند 'منقطع' ہے کیونکہ ابو رزین رحمہ اللہ نے اس کی صراحت نہیں کی کہ انہوں نے یہ قراءت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنی ہے۔ پندرہویں روایت کے مطابق حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں "ولا تخافت بصوتك ولا تعال به" تھا۔ اس روایت کی سند بھی 'منقطع' ہے کیونکہ ابو رزین نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سماعت کی صراحت نہیں کی۔ سولہویں روایت میں بھی سابقہ قراءت ہی بیان ہوئی ہے۔ اس روایت کی سند بھی 'منقطع' ہے۔ ابو عبیدہ بن معن رحمہ اللہ اور ابو محمد بن طلحہ رحمہ اللہ کی طرف سے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قراءات سننے کا تذکرہ نہیں ہے۔ سترہویں روایت کے مطابق سورۃ ھود میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے "كذلك أخذ ربك إذا أخذ القرى" بغیر واو پڑھا ہے۔ روایت کی سند 'منقطع' ہے۔ سفیان رحمہ اللہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے قراءت سننے کی صراحت نہیں کی۔ انیسویں روایت کے مطابق 'ان' کی قراءت سورۃ بقرۃ میں "فزلزلوا يقول حقيقة الرسول و الذين آمنوا" تھی۔ روایت کی سند 'منقطع' ہے کیونکہ ادریس کوفی نے یہ وضاحت نہیں کی کہ یہ کن کی قراءت تھی۔ بیسویں روایت کے مطابق قرآن کی ۴۸ سورتوں میں اعمش نے اپنے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اختلافات قراءات نقل کیے ہیں ۔ طوالت کے خوف سے ہم ان اختلافات کو نقل نہیں کر رہے۔ اس روایت کی سند 'منقطع' ہے کیونکہ اعمش نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سماعت کی صراحت نہیں کی۔ اکیسویں روایت کے مطابق سورۃ مائدۃ میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں "إنما وليكم الله و رسوله والذين آمنوا والذين يقيمون الصلوة" تھی۔ اس روایت کی سند بھی 'منقطع' ہے ۔ جریر بن عبدالحمید کی ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں۔

آرتھر جیفری نے اپنی کتاب 'Materials' میں 'الفہرست لابن ندیم' اور 'الاتقان للسیوطی' سے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف میں موجود سورتوں کی ایک نامکمل فہرست بھی پیش کی ہے۔ ان دونوں فہرستوں میں

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سورتوں کی ترتیب مصحف عثمانی کی ترتیب سے مختلف ہے لیکن ان دونوں فہرستوں کی اپنی ترتیب میں بھی اختلاف ہے۔ لہٰذا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف میں سورتوں کی ترتیب والی روایت مضطرب ہوئی اور نا قابل قبول ہے۔ ابن ندیم رحمہ اللہ (متوفی ۴۳۸ھ) کی پیش کردہ فہرست کے مطابق ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف میں مصحف عثمانی کے بالمقابل ۹ سورتیں غائب ہیں۔ ابن ندیم رحمہ اللہ نے فضل بن شاذان (متوفی ۲۶۰ھ) کے حوالے سے مصحف ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی درج ذیل فہرست پیش کی ہے۔

قال الفضل بن شاذان: وجدت في مصحف عبد الله بن مسعود تأليف سور القرآن على هذا الترتيب البقرة، النساء، آل عمران، المص، الأنعام، المائدة، يونس،براءة،النحل، هود، يوسف، بني إسرائيل، الأنبياء، المؤمنون، الشعراء، الصافات، الأحزاب، القصص، النور، الأنفال، مريم، العنكبوت، الروم، يس، الفرقان، الحج، الرعد، سبأ، الملیكة، إبراهيم، ص، الذي كفروا، القمر، الزمر، الحواميم المسبحات، حم المؤمن، حم الزخرف، السجدة، الأحقاف الجاثية، الدخان، إنا فتحنا، الحديد، سبح، الحشر، تنزيل السجدة، ق، الطلاق، الحجرات، تبارك الذى بيده الملك، التغابن، المنافقون، الجمعة، الحواريون، قل أوحي، إنا أرسلنا نوحا، المجادلة، الممتحنة، يا أيها النبي، لم تحرم، الرحمن، النجم، الذاريات، الطور، اقتربت الساعة، الحاقة، إذا وقعت، ن، والقلم، النازعات، سأل سائل، المدثر، المزمل، المطففين، عبس، هل أتى على الإنسان، القيامة، المرسلات، عم يتساءلون، إذا الشمس كورت، إذا السماء انفطرت، هل أتاك حديث الغاشية، سبح اسم ربك الأعلى، والليل إذايغشى، الفجر، البروج، انشقت، اقرأ باسم ربك، لا أقسم بهذا البلد، والضحى، ألم نشرح لك، والسماء والطارق، والعاديات، أرأيت، القارعة، لم يكن الذين كفروا من أهل الكتاب، الشمس وضحاها، والتين، ويل لكل همزة، الفيل، لإيلاف قريش، التكاثر، إنا أنزلناه، والعصر إن الإنسان لفى خسر، إذا جاء نصر الله، إنا أعطيناك الكوثر، قل يا أيها الكفرون لا أعبد ما تعبدون، تبت يدا أبى لهب وتب ما أغنى عنه ما له و ماكسب، قل هو الله أحد الله الصمد، فذلك مائة وعشر سور. وفي رواية أخرى: الطور قبل الذاريات. قال أبوشاذان قال ابن سيرين: وكان عبد الله بن مسعود لا يكتب المعوذتين في مصحفه و لا فاتحة الكتاب. وروى الفضل بإسناده عن الأعمش، قال فى قوله: قراءةعبدالله حم سق.“

[الفهرست لابن نديم، باب ترتيب القرآن في مصحف عبدالله بن مسعود: ۳۹]

فضل بن شاذان رحمہ اللہ ایک شیعہ امامیہ فقیہ اور متکلم ہیں جن کی وفات ۲۶۰ھ میں ہوئی۔ ان کی اس روایت پر آرتھر جیفری کے انتقاد اعلیٰ کے اصولوں کی تطبیق کی جائے تو یہ روایت 'ضعیف' ثابت ہوتی ہے۔ اس روایت کا متن ہی اس کی کمزوری کی علامت ہے۔ اس روایت کے آخر میں یہ بیان ہے کہ یہ کل ۱۱۰ سورتیں ہیں حالانکہ یہ کل ملا کر ۱۰۵ سورتیں ہوئیں اور اس فہرست میں ۹ سورتیں یعنی سورۃ فاتحہ، سورۃ الحجر، سورۃ الکھف، سورۃ طٰہٰ، سورۃ نمل، سورۃ شوریٰ، سورۃ زلزال، سورۃ الفلق، سورۃ الناس غائب ہیں۔ خود اس روایت کا متن اس کی تصدیق سے انکاری ہے۔

علاوہ ازیں فضل بن شاذان رحمہ اللہ کی سن وفات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے تیسری صدی ہجری میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا کوئی مصحف دیکھا۔ اب اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ تیسری صدی ہجری میں وہ جو مصحف دیکھ رہے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں وہ واقعتاً ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ہے بھی کہ نہیں؟

ابن ندیم رحمہ اللہ (متوفی ۴۳۸ھ) کہتے ہیں کہ میں نے اپنے زمانے یعنی چوتھی' پانچویں صدی ہجری میں کئی ایک ایسے مصاحف دیکھے ہیں جن کے بارے میں لوگوں کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مصحف ہے لیکن ان میں سے دو مصحف بھی آپس میں نہیں ملتے۔ ابن ندیم رحمہ اللہ کا کہنا یہ بھی ہے کہ میں نے دو سو سال پرانا یعنی تیسری صدی ہجری کا ایک مصحف دیکھا ہے جس کی نسبت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف کی جاتی ہے اور اس میں سورۃ فاتحہ بھی موجود ہے۔ ابن ندیم رحمہ اللہ کی عبارت یہ ہے:

"قال محمد بن إسحاق رأيت عدة مصاحف ذكر نساخها أنها مصحف بن مسعود ليس فيها مصحفين متفقين و أكثرها في رق كثير النسخ وقد رأيت مصحفا قد كتب منذ مائتي سنة فيه فاتحه الكتاب ."(أيضاً)

امام سیوطی رحمہ اللہ (متوفی ۹۱۱ھ) نے 'الاتقان' میں مصحف عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما میں سورتوں کی ترتیب کی جو فہرست بیان کی ہے وہ درج ذیل ہے:

قال ابن أشتة أيضاً: وأخبرنا أبو الحسن بن نافع أن أبا جعفر محمد بن عمرو بن موسى حدثهم قال: حدثنا محمد بن إسماعيل بن سالم حدثنا علي بن مهران الطائى حدثنا جرير ابن عبد الحميد قال: "تأليف مصحف عبد الله بن مسعود: الطوال البقرة والنساء وآل عمران والأعراف والأنعام والمائدة و يونس. والمئين: براءة والنحل وهود ويوسف والكهف وبني إسرائيل و الأنبياء وطه والمؤمنون والشعراء والصافات. والمثاني: الأحزاب والحج والقصص وطس والنمل والنور والأنفال ومريم والعنكبوت والروم ويٰس والفرقان والحجر والرعد والسبأ والملائكة وإبراهيم وص والذين كفروا ولقمان والزمر والحواميم حم المؤمن والزخرف والسجدة وحمعسق والأحقاف والجاثية والدخان وإنا فتحنا لك والحشر وتنزيل السجدة و الطلاق ون والقلم والحجرات وتبارك والتغابن وإذا جاءك المنافقون والجمعة والصف وقل أوحى وإنا أرسلنا والمجادلة والممتحنة ويا أيها النبي لم تحرم والمفصل: الرحمن والنجم والطور والذاريات واقتربت الساعة والواقعة والنازعات وسأل سائل والمدثر والمزمل والمطففين وعبس وهل أتى والمرسلات والقيامة وعم يتساءلون وإذا الشمس كورت وإذا السماء انفطرت والغاشية وسبح والليل والفجر والبروج وإذا السماء انشقت واقرأ باسم ربك والبلد والضحى والطارق والعاديات وأرأيت والقارعة ولم يكن والشمس وضحاها والتين وويل لكل همزة وألم تر كيف ولإيلاف قريش وألهاكم وإنا أنزلناه وإذا زلزلت والعصر وإذا جاء نصر الله والكوثر وقل ياأيها الكفرون وتبت وقل هو الله أحد وألم نشرح وليس فيه الحمد ولا المعوذتان ."[الإتقان في علوم القرآن' النوع الثامن عشر في جمعه و ترتيبه: ص ۲۲۴]

اس روایت کے مطابق مصحف ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں سورۃ فاتحہ نہ تھی جبکہ ابن ندیم رحمہ اللہ نے جو مصحف دیکھا اس میں سورۃ فاتحہ بھی موجود تھی۔ اس بحث کا خلاصہ کلام وہی ہے جو ابن ندیم رحمہ اللہ نے نکالا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف کے بارے میں مروی روایات میں سے کوئی دو روایات یا ان کی طرف منسوب مصاحف میں سے کوئی دو مصحف بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپس میں متفق نہیں ہیں۔پس ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف ان مصاحف یا روایات کی نسبت میں اضطراب ہے اور مضطرب روایت محدثین کے ہاں 'ضعیف' ہی کی ایک قسم ہے۔ پس ہم یہی ماننے پر مجبور ہیں کہ مصحف عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ میں وہی قراءات موجود تھیں جو ان سے سینہ بسینہ صحیح و متواتر سند کے ساتھ آج تک قراء نقل کرتے چلے آ رہے ہیں اور روایت حفص بھی انہی میں سے ایک ہے۔ان میں سے چند ایک اسناد ماہنامہ رشد جون ۲۰۰۹ء' ص ۱۹۵ پر ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

مصحف اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ (متوفی ۱۶ھ یا ۲۲ھ یا ۳۰ھ)

مصحف ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے وجود کے بارے میں بھی روایات و آثار ملتے ہیں۔لیکن روایات سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ ان کا یہ مصحف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ضبط کر لیا تھا۔جمع عثمانی سے قبل حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا مصحف کیسا تھا یا کن سورتوں پر مشتمل تھا یا اس کا رسم الخط کیا تھا' اس بارے ہمیں کوئی مستند روایات نہیں ملتی۔ جو روایات ان کے مصحف کے احوال کے بارے مروی ہیں وہ باہم متضاد ہیں لہٰذا انتقاد اعلی کے اصول اور مضطرب المتن ہونے کی وجہ سے نا قابل قبول اور ضعیف ہیں۔

ابن ندیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب 'الفہرست' میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے مصحف میں موجود سورتوں کی ترتیب مصحف عثمانی کے برعکس بیان کی ہے۔اس روایت کے مطابق فضل بن شاذان (متوفی ۲۶۰ھ) کسی مبہم ثقہ صاحب سے مصحف ابی رضی اللہ عنہ کی سورتوں کی ترتیب نقل کرتے ہیں۔اس ترتیب کے مطابق ان کے مصحف میں مصحف عثمانی کے بالمقابل ۱۰ سورتیں یعنی سورۃ العنکبوت' سورۃ لقمان' سورۃ الدخان' سورۃ الذاریات' سورۃ التحریم' سورۃ مزمل' سورۃ مدثر' سورۃ البلد اور سورۃ العصر غائب ہیں۔علاوہ ازیں دو سورتوں سورۃ الخلع اور سورۃ الجید کا اضافہ بھی ہے۔اس روایت میں کل ۱۰۶ سورتوں کا بیان ہے حالانکہ روایت کے آخر میں لکھا ہے کہ یہ کل ۱۱۶ سورتیں ہوئیں یعنی مصحف ابن مسعود رضی اللہ عنہ والی روایت کی مانند یہ روایت بھی اپنی تکذیب خود ہی کر رہی ہے۔[الفہرست' باب ترتیب القرآن في مصحف أبي بن كعب : ص ۴۰]

امام سیوطی رحمہ اللہ نے 'الإتقان' میں مصحف ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی سورتوں کی جو ترتیب بیان کی ہے وہ ابن ندیم رحمہ اللہ کی ترتیب سے مختلف ہے۔امام سیوطی رحمہ اللہ نے یہ روایت ابن اشتہ رحمہ اللہ (متوفی ۴۹۱ھ) سے نقل کی ہے جو انہوں نے اپنی کتاب 'کتاب المصاحف' میں بیان کی ہے۔ابن اشتہ رحمہ اللہ کی یہ کتاب اس وقت مفقود ہے لہٰذا اس خبر کی بنیاد ہمارے پاس 'الاتقان' ہی ہے۔ابن اشتہ رحمہ اللہ نے یہ روایت محمد بن یعقوب' انہوں نے ابوداؤد رحمہ اللہ سے اور انہوں نے ابوجعفر الکوفی رحمہ اللہ سے نقل کی ہے۔ابوجعفر الکوفی رحمہ اللہ کی وفات ۲۴۸ھ میں ہوئی۔ابن اشتہ رحمہ اللہ کی بیان کردہ اس فہرست میں مصحف عثمانی کے بالمقابل ۱۰۶ سورتوں کا بیان ہے اور ۸ سورتیں یعنی سورۃ الفرقان' سورۃ فاطر' سورۃ زخرف' سورۃ قمر' سورۃ مجادلہ' سورۃ انسان' سورۃ بروج وغیرہ غائب ہیں علاوہ ازیں دو سورتوں سورۃ الخلع اور سورۃ الحفد کا اضافہ بھی ہے۔[الإتقان' باب النوع الثامن عشر من جمعه و ترتيبه: ص ۲۲۳] یہ دونوں روایات مضطرب ہونے کی وجہ سے نا قابل قبول ہیں۔

علاوہ اَزیں کتاب المصاحف ہی کی ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا مصحف اپنے قبضے میں لے لیا تھا۔حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے بیٹے کے پاس بھی یہ مصحف موجود نہ تھا چہ جائیکہ کوئی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سینکڑوں سال بعد اپنے پاس مصحف ابی رضی اللہ عنہ کے ہونے کا دعویٰ کرے۔ ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کی روایت کے الفاظ ہیں:

"حدثنا عبد الله قال حدثنا أبو الربيع قال أخبرنا ابن وهب أخبرني عمرو قال: قال بكير حدثني بسر بن سعيد عن محمد بن أبي أن أناسا من أهل العراق قدموا إليه فقالوا: إنما تحملنا إليك من العراق، فأخرج لنا مصحف أبي قال محمد: قد قبضه عثمان. قالوا: سبحان الله! أخرجه لنا. قال: قد قبضه عثمان. [كتاب المصاحف، باب جمع عثمان المصاحف]

ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے مصحف ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے تحت چار روایات کا تذکرہ ہے۔ جن میں چار مقامات قرآنیہ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے اختلاف قراءت کا ذکر ہے۔ دوسری اور تیسری روایت میں ان کے ذاتی مصحف کا بھی بیان ہے۔ اس مصحف کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بعد میں ضبط کر لیا تھا۔ پہلی روایت کے مطابق حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے سورہ نساء میں 'فما استمتعتم به منهن إلى أجل مسمى' پڑھا ہے۔ دوسری روایت کے مطابق سورۃ بقرۃ میں ان کے مصحف میں 'للذين يقسمون من نسائهم' کے الفاظ درج تھے۔ تیسری روایت کے مطابق سورۃ بقرۃ ہی میں ان کے مصحف میں 'فلا جناح عليه أن يطوف بهما' لکھا ہوا تھا۔ چوتھی روایت کے مطابق وہ سورہ بقرۃ میں 'فصيام ثلاثة أيام متتابعات' پڑھتے تھے۔ پہلی تین روایات کی سند 'منقطع' ہے۔ آخری روایت کی سند 'صحیح' ہے لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سرکاری مصحف جاری کرنے کے بعد یہ مصحف اپنے قبضے میں لے لیا تھا لہٰذا قرآن کی تلاوت میں یہ روایت دلیل نہیں بنتی۔ ہمارے خیال میں یہ دراصل تفسیری نکتہ تھا جو بطور قراءت نقل ہو گیا۔

علاوہ ازیں روایت حفص عن عاصم کی صحیح و متواتر سند حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تک بھی جاتی ہے۔ لہٰذا اس متواتر سند کی موجودگی میں ان کی ایسی قراءات کی کیسے تصدیق کی جاسکتی ہے جو 'ضعیف' اور اخبار آحاد کی قبیل سے ہیں۔ یہ سند ماہنامہ رشد جون ۲۰۰۹ء، ص ۱۹۵ پر ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

مصحف علی بن اَبی طالب رضی اللہ عنہ (متوفی ۴۰ھ)

کتاب المصاحف میں ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے 'جمع علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ' کے نام سے ایک عنوان باندھا ہے اور اس کے تحت ایک روایت نقل کی ہے۔ اس روایت کے مطابق اللہ کی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ قسم کھا لی تھی کہ اس وقت تک اپنی چادر نہ اوڑھیں گے جب تک قرآن جمع نہ کر لیں۔ قرآن جمع کرنے سے ان کی مراد کیا تھی؟ اس بارے میں جمہور اہل سنت علماء کا کہنا ہے کہ اس سے ان کی مراد قرآن کو یاد کرنا تھا۔ روایت کے الفاظ درج ذیل ہیں:

"حدثنا عبد الله قال حدثنا محمد بن إسماعيل الأحمسي قال حدثنا ابن فضيل عن أشعث عن محمد بن سيرين قال: لما توفي النبي صلى الله عليه وسلم أقسم على أن لا يرتدي برداء إلا لجمعة حتى يجمع القرآن في مصحف ففعل، فأرسل إليه أبوبكر بعد أيام أكرهت أمارتي يا أبا الحسن؟ قال: لا والله! إلا أني أقسمت أن لا أرتدي برداء إلا لجمعة، فبايعه ثم رجع. (قال أبوبكر: لم يذكر المصحف أحد إلا أشعث وهو لين الحديث و إنما رووا حتى أجمع القرآن يعني: أتم حفظه فإنه يقال للذي يحفظ القرآن قد جمع القرآن). [كتاب المصاحف، باب جمع علي بن أبي طالب]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس روایت کی سند میں اشعث راوی 'ضعیف' ہے۔ علاوہ ازیں اس کی سند 'معضل' بھی ہے یعنی اس میں ابن سیرین رحمہ اللہ کے بعد دو راوی غائب ہیں۔ امام بن حجر رحمہ اللہ نے بھی 'فتح الباری' میں اس جمع سے مراد حفظ ہی لیا ہے۔ امام ابن حجر رحمہ اللہ کا کہنا یہ بھی ہے کہ جن روایات میں 'بین اللوحین' جمع کرنے کا تذکرہ ہے وہ راوی کا وہم ہے۔ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی ابن سیرین رحمہ اللہ کی روایت کو 'ضعیف' کہا ہے۔ [فتح الباري: ۱۳/۹]

بفرض محال حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا کوئی مصحف ترتیب دیا بھی تھا تو جمع عثمانی پر ان کی رضا سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ انہوں نے یہ مصحف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا تھا۔ ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کی ایک روایت کے الفاظ ہیں:

حدثنا عبد الله قال حدثنا سهل بن صالح قال حدثنا أبو داؤد و يعقوب قالا: أخبرنا شعبة عن علقمة بن مرثد عن سويد بن غفلة قال: قال علي في المصاحف: "لو لم يصنعه عثمان لصنعته." قال أبو داؤد: عن رجل عن سويد [كتاب المصاحف ' باب اتفاق الناس مع عثمان على جمع المصاحف]

اس روایت میں ایک راوی 'مبہم' ہے لہٰذا سند ضعیف ہے لیکن اس کی تائید بعض دوسری روایات سے بھی ہوتی ہے۔ اگر تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا واقعتاً کوئی علیحدہ سے مصحف تھا تو آج اہل تشیع کے پاس وہ مصحف موجود ہوتا لیکن وہ بھی اہل سنت کی طرح مصحف عثمانی ہی کی تلاوت کرتے ہیں اور اسی کو مصحف سمجھتے ہیں۔

یہ بات بہرحال کثرت طرق سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جمع عثمانی ہی کو ترتیب نزولی کے اعتبار سے جمع کیا تھا لیکن ان کی یہ جمع اس وقت کہاں ہے؟ اس کے بارے کچھ علم نہیں ہے۔ امام سیوطی رحمہ اللہ نے 'الاتقان' میں اس جمع کی طرف اشارہ کیا ہے۔ [الإتقان' باب النوع الثامن عشر من جمعه و ترتيبه]

ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے مصحف علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے عنوان کے ذیل میں صرف ایک ہی روایت نقل کی گئی ہے جس کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سورۃ بقرہ میں "آمن الرسول بما أنزل إليه و آمن المؤمنون" پڑھا ہے۔ اس روایت کی سند میں بعض راوی 'ضعیف' ہیں۔ لہٰذا یہ روایت نا قابل قبول ہے۔ اس روایت کو امام سیوطیؒ نے 'الدر المنثور' میں مصنف کی سند سے یوں نقل کیا ہے: "آمن الرسول بما أنزل إليه من ربه وآمن المؤمنون" جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب المصاحف کے ناسخین سے 'من ربه' کے الفاظ لکھنے میں رہ گئے تھے۔ اس روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کسی ذاتی مصحف کا تذکرہ نہیں ہے۔

روایت حفص عن عاصم کی صحیح و متواتر سند حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تک بھی جاتی ہے۔ لہٰذا اس متواتر سند کی موجودگی میں ان کی ایسی قراءات کی کیسے تصدیق کی جاسکتی ہے جو 'ضعیف' اور اخبار آحاد کی قبیل سے ہیں۔ یہ سند ماہنامہ رشد جون ۲۰۰۹ء، ص ۱۹۵ پر ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

مصحف عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ (متوفی ۶۸ھ)

آرتھر جیفری کے بیان کے مطابق مؤرخ 'زنجانی' نے 'ابوالفتح شہرستانی' کی تفسیر کے مقدمے سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے مصحف میں موجود سورتوں کی ترتیب نقل کی ہے جو مصحف عثمانی کی ترتیب کے خلاف ہے۔ شہرستانیؒ کے بیان کے مطابق ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مصحف کی سورتوں کی ترتیب مصحف عثمانی کے بالمقابل درج ذیل تھی:

" 96, 68, 93, 73, 74, 1, 111, 81, 87, 92, 89, 94, 55, 103, 108, 102, 107, 105, 109,

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

112, 53, 80, 97, 91, 85, 95, 106, 101, 75, 104, 77, 50, 90, 86, 54, 38, 7, 72, 36, 25, 35, 19, 20, 26, 27, 28, 17, 10, 11, 12, 15, 6, 37, 31, 34, 39, 40, 41, 42, 43, 44, 45, 46, 51, 88, 18, 16, 71, 14, 21, 23, 13, 52, 67, 69, 70, 78, 79, 82, 84, 30, 29, 83, 2, 8, 3, 59, 33, 24, 60, 48, 4, 99, 22, 57, 47, 76, 65, 98, 62, 32, 63, 58, 49, 66, 64, 61, 5, 9, 110, 56, 100, 113, 114." (Materials:Codex of Ibne Abbas)

ابو الفتح شہرستانی (متوفی ۵۴۸ھ) ایک شیعہ مفسر اور عالم دین ہیں۔ ان کی تفسیر کا نام 'مفاتیح الأسرار ومصابیح الأبرار' ہے۔ ہمارے علم کی حد تک یہ تفسیر تا حال غیر مطبوع ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس تفسیر کے مقدمے میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف اس مصحف کی نسبت کی سند دیکھنی چاہیے۔ آرتھر جیفری نے اس روایت کی کوئی سند بیان نہیں کی اور نہ ہی اس کا تذکرہ کیا ہے۔ بغیر سند کے کوئی روایت کسی مفسر کے محض بیان کر دینے سے کیسے قبول کی جاسکتی ہے؟ جبکہ معاملہ بھی قرآن کا ہو۔

اگر یہ ثابت ہو بھی جائے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا کوئی مصحف اس ترتیب پر مبنی تھا تو اس سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بعض سلف صالحین کے بارے میں یہ مروی ہے کہ انہوں نے جمع عثمانی کو ترتیب نزولی کے مطابق جمع کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس ترتیب کو دیکھ کر پہلی نظر میں ہی اندازہ ہو جاتا ہے کہ صاحب مصحف ترتیب نزولی کے مطابق قرآن کو جمع کرنا چاہتا ہے۔ آج بھی اگر کوئی شخص ذاتی طور پر ترتیب نزولی کے مطابق قرآن کو جمع کرے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے جبکہ وہ مصحف عثمانی کی ترتیب کے مطابق ہی مصحف کی تلاوت اور نشر واشاعت کا قائل ہو۔

قرآن کی سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے یا اجتہادی۔ اس مسئلے میں سلف صالحین کا اختلاف ہے۔ جمہور کی رائے کے مطابق سورتوں کی ترتیب بھی توقیفی ہے اور اس کے دلائل بھی قوی ہیں۔ آگے چل کر ہم اس مسئلے پر تفصیل سے بحث کریں گے۔

کتاب المصاحف میں مصحف عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے تحت ۳۳ روایات نقل ہوئی ہیں۔ پہلی پانچ روایات کے مطابق حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے سورۃ بقرۃ میں 'فلا جناح علی ألا یطوف بهما' پڑھا ہے اور چھٹی روایت کے مطابق 'ألا یطوف فیهما' پڑھا ہے۔ ان روایات کے بعض طرق 'صحیح' ہیں۔ لیکن یہ روایات اخبار آحاد ہیں اور رسم عثمانی کے خلاف ہیں لہٰذا نا قابل قبول ہیں۔ رسم عثمانی میں 'لا' موجود نہیں ہے لہٰذا بطور قرآن نہیں پڑھنا چاہیے البتہ اس بات کا احتمال ہے کہ یہ قراءت ان احرف میں سے ہو جو جمع عثمانی میں نقل ہونے سے رہ گئے۔

اگلی چار روایات کے مطابق حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے سورہ بقرۃ میں 'لیس علیکم جناح أن تبتغوا فضلا من ربکم في مواسم الحج' پڑھا ہے۔ ان روایات کے بعض طرق 'صحیح' ہیں۔ حقیقت واقعہ یہ ہے کہ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر ہے نہ کہ قراءت۔ امام ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں یہی نقل کیا ہے۔ کتاب المصاحف کی بعض روایات سے بھی یہ واضح ہوتا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مقصود شان نزول کی طرف اشارہ کرنا تھا نہ کہ قراءت کو بیان کرنا جیسا کہ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

قال ابن عباس: "نزلت ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ في مواسم الحج."
[كتاب المصاحف' باب مصحف عبد الله بن عباس]

گیارہویں روایت کے مطابق ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سورۃ آل عمران میں 'إنما ذلکم الشیطان یخوفکم

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أولياءه' پڑھا ہے۔ اس روایت کی سند 'ضعیف جدا' ہے۔ ایک راوی طلحہ الخضر می 'متروک' ہے۔ بارہویں روایت کے مطابق ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سورۃ بقرۃ میں 'أولئك لهم نصيب مما اكتسبوا' پڑھا ہے۔ اس کی سند 'صحیح' ہے لیکن یہ رسم عثمانی کے خلاف ہے لہٰذا نا قابل قبول ہے۔

گیارہویں روایت کے مطابق ان سے سورۃ بقرۃ میں 'وأقيموا لحج و العمرة للبيت' منقول ہے۔ اب یہ معلوم نہیں کہ یہ بطور تفسیر منقول ہے یا بطور تعلیم یا بطور تلاوت۔ روایت کے الفاظ ہیں:

عن سعيد بن جبر عن ابن عباس "وأقيموا الحج والعمرة للبيت ."[أيضاً]

ڈاکٹر محبّ الدین واعظ کے بیان کے مطابق اس روایت کی سند کا ایک راوی حسین بن معدان 'مجہول' ہے۔

بارہویں روایت کے مطابق ان سے سورۃ شوری میں 'و شاورهم في بعض الأمر' منقول ہے۔ روایت کے الفاظ ہیں:

"عن عمرو بن دينار عن ابن عباس "وشاورهم في بعض الأمر ."[أيضاً]

اس روایت سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ انہوں نے اس آیت کو بطور تلاوت نقل کیا یا پڑھا ہے۔ یہ ان کی تفسیر بھی ہو سکتی ہے اور اپنے شاگردوں کو منسوخ تلاوت کی آگاہی بھی۔ تیرہویں روایت بھی اسی معنی و مفہوم کی ہے۔ ان روایات کی سند 'صحیح' ہے لیکن رسم عثمانی کے خلاف ہونے کی وجہ سے غیر مقبول ہیں۔ مذکورہ بالا روایت کے الفاظ سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر ہے جسے بعض حضرات نے غلطی سے بطور قراءت نقل کر دیا ہے۔

چودھویں روایت کے مطابق ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سورۃ حج میں 'و ما أرسلنا من قبلك من رسول و لا نبي محدث' پڑھا۔ اس روایت کی سند 'صحیح' ہے لیکن رسم عثمانی کے خلاف ہونے کی وجہ سے غیر مقبول ہے۔ روایت کے الفاظ ہیں:

عن عمرو قال: قرأ ابن عباس: "و ما أرسلنا من قبلك من رسول و لا نبي محدث ."[أيضاً]

بظاہر یہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر معلوم ہوتی ہے جو غلطی سے بطور قراءت نقل ہو گئی کیونکہ نسخہ شربیتی میں 'قرأ' کی بجائے 'قال' کے الفاظ منقول ہیں۔ پندرہویں روایت کے مطابق ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سورۃ یس میں 'يا حسرة العباد' پڑھا ہے۔ اس کی سند 'صحیح' ہے لیکن رسم عثمانی کے خلاف ہونے کی وجہ سے غیر مقبول ہے۔ ان مترادفات کے قبیل سے معلوم ہوتی ہے جو عرضہ اخیرہ میں منسوخ ہو چکے ہیں۔ سولہویں روایت کے مطابق ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سورۃ اعراف میں 'كأنك حفي بها' منقول ہے۔ روایت کے الفاظ ہیں:

عن عمرو عن ابن عباس: "كأنك حفي بها ."[أيضاً]

اس روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بطور قراءت پڑھنے کی صراحت نہیں ہے لہٰذا اسے ان کی تفسیر پر محمول کیا جا سکتا ہے یا یہ ان مترادفات کے قبیل میں سے ہے جو منسوخ ہو چکے ہیں۔ روایت کی سند 'صحیح' ہے لیکن رسم عثمانی کے خلاف ہونے کی وجہ سے بطور قراءت غیر مقبول ہے۔ یہ بھی امکان ہے کہ ان احرف میں سے ہو جو جمع عثمانی میں نقل ہونے سے رہ گئے۔

سترہویں روایت کے مطابق ابن عباس رضی اللہ عنہ سورۃ بقرۃ میں 'و إن عزموا السراح' پڑھا کرتے تھے۔ یہ ان مترادفات کے قبیل سے معلوم ہوتی ہے جو عرضہ اخیرہ میں منسوخ ہو چکے ہیں۔ اس روایت کی سند 'صحیح' ہے لیکن رسم عثمانی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے خلاف ہونے کی وجہ سے بطور قراءت غیر مقبول ہے۔ اٹھارہویں روایت کے مطابق ابن عباس رضی اللہ عنہ سورۃ آل عمران میں 'و ما یعلم تأویله إلا الله ویقول الراسخون آمنا به' پڑھا کرتے تھے۔ اس روایت کی سند 'حسن' درجے کی ہے لیکن رسم عثمانی کے خلاف ہونے کی وجہ سے غیر مقبول ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر معلوم ہوتی ہے۔

انیسویں اور اکیسویں روایت کے مطابق ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سورۃ بقرۃ میں 'فإن آمنوا بالذی آمنتم به' پڑھنے کا حکم دیا۔ بیسویں روایت میں ہے کہ انہوں نے اس آیت کو اسی طرح پڑھا۔ اکیسویں روایت کے الفاظ ہیں:

حدثنا عبد الله نا نصر بن علی قال أخبرني أبي نا شعبة قال: قال لي الأعمش: "ما عندك في قوله: ﴿ فَإِنْ ءَامَنُوا۟ بِمِثْلِ مَآ ءَامَنتُم بِهِۦ ﴾؟ فقلت له: حدثني أبوحمزة قال: قال ابن عباس: "لا تقل: فإن آمنوا بمثل ما آمنتم به، فإنه لیس لله مثل، ولكن قل: فإن آمنو بالذي آمنتم به فقد اهتدوا." [أیضاً]

اس روایت کی سند 'صحیح' ہے لیکن مصاحف عثمانیہ کے خلاف ہونے کہ وجہ سے غیر مقبول ہے۔ ابن ابی داؤد رحمہ اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"هذا الحرف مكتوب في الإمام وفي مصاحف الأمصار كلها ﴿ بِمِثْلِ مَآ ءَامَنتُم بِهِۦ ﴾ و هي كلمة عربية جائزة في لغة العرب كلها، و لا يجوز أن يجتمع أهل الأمصار كلها وأصحاب النبي ﷺ معهم على الخطأ، و خاصة في كتاب الله عزوجل و في سنن الصلاة." [أیضاً]

بائیسویں روایت کے مطابق ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سورۃ بقرۃ میں 'حافظوا علی الصلوات والصلوٰة الوسطی وصلاة العصر' پڑھا ہے۔ اس روایت کی سند 'حسن' درجے کی ہے لیکن رسم عثمانی کے خلاف ہونے کی وجہ سے بطور قراءت غیر مقبول ہے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے 'الصلوة الوسطی' کی تفسیر 'صلاة العصر' سے کی تھی۔ [صحیح البخاري' کتاب التفسیر' باب حافظوا علی الصلوات والصلوة الوسطی] محسوس یہی ہوتا ہے کہ اسے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے غلطی سے تلاوت سمجھ کر نقل کر دیا۔ بہر حال جمع عثمانی میں ان الفاظ کو مصحف میں نہیں رکھا گیا تھا جو ان کے غیر قرآن ہونے کا بین ثبوت ہے۔

تئیسویں روایت کے مطابق ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سورۃ نساء میں 'طیبات کانت أحلت لهم' پڑھا تھا۔ اس روایت کی سند 'صحیح' ہے لیکن رسم عثمانی کے خلاف ہونے کی وجہ سے بطور قراءت غیر مقبول ہے۔ روایت کے الفاظ سے بظاہر محسوس ہوتا ہے یہ ان کی تفسیر ہے یعنی قرآنی آیت کے معنی ومفہوم میں زمانے کا تعین کر رہے ہیں۔

اگلی چار روایات کے مطابق ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سورۃ نساء میں 'فما استمتعتم به منهن إلی أجل مسمی' پڑھا ہے۔ اس روایت کی سند 'صحیح' ہے لیکن رسم عثمانی کے خلاف ہونے کی وجہ سے غیر مقبول ہے۔ ان مترادفات کے قبیل سے معلوم ہوتی ہے جو عرضہ اخیرہ میں منسوخ ہو چکے ہیں اسی لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے مصاحف میں نقل نہیں کروایا۔ ان احرف کے قبیل سے بھی ہو سکتی ہے جو جمع عثمانی میں نقل ہونے سے رہ گئے ہوں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ ہیں:

"حدثنا عبدالله نا حماد بن الحسن نا الحجاج یعني ابن نصیر نا شعبة عن أبی سلمة عن أبي نضرة قال: قرأت علی ابن عباس: فما استمتعتم به منهن فقال ابن عباس: إلی أجل مسمی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قال: قلت: ما هكذا أقرؤها . قال: والله لقد نزلت معها ، قالها ثلاث مرات [أيضاً]

آخری روایت کے مطابق ابن عباس رضی اللہ عنہ نے مغرب کی نماز میں 'إذا جاء فتح الله و النصر' پڑھا۔اس روایت کی سند 'حسن' درجے کی ہے لیکن رسم عثمانی کے خلاف ہونے کی وجہ سے بطور قرآن غیر مقبول ہے۔روایت کے الفاظ ہیں:

"عن أبي نوفل بن أبي عقرب قال سمعت ابن عباس يقرأ في المغرب: إذا جاء فتح الله والنصر . "[أيضاً]

ان احرف کے قبیل سے ہو سکتے ہیں جو جمع عثمانی میں نقل ہونے سے رہ گئے ہوں۔

مصحف ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ (متوفی ۴۴ھ)

اس مصحف کا تذکرہ ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں کسی عنوان کے تحت نہیں کیا ہے۔بعض رویات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کا بھی کوئی مصحف تھا۔آرتھر جیفری نے اس مصحف کے وجود کے ثبوت کے طور پر 'کتاب المصاحف' کی تین روایات کو بنیاد بنایا ہے جو کہ درج ذیل ہیں:

پہلی روایت یزید بن معاویہ رحمہ اللہ سے ہے لیکن اس میں صرف ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کی قراءت کا تذکرہ ہے۔ان کے کسی مصحف کا ذکر نہیں ہے۔[كتاب المصاحف' باب اتفاق الناس مع عثمان على جمع المصاحف]

دوسری روایت یہ ہے:

"حدثنا عبد الله قال حدثنا ابراهيم بن عبد الله بن أبي شيبة قال حدثنا ابن أبي عبيدة قال حدثنا أبي عن الأعمش عن حبيب بن أبي ثابت عن أبي الشعثاء قال: كنت جالسا عند حذيفة وأبي موسى وعبد الله بن مسعود فقال حذيفة: أهل البصرة يقرؤون قراءة أبي موسى' وأهل الكوفة يقرؤون قراءة عبد الله' أما والله أن لو قد أتيت أمير المؤمنين لقد أمرته بغرق هذا المصاحف' فقال عبد الله: إذا تغرق في غير ماء . "[كتاب المصاحف' باب كراهية عبد الله ابن مسعود ذلك]

اس روایت کا دارومدار حبیب بن ابی ثابت پر ہے اور وہ تیسرے درجے کا 'مدلس' راوی ہے اور عنعنہ سے روایت کر رہا ہے لہٰذا روایت 'ضعیف' ہے۔[كتاب المصاحف مع تحقيق الدكتور محب الدين واعظ: ص ۱۸۱]

اس روایت کے نفس مضمون کی تائید بہت سی دوسری صحیح روایات سے بھی ہوتی ہے۔اس روایت کے بارے میں اپنا تبصرہ ہم پچھلے صفحات میں نقل کر چکے ہیں۔

تیسری روایت درج ذیل ہے:

حدثنا عبدالله قال حدثنا زياد بن يحى أبو الخطاب الحساني حدثنا كثير يعني ابن هشام حدثنا جعفر حدثنا عبدالأعلى بن الحكم الكلابي قال: "أتيت دار أبي موسى الأشعري فإذا حذيفة بن اليمان وعبد الله بن مسعود وأبوموسى الأشعري فوق أجار لهم فقلت: هؤلاء والله الذين أريد فأخذت أرتقي إليهم، فإذا غلام على الدرجة فمنعني فنازعته، فالتفت إلي بعضهم . قال: خل عن الرجل، فأتيتهم حتى جلست إليهم، فإذا عندهم مصحف أرسل به عثمان وأمرهم أن يقيموا مصاحفهم عليه . فقال أبوموسى: ما وجدتم

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

في مصحفي هذا من زيادة فلا تنقصوها وما وجدتم من نقصان فاكتبوه . "

[كتاب المصاحف، باب ما كتب عثمان من المصاحف]

اس روایت کی سند میں عبد الاعلی بن الحکم الکلابي کے بارے کوئی جرح وتعدیل مروی نہیں ہے لیکن نفس مضمون کی تائید میں کئی ایک اور روایات بھی موجود ہیں۔ حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کے بارے یہ معروف ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے زمانے میں بصرۃ کا امیر بنا کر بھیجا تھا۔ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی روایت میں بھی جمع عثمان سے پہلے اہل بصرہ کے مصحف کا تذکرہ ہے اور اس روایت کی سند کو ابن حجر رحمہ اللہ نے 'صحیح' کہا ہے۔ اس لیے حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کے لیے کسی مصحف کا وجود ماننے میں کوئی تأمل نہیں ہونا چاہیے لیکن ان کی طرف منسوب قراءت کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ صحیح سند ہی سے مروی ہوں تو ان کی نسبت ان کی طرف کی جائے۔

مصحف اُم المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا (متوفی ۴۵ھ)

اس مصحف کے وجود کے ثبوت کے لیے بھی آرتھر جیفری کی بنیاد کتاب المصاحف ہے۔ ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے 'کتاب المصاحف' میں مصحف حفصہ رضی اللہ عنہا کے تحت سات روایات بیان کی ہیں۔ ان میں سے بعض طرق 'صحیح' اور بعض 'ضعیف' ہیں۔ ان روایات کے مطابق حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے اپنے لیے ایک مصحف تیار کرواتے وقت کاتب کو یہ ہدایت جاری کی کہ وہ سورہ بقرہ میں 'حافظوا علی الصلوات و الصلوۃ الوسطی و صلاۃ العصر' لکھے۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

حدثنا عبد الله حدثنا أبو الطاهر قال: أخبرنا ابن وهب قال: أخبرني مالك عن زيد بن أسلم عن عمرو بن رافع أنه قال: "كنت أكتب مصحفاً لحفصة أم المؤمنين فقالت: إذا بلغت هذا الآية فآذني ﴿ حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ﴾ قال: فلما بلغتها آذنتها . فأملت: حافظوا على الصلوات و الصلاة الوسطى وصلاة العصر وقوموا لله قانتين . "[كتاب المصاحف، باب مصحف حفصة زوج النبي ﷺ]

ہم اس کے بارے یہ واضح کر چکے ہیں کہ درحقیقت تفسیر رسول ﷺ تھی جو غلطی سے بطور قراءت نقل ہوگئی۔ ایسی ہی روایات مصحف عائشہ رضی اللہ عنہا اور مصحف ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ذیل میں بھی ابن ابی داؤد رحمہ اللہ لائے ہیں جس سے اس روایت کی حقیقت مزید مشتبہ ہوجاتی ہے یعنی ایک ہی واقعہ تین ازواج کی طرف منسوب کیا گیا جس سے محسوس ہوتا ہے کہ اس روایت کے متن میں اضطراب ہے۔ آرتھر جیفری کے انتقاد اعلیٰ کے اصول کو بھی سامنے رکھا جائے تو اس واقعے کا ثبوت مشتبہ قرار پاتا ہے کیونکہ ایک ہی واقعے کی نسبت تین مختلف ازواج مطہرات کی طرف کی جا رہی ہے۔ علاوہ ازیں اگر اس روایت کو 'صحیح' قرار بھی دیا جائے تو یہ مصحف درحقیقت مصحف عثمانی ہی کی ایک نقل تھا سوائے ایک مقام کے اختلاف کے۔

مصحف اَنس بن مالک رضی اللہ عنہ (متوفی ۹۳ھ)

اس مصحف کا تذکرہ ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے نہیں کیا ہے۔ آرتھر جیفری کے بیان کے مطابق ابن جزری رحمہ اللہ کی کتاب 'النشر' میں یہ موجود ہے کہ یہ صحابی رضی اللہ عنہ بھی ان صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک تھے جنہوں نے اللہ کے رسول ﷺ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے زمانے میں قرآن جمع کیا تھا۔ آرتھر جیفری نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس روایت کی سند کمزور ہے لیکن اس نے وہ روایت نقل نہیں کی۔ (Materials: Codex of Anas bin Malik)

ہمارے خیال میں یہ تو کوئی ایسی بات نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ ان کے پاس کوئی ایسا مصحف تھا جو مصحف عثمانی کے رسم و قراءت کے مخالف تھا۔ مجرد اس بنیاد پر کہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ مروی ہو کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں قرآن جمع کرتے تھے' یہ کیسے ثابت کیا جا سکتا ہے کہ ان کا مصحف' مصحف عثمانی سے علیحدہ کوئی اور ہی مصحف تھا۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

"إن زيد بن ثابت قال: أرسل إلي أبوبكر ÷ قال: إنك كنت تكتب الوحي لرسول الله ﷺ فاتبع القرآن فتتبعت . "[صحيح البخاري' كتاب فضائل القرآن' باب كاتب النبي ﷺ]

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول ﷺ کے کاتب بھی تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جمع قرآن کے مرکزی کردار بھی۔ پس اگر کچھ ضعیف اور منقطع روایت میں یہ بات مذکور ہو کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کچھ حروف قرآنیہ کو رسم عثمانی کے خلاف تلاوت کیا تو کیا ان منقطع روایات کو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اس مصحف کے بالمقابل قبول کر لیا جائے جو انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں جمع کیا جبکہ جمع عثمانی کی ان کی طرف نسبت بھی قطعیت سے ثابت ہو۔

واقعہ یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول ﷺ کے حکم سے بھی اور اپنے طور پر بھی قرآن کو لکھتے تھے اور صحابہ رضی اللہ عنہ کی ایک بڑی جماعت کے پاس آپؐ کے زمانے میں لکھے ہوئے نامکمل مصاحف موجود تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں انہی جزوی مصاحف ہی سے تو ایک مکمل مصحف کی تیاری ہوئی تھی۔ جمع صدیقی میں یہ بات بطور شرط مقرر کی گئی تھی کہ کسی بھی صحابی رضی اللہ عنہ سے اس وقت تک آیات قرآنیہ نہیں لی جائیں گی جب تک کہ وہ دو صحابہ رضی اللہ عنہ کی گواہی اس بات پر نہ پیش کر دے کہ اس نے یہ آیات اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں ہی لکھی تھیں۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"فتتبعت القرآن أجمعه من العسب واللخاف وصدور الرجال . "[صحيح البخاري' كتاب فضائل القرآن' باب جمع القرآن]

"حدثنا عبد الله قال حدثنا أبو الطاهر قال: أخبرنا ابن وهب أخبرني ابن أبي الزناد عن هشام ابن عروة عن أبيه قال: لما استحر القتل بالقراء، يومئذ فرق أبوبكر على القرآن أن يضيع . فقال لعمر بن الخطاب و لزيد بن ثابت: اقعدا على باب المسجد فمن جاءكما بشاهدين على شيء من كتاب الله فاكتباه . "[كتاب المصاحف' باب جمع أبي بكر الصديق ÷ في المصحف]

اس روایت کی سند 'منقطع' ہے کیونکہ عروۃ بن زبیر رحمہ اللہ کی ملاقات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں ہے۔ حضرت عروۃ فقہائے مدینہ میں سے ہیں اور ان کی پیدائش تقریباً ۲۳ھ میں ہوئی۔ اس روایت کے جمیع راویوں کو ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں 'ثقہ' قرار دیا ہے۔ بہرحال تابعی رحمہ اللہ کے ایک قول کے طور پر اس روایت کی سند مضبوط ہے۔

امام سخاوی رحمہ اللہ نے اس روایت کا معنی یہ بیان کیا ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"ومعنى هذا الحديث و الله أعلم من جاءكم بشاهدين على شيء من كتاب الله الذى كتب بين يدي رسول الله ﷺ وإلا فقد كان زيد جامعاً للقرآن ."[كتاب المصاحف مع تحقيق الدكتور محب الدين واعظ: ص ١٥٧ - الإتقان' باب النوع الثامن عشر في جمعه و ترتيبه: ص ٢٠٥-٢٠٦]

ابن حجر رحمہ اللہ نے اس روایت کا معنی یہ بیان کیا ہے:

"وكأن المراد بالشاهدين: الحفظ والكتاب، أو المراد: أنهما يشهدان على أن ذلك المكتوب كتب بين يدى رسول الله ﷺ، أو المراد: أنهما يشهدان على أن ذلك من الوجوه التي نزل بها القرآن' و كان غرضهم أن لا يكتب إلا من عين ما كتب بين يدي النبي ﷺ لا من مجرد الحفظ ."[فتح الباري: ۹/۱۴-۱۵]

امام سیوطی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"أو المراد: أنهما يشهدان على أن ذلك مما عرض على النبي ﷺ عام وفاته ."[الإتقان' باب النوع الثامن عشر في جمعه وترتيبه: ۲۰۶]

مصحف عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ (متوفی ۲۳ھ)

اس مصحف کے وجود کے ثبوت کے لیے آرتھر جیفری نے کتاب المصاحف کے بیانات و روایات کو دلیل بنایا ہے۔ ابن ابی داود رحمہ اللہ نے 'کتاب المصاحف' میں 'مصحف عمر بن خطاب ÷' کے عنوان کے تحت ۱۱ روایات بیان کی ہیں جن میں تین مقامات قرآنیہ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اختلافِ قراءت کو نقل کیا گیا ہے۔

ان ۱۱/ روایات میں سے کسی ایک روایت میں بھی یہ بات منقول نہیں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا کوئی خاص مصحف تھا جس سے وہ قرآن کی تلاوت کرتے تھے۔ ان روایات سے بس اتنا معلوم ہوتا ہے کہ تین مقامات پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے متواتر قراءات کے خلاف تلاوت کی ہے۔

سورۃ فاتحہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے 'صراط من أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم و غير الضالين' سورہ آل عمران میں 'الم الله لا إله إلا هو الحى القيام' اور سورہ مدثر میں 'فى جنت يتساءلون يا فلان ما سلكك في سقر' پڑھا ہے۔ پہلی روایت کی سند 'صحیح' دوسری روایت 'حسن لغیرہ' اور تیسری 'ضعیف' ہے۔

پہلی اور دوسری روایت کثرت طرق سے مروی ہے اور کئی ایک مفسرین نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے لہٰذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فعل کو منسوخ حروف کی تلاوت پر محمول کیا جائے گا یا یہ ان احرف میں سے بھی ہو سکتے ہیں جو جمع عثمانی میں نقل ہونے سے رہ گئے ہوں۔ تیسری روایت کی توضیح و توجیح کی ضرورت نہیں ہے' اس کے الفاظ ہی یہ بتلانے کے لیے کافی ہیں کہ قرآن نہیں ہے۔

مصحف زید بن ثابت رضی اللہ عنہ (متوفی ۴۵ھ)

اس مصحف کا تذکرہ ابن ابی داود رضی اللہ عنہ نے نہیں کیا ہے۔ آرتھر جیفری نے اس مصحف کے وجود کے ثبوت کے طور پر امام ابن قتیبہ رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۶ھ) کے ایک قول کو بنیاد بنایا ہے۔ ابن قتیبہ رحمہ اللہ اپنی تاریخ 'المعارف' میں لکھتے ہیں:

"وكان آخر عرض رسول الله ﷺ القرآن على مصحفه وهو أقرب المصاحف من

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصحفنا . "[المعارف، كتاب أخبار الصحابة =، باب زيد بن ثابت]

یہ ابن قتیبہ رحمہ اللہ کا مجرد ایک بیان ہے جس کی تائید میں انہوں نے کسی مصدر یا حوالے کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔ علاوہ ازیں اس بیان سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ ان کا یہ مصحف رسم وقراءت میں، مصحف عثمانی سے مختلف تھا۔ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وحی لکھا کرتے تھے۔ [صحيح البخاري، كتاب فضائل القرآن، باب كاتب النبي ﷺ] لہٰذا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ان کا مصحف سرکاری مصحف تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانے میں جمع قرآن کے انہیں منتخب کیا۔

آرتھر جیفری نے اس مصحف کے ثبوت کے لیے دوسرا حوالہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۷۰ھ) کی ایک عبارت کو بنایا ہے۔ علامہ آلوسی رحمہ اللہ کے الفاظ درج ذیل ہیں:

"وكذا ظاهر ما في مصحف عبد الله وزيد بن ثابت كما أخرج ابن الأنباري في المصاحف عن الأعمش ما أفاء الله على رسوله من أهل القرى فلله و للرسول و لذي القربى و اليتامى و المساكين و ابن السبيل . "[روح المعاني، الحشر:١٠]

علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی اس عبارت سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ 'ابن الانباری رحمہ اللہ' کی روایت میں بھی 'مصحف زید بن ثابت رضی اللہ عنہ' کے الفاظ تھے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر مان لیا جائے کہ 'ابن الانباری رحمہ اللہ' نے مصحف زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا ہے تو پھر بھی یہ امکان ہے کہ ان کی مراد اس سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی قراءت ہو جیسا کہ ہم ابن ابی داود رحمہ اللہ کو دیکھتے ہیں کہ وہ اپنی کتاب میں جا بجا 'مصحف' بول کر قراءت مراد لیتے ہیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ یہ روایت حضرت اعمش رحمہ اللہ (٦١ تا ١٤٨ھ) کی ہے اور ان کی ملاقات حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ (متوفی ۴۵ھ) سے ثابت نہیں ہے لہٰذا روایت 'منقطع' ہے۔

علاوہ ازیں اگر کوئی اس قسم کے مصاحف موجود بھی تھے تو وہ جمع عثمانی سے پہلے تھے۔ جمع عثمانی کے بعد ایسے تمام مصاحف جلا دیے گئے تھے۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

و قال عثمان للرهط القرشيين الثلاثة: "إذا اختلفتم أنتم و زيد بن ثابت في شيء من القرآن فاكتبوه بلسان قريش فإنما نزل بلسانهم . " ففعلوا حتى نسخوا الصحف في المصاحف، فرد عثمان الصحف إلى حفصة، و أرسل إلى كل أفق بمصحف مما نسخوا و أمر بما سواه من القرآن في كل صحيفة أو مصحف أن يحرق . [صحيح البخاري، كتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن]

مؤرخ أحمد بن إسحاق اليعقوبی (متوفی ما بعد ۲۹۲ھ) لکھتے ہیں:

"وجمع عثمان القرآن و ألفه، و صير الطوال مع الطوال و القصار مع القصار من السور وكتب في جمع المصاحف من الآفاق حتى جمعت ثم سلقها بالماء الحار و الخل و قيل أحرقها فلم يبق مصحف إلا فعل به ذلك خلا مصحف ابن مسعود . "

[تاريخ يعقوبي، كتاب وفود العرب، باب أيام عثمان]

مصحف عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ (متوفی ۷۳ھ)

اس مصحف کے وجود کے ثبوت کی دلیل کے طور پر آرتھر جیفری نے ابن ابی داود رحمہ اللہ کے بیان کو نقل کیا ہے۔ ابن

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابی داؤد رحمہ اللہ نے 'مصحف عبد الله بن زبیر' کے عنوان کے تحت آٹھ روایات بیان کی ہیں۔

پہلی تین روایات کے مطابق انہوں نے سورۃ بقرۃ میں 'لاجناح علیکم أن تنتغوا فضلاً من ربکم فی مواسم الحج' پڑھا ہے۔ یہ 'حسن' درجے کی روایات ہیں لیکن یہ قراءت رسم عثمانی کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناقابل قبول ہے اور غالب گمان یہی ہے کہ انہوں نے اسے بطور تفسیر پڑھا ہے نہ کہ قرآن۔

چوتھی روایت کے مطابق انہوں نے سورۃ انبیاء میں 'حرام علی قریة' اور سورۃ انعام میں 'و لیقولوا درست' اور سورۃ کہف میں 'في عين حامية' پڑھا ہے۔ یہ تینوں قراءات متواتر اور ثابت شدہ ہیں۔

پانچویں روایت کے مطابق انہوں نے سورۃ مدثر میں 'في جنات يتساءلون يا فلان ما سلكك في سقر' پڑھا ہے۔ اس روایت کی سند 'صحیح' ہے لیکن یہ قراءت رسم عثمانی کے خلاف ہے لہٰذا بطور قرآن اس کا پڑھنا جائز نہیں ہے۔ اور غالب گمان یہی ہے کہ بطور تفسیر قرآن پڑھا ہے۔

چھٹی روایت کے مطابق ان کی قراءت میں سورۃ مائدۃ میں 'فيصبح الفساق على ما أسروا في أنفسهم نادمين' ہے۔ اس روایت کی سند 'صحیح' ہے لیکن یہ قراءت رسم عثمانی کے خلاف ہے لہٰذا بطور قرآن ناقابل قبول ہے۔ اس کے بارے میں غالب گمان یہی ہے کہ بطور تفسیر قرآن پڑھا ہے۔

ساتویں روایت کے مطابق انہوں نے سورۃ آل عمران میں 'و لتکن منکم أمة يدعون إلى الخير يأمرون بالمعروف و ينهون عن المنكر و يستعينون الله على ما أصابهم' پڑھا ہے۔ یہ قراءت بھی رسم عثمانی کے خلاف ہے لہذا بطور قرآن تلاوت جائز نہیں۔ آٹھویں روایت کے مطابق انہوں نے سورۃ فاتحہ میں 'صراط من أنعمت عليهم' پڑھا ہے۔ اس روایت کی سند کمزور ہے۔ عقبہ یشکری 'ضعیف' راوی ہے۔ علاوہ ازیں ان مترادفات کے قبیل سے ہوسکتی ہے جو عرضہ اخیرہ میں منسوخ ہو چکے ہوں۔ ان آٹھ روایات میں حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے کسی مصحف کا تذکرہ نہیں ہے۔

مصحف عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ (متوفی ۶۵ھ)

مصحف عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے وجود کے ثبوت میں آرتھر جیفری کی بنیاد کتاب المصاحف ہے۔ کتاب المصاحف میں 'مصحف عبد الله بن عمرو' کے عنوان کے ذیل میں ایک روایت بیان کی گئی ہے۔ اس روایت کے مطابق ابو بکر بن عیاش کو شعیب بن شعیب بن محمد بن عبد اللہ بن عمرو بن العاص نے اپنے پردادا کے مصحف سے چند ایسے حروف دکھائے جو مروجہ قراءت کے خلاف تھے۔ اس روایت سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ کا کوئی مصحف تھا۔ روایت کے الفاظ ہیں:

حدثنا عبد الله حدثنا محمد بن حاتم بن بزيع حدثنا زكريا بن عدي حدثنا أبو بكر بن عياش قال: "قدم علينا شعيب بن شعيب بن محمد بن عبد الله بن عمرو بن العاص فكان الذي بيني و بينه . فقال يا أبا بكر: ألا أخرج لك مصحف عبد الله بن عمرو بن العاص؟ فأخرج حروفاً تخالف حروفنا ." [کتاب المصاحف' باب مصحف عبداللہ بن عمرو ÷]

اس سے تو کسی کو بھی انکار نہیں ہے کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس اپنے ذاتی جزوی مصاحف بھی تھے جو قرآن کی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعض سورتوں پر مشتمل تھے۔ غالب گمان یہی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف کے علاوہ مصاحف کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سرکاری نسخے کے اجراء کے بعد جلا دیا گیا تھا۔ بفرض محال اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے علاوہ بھی بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے مصاحف دینے سے انکار کر دیا تھا یا انہیں چھپا لیا تھا تو پھر بھی حقیقت یہ ہے کہ یہ امت میں رائج نہ ہو سکے اور مرور زمانہ کے ساتھ ناپید ہو گئے۔ علاوہ ازیں ان مصاحف میں درج شدہ قراءات کی کوئی سند بھی موجود نہیں ہے جیسا کہ مصاحف عثمانیہ میں درج ہر لفظ کی تصدیق پہلے دو صحابہ رضی اللہ عنہم سے کروائی گئی اور پھر اسے لکھا گیا۔

مصحف ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا (متوفی ۵۸ھ)

اس مصحف کے وجود کے ثبوت کے لیے بھی آرتھر جیفری نے ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کی روایات کو دلیل بنایا ہے۔ 'کتاب المصاحف' میں مصحف عائشہ رضی اللہ عنہا کے عنوان کے تحت آٹھ روایات بیان کی گئی ہیں۔

تین روایات کے مطابق مصحف عائشہ رضی اللہ عنہا میں سورۃ بقرۃ میں 'حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطی وصلاۃ العصر' کے الفاظ تھے جبکہ دو روایات کے مطابق انہوں نے کاتب کو یہ ہدایت جاری کی کہ وہ ان کے ذاتی مصحف کو تیار کرتے وقت مذکورہ الفاظ لکھے۔ دو روایات کے مطابق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عہد نبوی میں یہ قراءت پڑھتی تھیں۔ یہ کل سات روایات ہوئیں۔ ان روایات میں سے بعض طرق 'صحیح' ہیں۔ لیکن یہ قراءات رسم عثمانی کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناقابل قبول ہیں۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

"حدثنا عبد الله حدثنا أبو طاهر قال أخبرنا ابن وهب قال أخبرني مالك عن زيد بن أسلم عن القعقاع بن حكيم عن أبي يونس مولى عائشة أم المؤمنين أنه قال: أمرتني عائشة + أن أكتب لها مصحفا ثم قالت: "إذا بلغت هذه الآية: ﴿ حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ﴾ فآذني." فلما بلغتها، آذنتها. فأملت علي: "حافظوا على الصلوات و الصلاة الوسطى وصلاة العصر وقوموا لله قانتين." ثم قالت: "سمعتها من رسول الله ﷺ. [كتاب المصاحف' باب مصحف عائشة زوج النبي ﷺ]

اس روایت اور کتاب المصاحف کی دوسری روایات سے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مصحف سوائے ایک مقام کے مصحف عثمانی ہی کی نقل تھا کیونکہ انہوں نے مصحف کی تیاری کا کام کاتب پر چھوڑ دیا تھا اور صرف ایک مقام پر کاتب کو خود املاء کروائی تھی۔ اب کاتب نے بقیہ مصحف کہاں سے تیار کیا ہے؟۔ ظاہری بات ہے مصحف عثمانی ہی سے نقل کیا ہے۔

جہاں تک سورۃ بقرۃ کے اختلاف کا معاملہ ہے تو یہ درحقیقت اللہ کے رسول ﷺ کی تفسیر ہے، جسے بعض ازواج نے بطور قرآن نقل کر دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سرکاری نسخے کے اجراء کے بعد ایسی تفاسیر رسول ﷺ جو بطور قراءت رائج ہو گئی تھیں، ختم ہو گئیں۔

اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس تفسیر رسول ﷺ کو بطور تفسیر ہی قرآن میں باقی رکھا ہو جیسا کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ معمول تھا کہ وہ تفسیری نکات کو اپنے مصاحف میں باقی رکھتے تھے۔ محدثین کی اصطلاح میں اس کو 'إدراج' کہتے ہیں۔ حدیث پڑھنے پڑھانے والے اس اصطلاح سے خوب اچھی طرح واقف ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آٹھویں روایت کے مطابق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مصحف میں سورۃ احزاب میں 'إن الله و ملائكته يصلون على النبي و الذين يصلون الصفوف الأول' تھا۔ اس روایت کی سند 'ضعیف' ہے۔ سند میں ابن ابی حمید راوی 'ضعیف' ہے اور راویہ حمیدہ 'مجہول' ہے۔ علاوہ ازیں متن میں اضطراب بھی ہے۔ علاوہ ازیں محسوس یہ ہوتا ہے کہ یہ بھی کوئی تفسیر ہی تھی نہ کہ قراءت۔

مصحف سالم رضی اللہ عنہ (متوفی ۱۲ھ)

اس مصحف کا تذکرہ ابن ابی داود رحمہ اللہ نے نہیں کیا ہے۔ آرتھر جیفری کے بیان کے مطابق بعض ضعیف روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا بھی کوئی مصحف تھا۔ آرتھر جیفری نے اس روایت کا تذکرہ نہیں کیا لیکن اس روایت کو امام سیوطی رحمہ اللہ نے 'الاتقان' میں ابن اشتہ رحمہ اللہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ امام سیوطی رحمہ اللہ نے ابن اشتہ رحمہ اللہ کی اس روایت کو بیان کرتے وقت اسے 'غریب' اور 'منقطع' قرار دیا ہے۔ امام سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"قلت: و من غريب ما ورد في أول من جمعه ما أخرجه ابن أشتة في كتاب المصاحف من طريق كهمس عن ابن بريدة قال: أول من جمع القرآن في مصحف سالم مولى أبي حذيفة..... إسناده منقطع أيضاً و هو محمول على أنه كان أحد الجامعين بأمر أبي بكر." [الإتقان' النوع الثامن عشر في جمعه وترتيبه: ص ۲۰۵]

مصحف ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا (متوفی ۶۲ھ)

اس مصحف کے ثبوت کے بارے میں آرتھر جیفری کی بنیاد ابن ابی داود رحمہ اللہ کی بعض روایات ہیں۔ ابن ابی داود رحمہ اللہ نے مصحف ام سلمہ رحمہ اللہ کے عنوان کے تحت چار روایات نقل کی ہیں۔

ان روایات کے مطابق حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے لیے ایک مصحف تیار کرواتے وقت کاتب کو یہ ہدایت جاری کیں کہ وہ سورہ بقرہ میں 'حافظوا على الصلوات و الصلوة الوسطى و صلاة العصر' لکھے۔ بعض روایات 'صحیح' اور بعض 'ضعیف' ہیں۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

"حدثنا عبد الله حدثنا أبو الطاهر حدثنا ابن نافع عن داؤد بن قيس عن عبد الله بن رافع مولى أم سلمة أنها قالت له: اكتب لي مصحفا فإذا بلغت هذه الآية فأخبروني ﴿ حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ﴾ قال: فلما بلغتها آذنتها، فقالت: اكتب "حافظوا على الصلوات و الصلاة الوسطى و صلاة العصر." [كتاب المصاحف' باب مصحف أم سلمة + زوج النبي ﷺ]

اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مصحف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہی کے مصحف کی ایک نقل تھی کیونکہ ام سلمہ رحمہ اللہ نے کاتب کو مصحف تیار کرنے کا کہا ہے اور صرف ایک جگہ اختلاف نقل کرنے کا حکم دیا ہے۔ یعنی اس ایک مقام کے علاوہ کاتب اس مصحف کی کتابت میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے رہنمائی نہیں لے رہا تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا یہ مصحف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہی کے مصحف کی ایک نقل تھی۔

اس میں ایک احتمال یہ بھی ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اسے تفسیر رسول ﷺ کے طور پر اپنے مصحف میں باقی رکھا ہو کیونکہ روایت میں اس کی وضاحت نہیں ہے کہ ان الفاظ کی زیادتی کی وجہ کیا تھی؟۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کا عموماً یہ معمول تھا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ وہ اپنے مصاحف میں تفسیری نکات کو بھی قلمبند کر لیتے تھے۔ دوسرا احتمال اس کے بارے یہ بھی ہے کہ یہ تفسیر رسول ﷺ تھی جو غلطی سے بطور قراءت نقل ہوگئی اور بعض صحابیات وصحابہ رضی اللہ عنہم جمع عثمانی کے بعد بھی اس کو بطور قراءت نقل کرتے رہے۔ خلاصہ کلام یہی ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا مصحف' مصحف عثمانی سے علیحدہ کوئی مصحف نہیں تھا بلکہ یہ اس کی نقل اور کاپی تھا۔

مصحف عبید بن عمیر اللیثی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴ھ)

ان کے مصحف کے وجود کی دلیل کے طور پر آرتھر جیفری نے کتاب المصاحف کے بیان کو بنیاد بنایا ہے۔ 'کتاب المصاحف' میں ابن ابی داود رحمہ اللہ نے 'مصحف عبید اللہ بن عمیر' کے نام سے عنوان تو باندھا ہے لیکن اس کے تحت کوئی ایسی روایت نقل نہیں کی جس سے ان کے مصحف کے وجود کے بارے میں کوئی اشارہ ملتا ہو۔

ابن ابی داود رحمہ اللہ نے مصحف عبید بن عمیر اللیثی رحمہ اللہ کے تحت ایک ہی روایت نقل کی گئی ہے۔ حضرت عمرو بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"سمعت عبيد بن عمر يقول: أول ما نزل من القرآن ﴿ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ﴾" [كتاب المصاحف' باب و أما مصاحف التابعين فمصحف عبيد بن عمير الليثي]

اس کی سند 'حسن' درجے کی ہے لیکن اس روایت سے نہ تو ان کے کسی مصحف کے وجود کا ثبوت ملتا ہے اور نہ ہی کسی قراءت کے ثبوت کا۔ حضرت عبید رحمہ اللہ دراصل قرآن کی سب سے پہلے نازل ہونے والی سورت کے بارے میں بتلانا چاہتے ہیں یعنی قرآن نقل نہیں کر رہے بلکہ سورت کا نام نقل کرنا چاہتے ہیں اور سورتوں کو کوئی سا بھی مناسب نام دینے میں کیا اختلاف ہوسکتا ہے؟۔

انہوں نے 'سورة العلق' کو اس نام سے پکارا ہے جو اس کی پہلی آیت کے مترادفات کے قبیل سے ہے۔ متقدمین عموماً کسی سورت کے نام کے طور پر اس کی پہلی آیت وغیرہ کو نقل کر دیتے تھے۔ یہاں انہوں نے سورت کے نام کے طور پر پہلی آیت کے مترادف کو نقل کیا ہے جس میں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ اسے 'اقرأ باسم ربك الذى خلق' کہتے تو احسن واحوط تھا۔

آرتھر جیفری نے انہیں صحابی رضی اللہ عنہ بیان کیا ہے حالانکہ یہ صحابی رضی اللہ عنہ نہیں تھے۔ اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں پیدا ہو چکے تھے لیکن آپ ﷺ سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔ [سير أعلام النبلاء:۱۵۷/۴] ابن أبی داود رحمہ اللہ نے بھی ان کو تابعین رحمہم اللہ میں شمار کیا ہے۔ [كتاب المصاحف' باب و أما مصاحف التابعين فمصحف عبيد بن عمير]

مصحف اسود بن یزید رحمہ اللہ (متوفی ۷۴ھ)

مصحف اسود بن یزید نخعی رحمہ اللہ کے مصحف کی موجودگی کے بارے میں آرتھر جیفری نے ابن ابی داود کے بیان کو بطور دلیل بیان کیا ہے۔ آرتھر جیفری کا کہنا یہ ہے کہ ابن ابی داود نے چونکہ مصحف اسود کا نام لیا ہے لہٰذا اس نام کا کوئی مصحف بھی موجود تھا۔ یہ آرتھر جیفری کی وہ جہالت ہے جو اس کے لیے تلاش حق میں رکاوٹ بن گئی۔

ہم یہ بات واضح کر چکے ہیں کہ ابن ابی داود رحمہ اللہ مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کی قراءات کو بھی مصحف کا نام دے دیتے ہیں۔ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ ابن ابی داود رحمہ اللہ کے نزدیک مصحف سے مراد مصحف ہی ہے تو پھر بھی اس

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصحف کا وجود ثابت نہیں ہوتا کیونکہ ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے کوئی ایسی روایت نقل نہیں کی جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ ایسا کوئی مصحف کسی زمانے میں موجود تھا۔ ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے مصحف اسود بن یزید رحمہ اللہ کے عنوان کے تحت ایک ہی روایت نقل کی ہے۔ اس روایت کے مطابق اسود رحمہ اللہ 'صراط من أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم و غير الضالين' پڑھتے تھے۔ یہ قراءت مصحف عثمانی کے برخلاف ہونے کی وجہ سے ناقابل قبول ہے۔ اس روایت میں ان کے کسی مصحف کا تذکرہ نہیں ہے۔

اسود بن یزید رحمہ اللہ کے اساتذہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں لہٰذا یہ بات قرین قیاس ہے کہ انہوں نے یہ قراءت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے لی تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جمع عثمان رضی اللہ عنہ سے پہلے اس کی تلاوت کرتے تھے۔ یہ تلاوت ان مترادفات کے قبیل سے معلوم ہوتی ہے جو عرضۂ اخیرہ میں منسوخ ہو چکے تھے لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے تک نقل ہوتے رہے۔ ان احرف میں سے بھی ہوسکتی ہے جو جمع عثمانی میں نقل ہونے سے رہ گئے ہوں۔

مصحف علقمہ بن قیس رحمہ اللہ (متوفی مابعد ۶۰ھ)

مصحف علقمہ بن قیس نخعی رحمہ اللہ کے وجود کے بارے میں بھی آرتھر جیفری کا کل اعتماد و مصدر کتاب المصاحف پر ہے۔ امام ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے اس عنوان کے تحت ایک روایت بیان کی گئی ہے۔ اس روایت کے مطابق علقمہ رحمہ اللہ سورہ فاتحہ میں 'صراط من أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم و غير الضالين' پڑھتے تھے۔ یہ قراءت مصحف عثمانی کے برخلاف ہونے کی وجہ سے ناقابل قبول ہے۔ علاوہ ازیں اس روایت میں ان کے کسی مصحف کا تذکرہ نہیں ہے۔ یہ قراءت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی ثابت ہے۔ علقمہ رحمہ اللہ کے اساتذہ میں بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام ملتا ہے لہٰذا قوی طور پر یہ امکان موجود ہے کہ انہوں نے یہ قراءت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حاصل کی ہو اور جمع عثمانی سے پہلے ان کے زمانے میں اس کی تلاوت کرتے ہوں۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ یہ قراءت ان مترادفات کے قبیل سے ہے جو عرضہ اخیرہ میں منسوخ ہو چکے تھے لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جمع قرآن تک بعض صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ ان کی تلاوت کرتے رہتے تھے۔

آرتھر جیفری نے 'كتاب المصاحف' کی ایک اور روایت کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ جس سے علقمہ رحمہ اللہ کے مصحف کا اشارہ ملتا ہے۔ ابن ابی داؤد رحمہ اللہ اپنی کتاب میں درج ذیل روایت لائے ہیں:

"حدثنا عبد الله حدثنا شعيب بن أيوب حدثنا يحى حدثنا الحسن بن ثابت قال سمعت الأعمش يقول: أخرج إلينا ابراهيم مصحف علقمة فإذا الألف والياء فيه سواء."[كتاب المصاحف' باب اختلاف خطوط المصاحف]

اس روایت میں حسن بن ثابت راوی 'صدوق' ہے اور غریب حدیثیں بیان کرتا ہے۔ ڈاکٹر محبّ الدین واعظ کے بیان کے مطابق اس روایت کا کوئی متابع موجود نہ ہونے کی وجہ سے یہ روایت 'ضعیف' ہے۔

آرتھر جیفری نے اس روایت کو مصحف علقمہ رحمہ اللہ کی دلیل کے طور پر نقل تو کر دیا لیکن وہ اس کے معنی و مفہوم سے ناواقف تھا۔ اس روایت کا معنی یہ ہے کہ سورۃ طہٰ میں ' إن هذان لسحران' میں الف اور یاء دونوں کے ساتھ قراءت درست ہے۔ یاء کے ساتھ یہ قراءت 'إن هذين لسحران' بنے گی جو ابن عامر شامی رحمہ اللہ کی متواتر قراءت

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ لہٰذا یہ آیت مبارکہ الف کے ساتھ ہو یا یاء کے ساتھ' دونوں صورتوں میں متواتر قراءت کے مطابق ہوگی۔ پس اس روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت علقمہ رحمہ اللہ کے پاس کوئی ایسا مصحف تھا جو مصحف عثمانی کی قراءت کے خلاف تھا۔

مصحف حطان بن عبداللہ رقاشی رحمہ اللہ (متوفی مابعد ۷۰ھ)

مصحف حطان بن عبداللہ رقاشی رحمہ اللہ کے وجود کے بارے میں بھی آرتھر جیفری نے ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کے بیان کو ہی بطور دلیل نقل کیا ہے۔ آرتھر جیفری کا کہنا ہے' چونکہ ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں مصحف حطان کے الفاظ کا تذکرہ کیا ہے لہٰذا اس نام سے کوئی مصحف بھی ضرور موجود تھا۔ ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں اس عنوان کے تحت بھی ایک ہی روایت بیان کی ہے۔ اس روایت کے مطابق حطان بن عبداللہ 'سورۃ آل عمران میں 'و ما محمد إلا رسول قد خلت من قبله رسل' پر حلف اٹھاتے تھے۔ اس روایت کی سند 'صحیح' ہے۔

ڈاکٹر محبّ الدین واعظ کے بیان کے مطابق کتاب المصاحف کے نسخہ شربیتی میں 'رسل' کی بجائے 'الرسل' کے الفاظ ہیں جو متواتر قراءت کے مطابق ہیں۔ لہٰذا کسی تاویل کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ البتہ نسخہ ظاہریہ کے الفاظ 'رسل' کے ہیں جو رسم عثمانی کے خلاف ہونے کی وجہ سے نا قابل قبول ہیں۔ پس نسخہ ظاہریہ کے الفاظ کو کاتب کی غلطی پر محمول کیا جائے گا۔ اس روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حطان بن عبداللہ رحمہ اللہ کا کوئی مصحف بھی تھا۔ روایت کے الفاظ درج ذیل ہے:

"حدثنا عبد الله حدثنا عبد الله بن سعيد حدثنا ابن علية عن أبي هارون الغنوي قال: كان حطان بن عبد الله يحلف عليها "و ما محمد إلا رسول قد خلت من قبله رسل." [كتاب المصاحف' باب مصحف حطان بن عبدالله]

مصحف سعید بن جبیر رحمہ اللہ (۴۵ھ تا ۹۵ھ)

مصحف سعید بن جبیر رحمہ اللہ کے وجود کے بارے میں بھی آرتھر جیفری نے 'کتاب المصاحف' ہی کے بیان کو دلیل بنایا ہے۔ ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے اس عنوان کے تحت تین روایات کا تذکرہ کیا ہے۔ ان روایات کے مطابق حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے سورہ بقرۃ میں 'و على الذين يطوّقونه' اور سورۃ مائدۃ میں 'أحل لكم الطيبات و طعام الذين أوتوا الكتاب من قبلكم' اور سورۃ اعراف میں 'فإذا هي تلقم ما يأفكون' پڑھا ہے۔

پہلی روایت کی سند 'صحیح' دوسری کی سند میں ایک راوی محمد بن زکریا 'مجہول' اور تیسری میں حسن بن ابی جعفر 'ضعیف' ہے۔ تینوں روایات رسم عثمانی کے خلاف ہونے کی وجہ سے نا قابل قبول ہیں۔ ان روایات میں حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کے کسی مصحف کا تذکرہ موجود نہیں ہے۔ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کے اساتذہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا نام کثرت سے ملتا ہے۔ 'یطوّقونه' والی قراءت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی بھی تھی۔ اس لیے اس بات کا قوی امکان موجود ہے کہ انہوں نے یہ قراءت ان سے لی ہو۔ پہلی قراءات ان قراءات میں سے معلوم ہوتی ہے جو عرضہ اخیرہ میں منسوخ ہو چکی تھیں یا پھر ان احرف میں سے بھی ہو سکتی ہے جو جمع عثمانی میں نقل ہونے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے رہ گئے۔

مصحف طلحہ بن مصرف رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۲ھ)

مصحف طلحہ بن مصرف الیامی رحمہ اللہ کے ثبوت میں بھی آرتھر جیفری نے کتاب المصاحف ہی کو بنیاد بنایا ہے۔ اس عنوان کے تحت ابن ابی داؤد نے کسی روایت کو نقل نہیں کیا ہے۔ آرتھر جیفری کے خیال میں نسخہ ظاہریہ کے کاتب سے کچھ سہو ہوا ہے اور اس نے کتاب المصاحف کے کچھ اوراق نقل نہیں کیے۔ بہر حال ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے اس عنوان کے تحت کوئی ایسی روایت نقل نہیں کی جس سے طلحہ بن مصرف رحمہ اللہ کے کسی مصحف یا اختلاف قراءت کا علم حاصل ہوتا ہو۔

مصحف عکرمہ رحمہ اللہ مولیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہ (۲۵ھ تا ۱۰۵ھ)

مصحف عکرمہ مولیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے وجود کے بارے میں بھی آرتھر جیفری کا مصدر و ماخذ کتاب المصاحف ہی ہے۔ اس عنوان کے تحت ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے دو روایات کا تذکرہ کیا ہے۔ پہلی روایت میں حضرت عمران بن حدیر رحمہ اللہ کہتے ہیں: 'عن عکرمة أنه کان یقرؤها: و علی الذین یطوّقونه . 'دوسری روایت میں عاصم الأحول کہتے ہیں: عن عکرمة أنه کان یقرأ هذا الحرف : قَتْل فیه۔

ان دونوں روایات میں عکرمہ رحمہ اللہ کے کسی مصحف کا تذکرہ نہیں ہے بلکہ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ کی دو قراءات کی طرف اشارہ ہے۔ سورۃ بقرۃ میں انہوں نے 'و علی الذین یطوقونه' اور 'قَتْل فیه' پڑھا ہے جبکہ متواتر قراءات 'یطیقونه' اور 'یسئلونك عن الشهر الحرام قتال فیه' ہے۔ یہ 'حسن' درجے کی روایات ہیں لیکن رسم عثمانی کے خلاف ہونے کی وجہ سے نا قابل قبول ہیں۔ ان روایات میں حضرت عکرمہ رحمہ اللہ کے کسی مصحف کا تذکرہ موجود نہیں ہے۔

علاوہ ازیں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جب کسی روایت میں یہ الفاظ نقل کیے جاتے ہیں کہ فلاں تابعی رحمہ اللہ قرآن کے فلاں لفظ کو یوں پڑھتے تھے یا انہوں نے یوں پڑھا تو اس میں دونوں امکانات موجود ہیں ۔ ایک یہ کہ انہوں نے اسے بطور قرآن پڑھا ہو اور دوسرا یہ کہ اسے بطور علم پڑھا ہو۔ جیسا کہ آج کے زمانے میں اگر کوئی مقری اپنے شاگردوں کو قراءات شاذہ بطور علم پڑھائے تو یہ جائز ہے۔

مصحف مجاہد بن جبر رحمہ اللہ (۲۰ھ تا ۱۰۳ھ)

مصحف مجاہد رحمہ اللہ کے وجود کے ثبوت میں آرتھر جیفری نے ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کے بیان کو نقل کیا ہے۔ ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے اس عنوان کے تحت بھی ایک ہی روایت کا تذکرہ کیا ہے۔ حمید رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عن مجاهد أنه کان یقرأ 'فلا جناح علیه ألا یطوف بهما' .

اس روایت میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ کے کسی مصحف کا تذکرہ نہیں ہے بلکہ ایک قراءت کا بیان ہے جو رسم عثمانی کے خلاف ہونے کی وجہ سے نا قابل اعتبار ہے۔ ڈاکٹر محبّ الدین سبحان کے مطابق اس کی سند میں دو راوی یوسف بن عبدالملک اور معمر 'مجہول' ہیں۔ یہ قراءت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے انہی سے لی ہے۔ کیونکہ مجاہد رحمہ اللہ ' ابن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد بھی ہیں۔ یہ قراءت ان حروف میں سے ہو سکتی ہے جو جمع عثمانی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نقل ہونے سے رہ گئے ہوں۔

مصحف عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ (۲۷ھ تا ۱۱۵ھ)

مصحف عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کے وجود کے بارے میں بھی آرتھر جیفری کی کل دلیل کتاب المصاحف کا بیان ہی ہے۔ابن ابی اوٗد رحمہ اللہ نے اس عنوان کے تحت بھی ایک ہی روایت نقل کی ہے۔طلحہ بن عمرو رحمہ اللہ کہتے ہیں: عن عطاء أنه قرأ 'يخوفكم أولياءه' ؛ یعنی حضرت عطاء رحمہ اللہ نے سورہ آل عمران میں 'يخوفكم أولياءه' پڑھا ہے۔

اس روایت سے ان کے کسی مصحف کا ثبوت نہیں ملتا۔ ہاں ان کی ایک قراءت کی طرف اشارہ ضرور ہے۔ ڈاکٹر محبّ الدین واعظ کے بیان کے مطابق اس روایت کی سند انتہائی درجے 'ضعیف' ہے۔سند میں طلحہ بن عمرو 'متروک' راوی ہے۔علاوہ ازیں یہ قراءت مصاحف عثمانیہ کے رسم کے خلاف ہونے کی وجہ سے غیر مقبول ہے۔

مصحف ربیع بن خثیم رحمہ اللہ (متوفی ۶۳ھ)

اس مصحف کا تذکرہ ابن ابی داوٗد رحمہ اللہ نے نہیں کیا۔ آرتھر جیفری کا کہنا یہ ہے کہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۷۰ھ) نے اپنی تفسیر 'روح المعانی' میں اس مصحف کا تذکرہ کیا ہے۔علامہ آلوسی رحمہ اللہ کا بیان یہ ہے:

وقال سفيان: نظرت في مصحف الربيع فرأيت فيه "فمن لم يجد من ذلك شيئاً فصيام ثلاثة أيام متتابعات . "[روح المعاني ، المائدة :۸۹]

اس روایت میں کسی سند کا تذکرہ نہیں ہے یعنی سفیان رحمہ اللہ نے یہ بات کب اور کس سے کہی اور کس نے اسے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔اس کی کوئی تحقیق موجود نہیں ہے۔لہٰذا ایک مجہول روایت کی بنیاد پر کسی تابعی رحمہ اللہ کے لیے مصحف کے وجود کا اثبات کیسے ممکن ہے؟۔اس روایت کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اگر اس کی کوئی سند موجود بھی ہو تو یہ ان تفسیری نکات کے قبیل سے ہے جنہیں صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ اپنے مصاحف میں لکھ لیتے تھے۔

مصحف سلیمان الأعمش رحمہ اللہ (۶۱ھ تا ۱۴۸ھ)

مصحف سلیمان بن مهران الأعمش رحمہ اللہ کے وجود کے بارے میں بھی آرتھر جیفری کا انحصار ابن ابی داوٗد رحمہ اللہ کے بیان پر ہے۔ ابن ابی داوٗد رحمہ اللہ نے اس عنوان کے تحت تین روایات نقل کی ہیں۔ان روایات کے مطابق االأعمش رحمہ اللہ نے سورہ آل عمران میں 'الم الله لا إله إلا هو الحى القيام' اور سورۃ بقرۃ میں 'فيضاعفُه' اور سورۃ انعام میں 'أنعام و حرث حرج' پڑھا ہے۔

پہلی روایت کی سند 'صحیح' ہے لیکن رسم عثمانی کے خلاف ہونے کی وجہ سے یہ قراءت غیر مقبول ہے۔محسوس ہوتا ہے کہ یہ ان مترادفات کے قبیل میں سے ہے جو عرضہ اخیرہ میں منسوخ ہو گئے تھے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی اس کی تلاوت ثابت ہے یا ان احرف میں سے ہے جو جمع عثمانی میں نقل ہونے سے رہ گئے۔دوسری روایت کی سند 'حسن' ہے اور یہ متواتر قراءت ہے۔ یہ نافع' ابوعمرو' حمزہ' کسائی اور خلف رحمہم اللہ کی قراءت ہے۔تیسری روایت کی سند میں شعیب بن ایوب 'مدلس' راوی ہے اور 'عن' سے روایت کر رہا ہے لہٰذا 'ضعیف' ہے۔علاوہ ازیں رسم عثمانی کے خلاف ہونے کی وجہ سے بھی یہ قراءت غیر مقبول ہے۔ یہ ان مترادفات کی قبیل سے ہو سکتی ہے جو منسوخ ہو چکے ہیں۔ان روایاتِ ثلاثہ میں أعمش رحمہ اللہ کے کسی مصحف کا تذکرہ موجود نہیں ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصحف جعفر صادق رحمہ اللہ (۸۳ھ تا ۱۴۸ھ)

اس کا تذکرہ امام ابن ابی داود رحمہ اللہ نے کتاب المصاحف میں نہیں کیا ہے۔ آرتھر جیفری کے بیان کے مطابق مؤرخ 'زنجانی' نے 'شہرستانی' کی تفسیر کے مقدمے سے امام جعفر صادق رحمہ اللہ کے مصحف میں موجود سورتوں کی ترتیب نقل کی ہے جو مصحف عثمانی کی ترتیب کے خلاف ہے۔ علاوہ ازیں اس ترتیب میں پہلی سورت یعنی سورت فاتحہ بھی غائب ہے۔ کل ۱۱۳ سورتیں بیان ہوئی ہیں۔ شہرستانی کے بیان کے مطابق امام جعفر صادق رحمہ اللہ کے مصحف کی سورتوں کی ترتیب مصحف عثمانی کے بالمقابل درج ذیل تھی:

" 96, 68, 73, 74, 111, 81, 87, 92, 89, 93, 94, 103, 100, 108, 102, 107, 109, 105, 113, 114, 112, 53, 80, 97, 91, 85, 95, 106, 101, 75, 104, 77, 50, 90, 86, 54, 38, 7, 72, 36, 25, 35, 19, 20, 56, 26, 27, 28, 17, 10, 11, 12, 15, 6, 37, 31, 34, 39, 40, 41, 42, 43, 44, 45, 46, 51, 88, 18, 16, 71, 14, 21, 23, 32, 52, 67, 69, 70, 78, 79, 82, 84, 30, 29, 83, 2, 8, 3, 33, 60, 4, 99, 57, 54, 13, 55, 76, 65, 98, 59, 110, 24, 22, 63, 58, 49, 66, 61, 62, 64, 48, 9, 5." (Materials: Codex of Ja'far Al-Sadiq)

ابو الفتح شہرستانی (متوفی ۵۴۸ھ) ایک شیعہ مفسر اور عالم دین ہیں۔ ان کی تفسیر کا نام 'مفاتیح الأسرار و مصابیح الأبرار' ہے۔ ہمارے علم کی حد تک یہ تفسیر تا حال غیر مطبوع ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس تفسیر کے مقدمے میں امام جعفر صادق رحمہ اللہ کی طرف اس مصحف کی نسبت کی سند دیکھنی چاہیے۔ آرتھر جیفری نے اس روایت کی کوئی سند بیان نہیں کی اور نہ ہی اس کا تذکرہ کیا ہے۔ بغیر سند کے کوئی روایت کسی مفسر کے محض بیان کر دینے سے کیسے قبول کی جا سکتی ہے؟ جبکہ معاملہ بھی قرآن کا ہو۔

اگر یہ ثابت ہو بھی جائے کہ امام جعفر صادق رحمہ اللہ کا کوئی مصحف اس ترتیب پر مبنی تھا تو اس سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بعض سلف صالحین کے بارے میں یہ مروی ہے کہ انہوں نے قرآن کو ترتیب نزولی کے مطابق جمع کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس ترتیب کو دیکھ کر پہلی نظر میں ہی اندازہ ہو جاتا ہے کہ صاحب مصحف ترتیب نزولی کے مطابق قرآن کو جمع کرنا چاہتا ہے۔ آج بھی اگر کوئی شخص ذاتی طور پر ترتیب نزولی کے مطابق قرآن کو جمع کرے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے جبکہ وہ مصحف عثمانی کی ترتیب کے مطابق ہی مصحف کی تلاوت اور نشر و اشاعت کا قائل ہو۔ قرآن کی سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے یا اجتہادی۔ اس مسئلے میں سلف صالحین کا اختلاف ہے۔ جمہور کی رائے کے مطابق سورتوں کی ترتیب بھی توقیفی ہے اور اس کے دلائل بھی قوی ہیں۔ لیکن اگر کوئی اس ترتیب کو اجتہادی مانتا ہے تو اس سے گمراہی لازم نہیں آتی۔ اور اگر مصحف عثمانی کی سورتوں کی ترتیب کو اجتہادی مان لیا جائے تو اس ترتیب سے اختلاف کیا جا سکتا ہے۔ [الاتقان' النوع الثامن عشر من جمعه و ترتیبه: ص ۲۱۶۔۲۱۹] یہ واضح رہے کہ اس بارے علمائے اسلام کا اجماع ہے کہ آیات کی ترتیب توقیفی ہے۔ [أیضاً: ص ۲۱۱۔۲۱۶]

مصحف صالح بن کیسان رحمہ اللہ (متوفی مابعد ۱۴۰ھ)

اس مصحف کے وجود کو ثابت کرنے کے لیے بھی آرتھر جیفری نے ابن ابی داود رحمہ اللہ کے بیان کا سہارا لیا ہے۔ ابن ابی داود رحمہ اللہ نے اس عنوان کے تحت ایک روایت نقل کی ہے۔ اس روایت کے مطابق صالح بن کیسان نے آل عمران میں 'جائتهم البينت' اور 'جاء تهم البينات' دونوں طرح پڑھا ہے۔ علاوہ ازیں انہوں نے سورہ مریم میں 'یکاد

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

السموات' اور ' تکاد السموات' دونوں طرح پڑھا ہے۔ دوسری قراءت ثابت نہیں ہے جبکہ باقی تینوں متواتر ہیں۔ دوسری قراءت رسم عثمانی کے خلاف ہونے کی وجہ سے غیر مقبول ہے۔ ان روایات میں صالح بن کیسان رحمہ اللہ کے کسی مصحف کا تذکرہ نہیں ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ کی روایت کے مطابق ان کی عمر ۱۶۰ سال سے زائد تھی۔

مصحف حارث بن سوید رحمہ اللہ متوفی (مابعد ۷۰ھ)

ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں اس مصحف کا تذکرہ نہیں کیا۔ آرتھر جیفری کے بیان کے مطابق ایک تفسیری روایت سے ہمیں اس مصحف کا علم ہوتا ہے جسے مفسرین نے سورۃ فتح کی آیت ۲۶ کے تحت نقل کیا ہے۔

◉ علامہ زمخشری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وفی مصحف الحرث بن سوید صاحب عبد الله: 'و کانوا أهلها وأحق بها .' وهو الذي دفن مصحفه أيام الحجاج ." [الكشاف، الفتح :٢٦]

اس روایت کی کوئی سند ہمیں نہ مل سکی۔ لہٰذا بغیر سند کے یہ روایت مجہول اور نا قابل قبول ہے۔ علاوہ ازیں خود روایت میں موجود ہے کہ ان کا مصحف دفن کر دیا گیا تھا لہٰذا وہ حجت کیسے بن سکتا ہے؟۔

مصحف محمد بن ابی موسیٰ

اس مصحف کا تذکرہ آرتھر جیفری نے نہیں کیا ہے اگرچہ ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے اس نام سے عنوان باندھا ہے۔ کتاب المصاحف میں اس عنوان کے تحت ایک روایت منقول ہے۔ اس روایت کے مطابق ابن ابی موسیٰ نے سورۃ مائدۃ میں 'و لکن الذین یفترون علی اللہ الکذب و أکثرهم لا یفقهون' پڑھا ہے۔ محمد بن ابی موسیٰ کے بارے میں ابن حجر رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ 'مجہول' راوی ہے۔ امام عراقی رحمہ اللہ نے 'غیر معروف' کہا ہے لہٰذا روایت کی سند کمزور ہے۔ محمد بن ابی موسیٰ کا وجود ہی مشکوک ہے چہ جائیکہ ان کے کسی مصحف کا وجود اس روایت سے ثابت کیا جائے۔

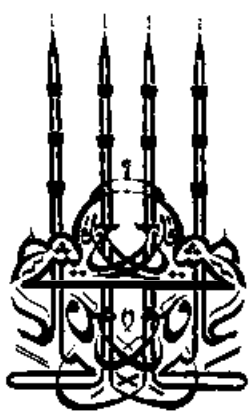

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ